إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

اسلامی اصلاحی اور قومی ماہوار رسالہ

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

قیمت فی پرچہ ۴ر

آفتاب برقی پریس امرتسر میں مولوی محمد عبداللہ سہاس صاحب پرنٹر کے اہتمام سے قریشی محمد علی صاحب رونق صدیقی پبلشر کیلئے چھپکر دفتر القریش سے شائع ہوا۔

مقاصد

افرادِ قوم میں اتحاد و اتفاق اور محبت و مودت کا رشتہ قائم کرنے اور نوجوانانِ قوم کو صبر و استقلال، فیاضی و ثابت قدمی، صلہ رحمی و ایثارِ نفسی، محنت و جفاکشی، احسان و مروت، خاندان کی عزت و مہمان نوازی کا سبق دینے اور رسومات بد و قبیحات سے بچنے کی تلقین کرنا

اگر آپ

کو ان مقاصد سے اتفاق ہے اور اپنی قوم کے لئے ان کی تکمیل کے مفید سمجھتے ہیں تو

آپ کا فرض

ہے کہ آپ اخوت و یگانگت، ہمدردی و مروت سے اپنے قومی نقارہ (القریش) کی آواز کو بلند کرنے اور افرادِ قوم کے کانوں تک پہنچانے میں کارپردازانِ القریش کا بطریق ذیل ساتھ دیں :-

(۱) قلمی اعانت (یعنی اصلاحی اور ایسے مضامین کی ترسیل جنسے مقاصد مجوزہ متذکرہ کی تکمیل مقصود ہو)

(۲) ترقی اشاعت (یعنی حلقۂ اثر اور دیگر ذرائع سے خریدار بنا کر)

(۳) القریش کی آواز پر کان دینے کے خوگر اور تجاویز مفیدہ پر عامل ہو کر کیونکہ کسی پسِ افتادہ قوم کی شیرازہ بندی کا راز اسی میں مضمر ہے۔ **منیجر القریش امرتسر**

فہرست مضامین

القریش امرتسر ماہ جنوری ۲۵ء جلد ۱۱ نمبر ۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۱۱ نمبر ۱ جنوری ۱۹۲۵ء

القریش امرتسر

القریش کی گیارہویں سالگرہ کی تقریب پر قطعہ

از جناب سید شیخ غلام یسین صاحب شاکر صدیقی خوشاب

یوں ہو شمع اہل محفل سے فروغ القریش — خود بخود نکلے ہر اک دل سے فروغ القریش

اکتساب نور کرتا ہے جیسے مہر سے — ہے فروغ نظم کامل سے فروغ القریش

ہو مبارک آپکو یہ سال نو یاران بزم — دیکھئے انعام حاصل سے فروغ القریش

کاٹ کر بدخواہ کا سر آج شاکر یش بزم

۱۹۲۵ = ۱۹۲۶

نغمۂ نوروز کر دل سے فروغ القریش

تذکرہ برادری

انجمن قریشیاں ہند

قاضی عنایت علی صاحب آنریری جنرل سکرٹری انجمن مذکور کے اس استصواب کے متعلق جو انہوں نے دسمبر کے القریش میں آئندہ سالانہ اجلاس کی نسبت برادران قوم سے عموماً اور انجمن قریشیہ گوجرانوالہ و جالندھر سے خصوصاً کیا تھا۔ چند احباب کے مراسلات بدیں مضمون موصول ہوئے ہیں۔ کہ فی الواقعی قومی انجمن کے سالانہ جلسے مختلف مقامات پر منعقد ہونے مفید ہیں۔ لیکن جن دو انجمنوں سے دعوت کی خاص توقع کی گئی تھی۔ وہ اس وقت تک خاموش ہیں۔ جس سے یہ نتیجہ اخذ ہو سکتا ہے۔ کہ دعوت کا خیال محال است وجنوں سے کم نہیں۔

مخدومی قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ متوفی الریاست قلات جن کے دل میں قومی درد کا دریا موجزن ہے۔ اور جن کے خیالات سے ناظرین القریش خوب واقف ہیں۔ اس معاملہ کے متعلق اپنی رائے کا یوں اظہار فرماتے ہیں۔ جس کی ہم قدر کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں۔

برادر محترم! السلام علیکم

جالندھر انجمن کے متعلق آپ خود اندازہ فرما سکتے ہیں۔ یہاں کے متعلق میں کہ سکتا ہوں۔ کہ ان تلوں میں کوئی تیل نظر نہیں آتا۔ آل انڈیا قریشی کانفرنس کو اس دفعہ تو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونیکی کوشش کرنی چاہیئے۔ پھر دوران اجلاس میں اگر کسی بیرونی انجمن کی رگ حمیت بھڑک اٹھے۔ اور سال آئندہ کے لئے وہ مدعو کرے۔ تو وہ علیحدہ بات ہوگی۔ میرے خیال میں اب آل انڈیا قریشی کانفرنس کو "اگر" "مگر" کے الفاظ کے ہیر پھیر کو چھوڑ کر صاف طور پر اعلان کر دینا چاہیئے کہ اجلاس کہاں ہوگا۔؟ اور ساتھ ہی دیگر کانفرنسوں کی طرح اس کے ڈیلیگیٹس اور ریزیڈرز کے لئے پانچ روپے اور دو روپے کی شرح مقرر کر دینی چاہیئے۔ تاکہ شامل اجلاس ہونے والے اصحاب اس کے متعلق تیاری کر سکیں افسوس کہ بظاہر فضیلت قریش کے راگ الاپنے والی اور باطن پر مردہ قوم قومی ضرورتوں کے متعلق اس قدر بےحس ہو چکی ہے۔ کہ زندہ قوموں کی فہرست سے خارج سمجھنی چاہیئے۔ کاش کہ الیکشن کی تعطیلات سے پیشتر حضرت اسرافیل صور پھونکیں۔ اور یہ مردہ قوم اپنے گڑھوں سے باہر نکلے۔ اور دیکھے۔ کہ دنیا میں زندہ رہنے والی قومیں قومی ترقی کے میدان عمل میں کس سرعت سے سرگرم عمل ہیں۔

یاران تیز گام نے محمل کو جا لیا
ہم محو نالۂ جرس کارواں رہے

قاضی نظیر حسین ۵ جنوری ۱۹۲۵ء از ...

اس مراسلت اور اس قسم کی تمام خط و کتابت کو ہم نے جنرل سکرٹری صاحب انجمن قریشیان ہند کے سپرد کر دیا ہے۔ یقیناً وہ قریبی انتظامی اجلاس میں انہیں پیش کریں گے۔ ہمیں امید ہے۔ کہ اراکین مجلس قاضی صاحب کی اس قیمتی رائے کی ضرور قدر کریں گے۔ اور انشا اللہ تعالے آئندہ سالانہ اجلاس امرتسر

کے مقام پر منعقد ہوگا - یارانِ قریش و درد مندان قوم کا فرض ہے - کہ وہ اپنے اپنے علاقہ اور اپنی اپنی برادری میں اس کا خوب اعلان کریں - اور احباب کو شرکت جلسہ کے لئے شوق دلائیں - اور مجبور کریں -

افسوس ہے - کہ اندیش کے اکثر ناظرین اس قدر سستائے ہوئے ہیں - کہ وہ ضروری معاملات پر بھی توجہ نہیں دیتے - حالانکہ ہم ان کے خیالات سے متعین ہونے کے لئے جوابات کے ہر وقت منتظر رہتے ہیں - کیا وہ اتنا بھی نہیں کر سکتے - کہ کسی استفسار یہ معاملہ کے متعلق کارڈ پر دو حرف لکھ کر کر دیں -

انجمن قریش گوجرانوالہ

سکرٹری صاحب اطلاع دیتے ہیں - کہ انجمن مذکور کا تیسرا سالانہ اجلاس ۲۸ دسمبر ۲۴ء کو پیر غلام علی صاحب صدیقی و پیر مراد علی صاحب صدیقی کی صدارت میں بابو فضل الٰہی صاحب ملک کے مکان پر منعقد ہوا - انجمن کی انتظامی کمیٹی کے فیصلہ کے مطابق ایکے اس اجلاس میں صرف مقامی احباب کو ہی دعوتِ شرکت دی گئی -

سکرٹری صاحب نے سالانہ رپورٹ پڑھی اور کارکنان کا شکریہ ادا کیا - فنانشل سکرٹری صاحب نے انجمن کے آمد و خرچ کا نقشہ پیش کرتے ہوئے تبلایا کہ انجمن کی سالانہ آمدن مبلغ ۵۲۵/۱۱/۹ اور خرچ مبلغ ۳۵۹/۶ باقی ماندہ ۱۶۶/۱۱ ہے -

چونکہ پیر غلام علی صاحب صدر اول کی طبیعت علیل تھی اس لئے آپ کا خطبہ صدارت مولوی محمد حسین صاحب وکیل نے پڑھ کر سنایا -

پیر انوار الحق صاحب صدیقی کی تحریک پر ڈاکٹر محبوب الٰہی صاحب صدیقی زبدۃ الحکماء و ایل ایم ایس کو ان کی چار سالہ خدمات کے صلہ میں فدائے قوم کا خطاب اور ایک تمغہ انجمن کی طرف سے دیا جانا منظور ہوا - جس پر سکرٹری صاحب نے شکریہ ادا کیا - اس کے علاوہ اور بہت سی مفید تقریریں ہوئیں فوت شدہ ممبران کے لئے دعائے مغفرت کی گئی - اور جلسہ بخیر و خوبی انجام کو پہنچا -

القریش کی خدمات کا عملی اعتراف

بحمد اللہ کہ دردمندانِ قوم و بہی خواہان رسالہ کی عنان توجہ اس کی خدمت کے عملی اعتراف کی طرف معطوف ہوئی ہے - جو ہمارے اور ہماری قوم کے خوش آئند مستقبل کا بیّن ثبوت ہے -

(۱) مخدومی قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مشیر فی الریاست قلات کی عنایات بیغایات کے شکریہ کے لئے ہمارے پاس کوئی الفاظ نہیں - آپ جہاں بہترین مضامین کی ترسیل سے اوراق جریدہ کو مزین بنانے اور اس کے ناظرین کی معلومات میں قابلقدر اضافہ کرنے میں کوشاں ہیں - وہاں توسیع اشاعت کے لئے بھی سرگرم عمل ہیں -

آپ اپنے ایک تازہ گرامی نامہ میں لکھتے ہیں کہ چونکہ ضلع جھنگ میں قریشی آبادی بکثرت ہے اس لئے وہاں کے قریشیوں میں القریش کی خریداری و اعانت کا شوق پیدا کرنے کے لئے مولوی قاضی محمد اسمٰعیل صاحب کی ڈیوٹی لگا دی گئی ہے - اس طرح جہاں جہاں تعلقات ساتھ دیں گے - احباب کا ذمہ لگا دیا جائے گا - کہ وہ اس قومی صحیفہ کی خریداری سے اعانت کریں - اس تجویز سے آپ نے کارپردازان رسالہ پر ایک بڑا احسان کیا ہے - جس کے لئے ہم صدق دل سے مشکور رہیں -

اگر چند ناظرین القریش قاضی نظیر حسین بن جائیں تو یقیناً قوم کا کمزور پہلو اسی سال میں بدل جائے

اور القریش کی اشاعت زائد از ایک ہزار ہو جائے

(۲) مولوی امام الدین صاحب قریشی سپرنٹنڈنٹ ضلع لورالائی سے تحریر فرماتے ہیں۔

پیارے رونق السلام علیکم۔ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے آپ کے دیدار کا از حد شوق ہے۔ لیکن بدقسمتی سے ایسا قلیل الفرصت ہوں۔ کہ مرنے کی بھی ہوش نہیں ہے جب کبھی پنجاب جانے کا موقعہ ہوتا ہے تو صرف دس یوم کے لئے وہ بھی کسی اشد ضروری کار خانگی کے لئے۔ انشاء اللہ اگر کبھی فرصت ہوئی۔ تو سالانہ جلسے کے موقعہ پر حاضر ہوں گا۔ آپ کی ہمت پر آفرین خدا آپکو عمر دراز عطا فرمادے۔ مایوسی کی کوئی وجہ نہیں ہر کام کا آغاز ایسا ہی ہوتا ہے۔ پر اہل قریش کو بیدار کرنا کارے دارد۔

مہربانی کرکے مندرجہ ذیل گیارہ اشخاص کے نام القریش وی پی کردیں۔ اور میرا نام انجمن کے ممبروں میں شامل کر دیجئے گا۔

(۳) مولوی محمد سید عالم صاحب فاروقی بی۔ او۔ ایل تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "پیارے القریش کی قدر میرے دل میں جاگزین ہے۔ توسیع اشاعت کے لئے کوشاں ہوں۔ سردست ذیل کے پانچ اشخاص کے نام وی پی کردیں۔ اور آل انڈیا قریشی کانفرنس کے فارم ممبری کافی تعداد ارسال فرمائیں۔

استفسار

ناظرین القریش میں سے کیا کوئی صاحب براہ مہربانی اپنی فایل سے مجھے جنوری ۱۹۱۹ء کا پرچہ عنایت کرسکتے ہیں۔ اگر کسی صورت میں پرچہ نہ دے سکتے ہوں۔ تو کیا براہ کرم میرا مضمون "بزم تصور" نقل کرکے ارسال فرما سکتے ہیں۔ میرا ایک عزیز عرصہ سے اس کے لئے مطالبہ کر رہا ہے میں اس تکلیف فرمائی پر دلی شکریہ ادا کروں گا

المکلف

(غلام حسین شاکر صدیقی)

اعتذار

افسوس ہے۔ کہ ۱۹ دسمبر تا ۴ جنوری ۱۶ یوم کا عرصہ خادم ایڈیٹر کی بیماری میں ضایع ہوا۔ انہی ایام میں ترتیب مضامین اور دفتر کے ضروری کاموں کے لئے تھے۔ جو بیکار گئے۔ ۵ جنوری کو ذرا افاقہ ہوا تو کام شروع کیا۔ چونکہ وقت تنگ تھا۔ اور کام زیادہ اس لئے القریش کی ترتیب اس دفعہ بہتر نہ ہوسکی مختلف کاتبوں سے کتابت کرانی پڑی۔ جس سے اور بھی بے ترتیبی ہوگئی۔

ناظرین کرام سے استدعا ہے۔ کہ وہ اب کے رسالہ کی بدوضعی کا خیال نہ کریں۔ اور نفس مضمون سے فائدہ اٹھائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اشاعت سے بہترین انتظام ہوجائے گا۔ دعا فرمادیں۔ کہ خدا تبارک و تعالیٰ اپنا فضل شامل حال رکھے۔ آمین

(ایڈیٹر)

قضا اور قریش

سلسلہ کے لئے دیکھیں پرچہ گذشتہ سے پیوستہ

فقط یہی نہیں۔ کہ قضاۃ کے انتخاب میں جو نکتہ سنجی اور احتیاط برتی جاتی۔ اس کا اندازہ ان واقعات سے ہو سکتا ہے۔ کہ جو لوگ منتخب کئے جاتے۔ وہ اس حیثیت سے تمام عرب میں فرد ہوتے۔ چنانچہ مدینہ منورہ جیسے پایہ تخت میں۔ زید بن ثابت قاضی مقرر کئے گئے۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں کاتب وحی تھے۔ اور وہ سریانی اور عبرانی زبانوں کے بھی ماہر تھے۔ فلسطین کے قاضی عبادہ بن الصامت ہوئے۔ جو منجملہ ان پانچ اشخاص کے تھے۔ جنہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تمام قرآن مجید حفظ کیا تھا۔

کوفہ کے قاضی عبد اللہ بن مسعود تھے۔ جن کا فضل و کمال محتاج تعارف نہیں کیونکہ فقہ حنفی کے مورث اول ہی ہوئے۔

جناب عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ قاعدہ بھی مقرر کر دیا تھا۔ کہ جو شخص دولتمند اور معزز نہ ہو اسے قاضی مقرر نہ کیا جائے۔ اور یہ پابندی قاضیوں ہی کے لئے مختص نہ تھی۔ بلکہ مفتیوں کے متعلق بھی ایسی ہی مخصوص احتیاط کی گئی۔ تاکہ ہر کس و ناکس غلط مسایل کی ترویج نہ کر سکے۔ حضرت عمر نے اس تخصیص کو بغایت ملحوظ رکھا۔ اور جن کو انہوں نے افتا کی اجازت دی۔ وہ یا تھے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ معاذ بن جبل۔ عبد الرحمن بن عوف۔ ابی بن کعب۔ زید بن ثابت۔ ابوہریرہ۔ اور ابو الدرداء وغیرہ۔ ان کے سوائے اور لوگ فتوے دینے کے مجاز نہ تھے۔ قاضیوں اور مفتیوں کے تقرر اور ان کے نام کے اعلان عام کے لئے اس وقت کوئی گزٹ اور اخبار تو تھے ہی نہیں۔ اس لئے مجالس عام میں جن سے بڑھ کر اس وقت اور کوئی ذریعہ نہ ہو سکتا تھا۔ اعلان عام کر دیا جاتا۔

محکمہ قضاء یعنے عدالت کے متعلق محکمہ افتا بھی ایک ضروری صیغہ تھا۔ جس کا اجرا آغاز اسلام ہی میں ہوا۔ اور جس کی نظیر اسلام کے بغیر اور کہیں نہیں مل سکتی۔ قانون کے مقدم اصولوں میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ ہر شخص کی نسبت یہ فرض کرنا چاہیئے کہ وہ قانون سے واقف ہے۔ اسلام نے اس کے لئے ایک خاص محکمہ تجویز کیا۔ جس کا نام محکمہ افتا ہے جس میں قابل قانون دان یعنے فقہا ہر کجا مہیا کئے گئے۔ تاکہ ہر شخص بلا روک ٹوک قانون اسلامی کے مسایل دریافت کر سکے۔ اسلام کا اصلی قانون تو قرآن مجید ہی تھا۔ اور ہے۔ مگر جزئیات پر احاطہ پانے کی غرض سے حدیث۔ اجماع اور اجتہاد سے مدد لینے کی بھی ضرورت لاحق ہوئی۔ ابتداء اگرچہ ہر ایک اقلیم میں ایک ہی قاضی مقرر ہوتا۔ لاکن مملکت کی آبادی اور وسعت کا دائرہ بڑھتے جانے کی

وجہ سے قاضیوں کی تعداد بھی بڑھتی گئی۔ حتیٰ کہ بڑے بڑے شہروں میں شہر کے ہر ایک حصہ کا ایک قاضی ہوتا۔ خلیفہ رشید کے زمانہ میں بغداد کی وسعت اور آبادی کے ترقی پذیر ہونے کی وجہ سے وہاں کے مشہور نامور اور عالم متبحر قاضی ابو یوسف کو خلیفۂ مذکور نے قاضی القضاۃ کا لقب عطا کیا۔ اور یہ پہلے قاضی تھے۔ جو اس اعزاز سے ملقب ہوئے۔ انہوں نے ہی طبقہ علماء و فضلاء کو لباس مخصوص یعنی ایک خاص طرز کے لباس سے متمیز کیا۔ ورنہ اس سے قبل وہ بھی عام آدمیوں کا سا لباس پہنا کرتے تھے۔ قاضی ابو یوسف کے بعد قاضی القضاۃ کو شہر بغداد کے ماتحت قاضیوں اور پھر اقلیموں کے قاضیوں کے عزل ونصب کا بھی اختیار حاصل ہو گیا۔

چنانچہ مصر اور اندلس کے خلفاء نے بھی جو خلفائے عباسیہ کے معاصر تھے۔ اپنی اپنی مملکتوں میں قاضیوں کے تقرر کا یہی طریقہ اختیار کیا۔

قاضیوں کا فرض منصبی اگرچہ دراصل خصومتوں کے فیصلہ کرنے تک ہی محدود تھا۔ مگر مابعد خلفاء کی امور سیاسی میں زیادہ مصروفیت یا مقتضیات احوال کے مطابق بعض دیگر اقسام کے امور کی ادائیگی کا بوجھ بھی انہیں کے ذمہ آ پڑا۔

مثلاً یتیموں۔ دیوانوں اور اہل سفاہت کے مال و املاک جو بطور کورٹ آف وارڈس حکومت کے زیر انتظام ہوں۔ نگرانی کرنا۔ راستوں کی درستی۔ گواہوں امینوں اور نائبوں کے چال چلن کے متعلق تفحص حال کرنا وصیتوں اور اوقاف کا جاری کرنا۔ اسی پر بس نہیں بلکہ بعض خلفاء کے وقت میں قاضیوں کے اختیارات میں یہاں تک وسعت ہوئی۔ کہ "صوائف" کی فوجوں میں جہاد کی افسری بھی انہی کے سپرد کر دی گئی۔ چنانچہ ایسے قاضیوں میں سے قاضی یحییٰ بن اکثم خلیفہ مامون کے عہد میں صیفی مجاہدوں کے ہمراہ ممالک روم پر حملہ آور ہوا کرتے۔

عزیز باللہ فاطمی خلیفہ کے عہد میں علی بن نعمان نہ صرف مصر کا قاضی ہی مقرر کیا گیا۔ بلکہ شام مغرب۔ حرمین اور تمام مملکت کا عہدہ قضا بھی اس پر اضافہ کیا گیا۔ مزید برآں امامت خطابت سونے چاندی کے کھوٹے کھرے کی پرکھ۔ ترازوؤں اور پیمانوں کی جانچ پڑتال کا کام بھی سب اسی کے سپرد ہوا۔ حاکم بامر اللہ کے عہد میں جب ابو محمد یازوری منصب قضا پر فائز ہوا۔ تو عہدہ وزارت بھی اس پر مستزاد کیا گیا اور یہ پہلا قاضی تھا۔ جن کے حصے میں حکومت کے دو جلیل القدر منصب آئے۔

مصر کے قاضی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے پابند تھے۔ تاہم ان کو اختیار حاصل تھا۔ کہ دیگر مذاہب کے قاضی بھی اپنی صواب دید پر بطور نائب مقرر کر لیں۔ چنانچہ ۵۲۵ھ میں قاضی ابو احمد بن افضل نے اپنی نیابت میں چار قاضی مقرر کئے۔ اور یہ سب قاضی ہر چہار مذاہب حنفی۔ مالکی۔ حنبلی اور شافعی کے مطابق علیحدہ علیحدہ فیصلے صادر کیا کرتے۔ سرقہ اور زنا کے مقدمات بھی چونکہ عموماً قضاۃ کے ہاں ہی فیصل ہوتے تھے۔ اس لئے شرطہ یعنی پولیس کا محکمہ بھی قضاۃ کا خادم تھا۔ جو ملزموں پر اثبات جرم کے کام میں قاضی کو امداد بہم پہنچاتا جیسا کہ آجکل فوجداری مقدمات میں بہم رسانی ثبوت کے متعلق پولیس مجسٹریٹ کو امداد بہم پہنچاتی ہے۔

صوبوں کے علاوہ اضلاع میں عامل۔ قاضی اور افسر خزانہ مقرر ہوتے۔ جو سب گورنروں کے ماتحت ہوتے۔ صرف پرگنوں میں فقط ایسے عہدہ دار ہوتے۔ جو بمنزلہ تحصیلدار سمجھنے چاہئیں۔

معدل بھی دفتر قضا ہی سے متعلق ہوتا جس کے پاس ثقہ اور ساقط العدالت لوگوں کے اندراج نام کا رجسٹر ہوتا۔ مشتبہ

جائدادوں کے کاغذات مرتب کرنا اور دستاویزوں کی رجسٹری بھی اسی کے دفتر میں ہوا کرتی۔

حسبہ یہ بھی ایک دینی خدمت تھی۔ جو اقسام قضا میں سے ہی۔ کیونکہ سنبدہ عہدہ دار محتسب یہاں . . . اور نامشروع باتوں اور حرام اشیاء کا سراغ لگانا اس کے فرائض میں داخل ہوتا۔ اہل شہر کو عام مصلحتوں کا پابند بنانے میں محکمہ قضا کا ممد اور معاون ہوتا۔ مثلاً راستوں کے تنگ کرنے سے لوگوں کو روکنا۔ جانوروں جہازوں اور مزدوروں پر زیادہ بوجھ لادنے سے منع کرنا۔ جو مکانات کسی وجہ سے گرنے کے قریب ہوں ان کے مالکان کو بنظر حفظ ماتقدم ان کے منہدم کر دینے کی ہدایت کرنا۔ مکتبوں کے معلموں کو سزائے شدید دینے سے مجتنب رہنے کی تاکید کرنا۔ ناقص اشیاء بیچنے والے اور ضروریات زندگی کی متعلقہ اشیاء میں ملاوٹ کرنیوالوں کو تنبیہ کرنا۔ سب محتسب ہی کے لوازم میں داخل تھا۔

غرضکہ ان تمام اہم ذمہ داریوں کے لحاظ سے جو مندرجہ بالا صورتوں میں منصب قضا سے وابستہ اور متعلق تھیں منصب قضا کی اہمیت کا اندازہ لگانا اب کوئی مشکل کام نہ ہوگا۔

منصب قضا کی حقیقی عظمت کا دارومدار زیادہ تر عدالت اور انصاف کی مساوات پر تھا۔ جس میں شاہ و گدا اور امیر و فقیر سب برابر سمجھے جاتے۔ چنانچہ خلیفہ مامون پر جب ایکدفعہ ایک شخص نے تیس ہزار روپیہ کا دعویٰ دائر کیا۔ تو خلیفہ کو جوابدہی کے لئے اصالتاً دار القضاہ میں حاضر ہونا پڑا خدام نے خلیفہ کے لئے قالین بچھانا چاہا۔ مگر قاضی القضاۃ نے مامون سے یہ کہا کہ اس حالت میں یہاں آپ اور مدعی دونوں برابر درجہ رکھتے ہیں۔ مامون نے مطلقاً برا نہ منایا بلکہ اس کے عوض میں قاضی القضاۃ کی تنخواہ میں اضافہ کر دیا۔

عام طور پر علماء و فضلاء کے منصب اور اس کی عظمت کے متعلق نبی العلماء ورثۃ الانبیاء کا ناطق حکم کسی مزید تشریح کی ضرورت باقی نہیں رہنے دیتا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

(باقی دارد)

قاضی نظر حسین قریشی۔ ریٹائرڈ مستوفی از گوجرانوالہ

قلمرو دکن

حضور نظام کی غیر معمولی مصروفیت اور حیدرآباد دکن کے انتظامی تغیرات

شکر ہے کہ بلدہ حیدرآباد میں طاعون کا وہ زور شور نہیں جو آج سے دو چار ماہ قبل تھا جس نے ہزارہا خاندان بے چراغ اور ہزاروں گھر ویران کر دیئے۔ وہ اشخاص جو تخلیہ مکان کر کے باہر جا رہے تھے۔ اب پھر اپنے اپنے مکانوں کو واپس آ رہے ہیں۔ اور شہر میں پھر وہی اگلی سی چہل پہل نظر آنے لگی ہے۔ بارگاہ خسروی سے آج کل جو غیر معمولی فرامین جاری ہوئے ہیں۔ ان میں عمال حکومت کو حقوق رعایا کی جانب سختی سے متوجہ کیا جا رہا ہے۔ چنانچہ اسی ہفتہ کے ایک فرمان میں ایک کمیٹی معتمد اشخاص کی جس میں ہندو مسلم دونوں شامل ہیں۔ اس غرض سے مقرر کی گئی ہے۔ کہ وہ ایسے مقامات پر جہاں ہندو مسلم کشیدگی کے آثار نمایاں ہوں۔ جا کر کشیدگی کے اسباب و علل دریافت کرے۔ اور ان کا فوری انسداد کرے۔ تاکہ آپس میں رعایا کسی قسم کی کوئی کشیدگی نہ ہو۔ اور حسب سابق سب لوگ رفاقت و محبت سے اپنی زندگی بسر کریں۔

حیدرآباد کی صدارت عظمیٰ

سر محمد شفیع کے متعلق کچھ دنوں پیشتر بہت زوروں سے یہ خبر گرم تھی۔ کہ اب حیدرآباد کی صدارت عظمیٰ پر رونق افروز ہونیوالے ہیں لیکن اب خبر کی تصدیق سے انکار کیا جاتا ہے

انتظامی تغیرات

مسٹر محمد علی نواب محمد نواز جنگ صدر ناظم کوتوالی ممالک

محروسہ حیدرآباد و ڈائرکٹر جنرل آف پولیس ہ صوبہ دار صوبہ اورنگ آباد مقرر کئے گئے ہیں۔ اور آپ کے بجائے نواب ذو القدر جنگ بہادر صدر ناظم کوتوالی مقرر ہوئے ہیں۔ مسٹر کراففورڈ ڈپٹی ڈائرکٹر آف پولیس بھی اس سال وظیفہ پر علیحدہ ہونے والے ہیں۔ اور آپ کی جگہ کا انتظام زیر غور ہے۔ گو متعدد اشخاص کے نام لئے جا رہے ہیں۔

عدالتی تغیرات

عدالت کے صدر ناظم صوبہ گلبرگہ ہائی کورٹ کے رکن (جج) مقرر ہوئے ہیں۔ آپ کی بجائے نواب ادیب یار جنگ ناظم دار القضا ناظم صوبہ گلبرگہ اور مولوی غازی الدین حیدر زائد ناظم ضلع (ڈسٹرکٹ جج ایڈیشنل) ناظم دار القضاء بلدہ حیدرآباد ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر ناظر الدین حسن صاحب ایم اے ایل ایل ڈی ناظم صوبہ گلشن آباد کا تبادلہ صوبہ گلبرگہ کو کیا گیا ہے۔ اور آپ کے بجائے نواب ادیب یار جنگ صوبہ گلشن آباد پر کار گذار ہوں گے۔

(رشید شجاعت حسن اورنگ آباد دکن)

تنقید و تقریظ

لب المجربات

۱۸×۲۲/۸ سائز کی یہ ایک ضخیم کتاب ہے۔ جو ڈاکٹر خلیفہ دلبر حسین خاں صاحب کھٹی ایچ ایچ (یونانی یونیورسٹی پنجاب) ایم بی (ہومیو) سابق معالج خاندان شاہی مہاراجہ صاحب بڑودہ۔ پٹیالہ پنجاب کی تالیف شدہ ہے۔ اس میں سہل الحصول۔ سہل الترکیب اور کثیر المنفعت مصدقہ اور مجرب نسخہ جات درج کئے گئے ہیں جن پر مؤلف مذکور کو اس قدر بھروسہ ہے۔ کہ آپ نے ان نسخوں میں سے کسی ایک کو واہیات ثابت کرنے والے کے لئے ایک ہزار روپیہ نقد انعام تجویز کیا ہے۔

کتاب ہمارے مطالعہ سے گذری اور بشوق دیکھی۔ تشخیص مرض وغیرہ کے قاعدے اس میں اس قدر آسان طریق پر بتائے گئے ہیں۔ کہ ایک معمولی پڑھا لکھا شخص بھی اس سے بطریق احسن مستفیض ہو سکتا ہے۔ کتاب نہایت مفید ہے۔ ہر گھر میں اس کا ہونا ضروری ہے۔ ہم اپنے ناظرین سے اس بہترین تالیف کی خریداری کی سفارش کرتے ہیں۔

کاغذ کتابت و طباعت دیدہ زیب۔ قیمت فی نسخہ مجلد عہ/ بلا جلد عہ

راہ اسلام میں سب ایک ہیں نزدیک اور دور

(از افادات حضرت کیفی چڑیا کوٹی)

ابو داؤد کی ہے ایک روایت مشہور — بدر کی جنگ میں اسلام ہوا جب منصور
ہاتھ آئے جو دلیروں کے اسیران دغا — ہاتھ باندھے ہوئے لائے گئے حضرت کے حضور
جو تہیدست تھے ان کو تو وہیں چھوڑ دیا — کیونکہ ہے جوش شجاعت میں ترحم بھی ضرور
اہل مقدور کو فدیہ کے لئے حکم ہوا — بسکہ اس پردہ میں تھی رمز سیاست مستور
تھے اسیروں میں کھڑے عم رسول اکرم — یعنی وہ فخر عرب حضرت عباس غیور
اثر جوش سیادت تھا عیاں چہرے سے — دست و پا جنبش تعجیل سے گو تھے مجبور
دل گرفتہ ہوئے حضرت نے ادھر جب دیکھا — کہ یہی ملک محبت میں ہے جاری دستور
ہے کمال بشری ٹیس کا اٹھنا دل میں — شعلہ ہوتا ہے جہاں دود بھی ہوتا ہے ضرور
اس طرف جذبہ تاثیر محبت کا نزول — اس طرف جلوہ اجلال محبت کا ظہور
اس طرف رحم کا طالب تھا قرابت کا خیال — اس طرف شان خدا حکم خدا سے مجبور
تھا خطر رشتہ نازک ہے کہیں ٹوٹ نہ جائے — کشمکش عدل و محبت کی ہے باہم مشہور
ہاتھ باندھے ہوئے انصار ادب سے بولے — فدیہ حضرت عباس کریں عفو حضور
سن کے یہ شان نبوت نے دیا انکو جواب — طاعت حکم خدا میں نہیں آپ کا قصور
جز نذر فدیہ کہاں شکل رہائی ممکن — راہ اسلام میں سب ایک ہیں نزدیک اور دور

دیکھ لیں اہل نظر دیدہ حق سے کیفی
اس مساوات میں ہے شان نبوت کا ظہور

مرسلہ
حکیم سید فرید احمد عباسی
امروہی

اسلام کیونکر تازہ ہوگا

ہر کسے از ظن خود شد یار من — از درون من نجست اسرار من
گفتۂ گفتم من شدم بسیار گو — از شما یک تن نشد اسرار من جو

آج مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک کے رہنے والے مسلمان عالم ہوں یا جاہل امیر ہوں یا فقیر اسلام کا بول بالا چاہتے ہیں۔ انہیں اسلام کے عروج کی تمنا ہے انہیں اسلام کی ترقی کی آرزو ہے۔ اور اس دھن میں وہ اپنی جانیں تک کھپانے کے لئے تیار ہیں۔ مگر میری رائے ناقص میں وہ اسلام کی ترقی کے متعلق تفکر اور تدبر سے کام نہیں لیتے۔ آپ میرے کہنے سے وہ حضرات تھوڑی دیر کے لئے اپنی آنکھیں بند کرلیں۔ اور اپنے دل سے کہیں اے دل مجھے سراج منیر اور بشیر و نذیر کی قسم ہے۔ اس محنت کے لئے اپنی معنوی شکل کو سامنے لے آ ؎

ستم است اگر ہوست کشد کہ بسیر سرو و سمن در آ
تو ز غنچہ کم ندمیدۂ در دل کشا بچمن در آ

جب دل اپنا دروازہ کھولے گا تو وہ ملاحظہ فرمائیں گے۔ کہ کمبل اوڑھے، گدڑی پہنے، تہ بند باندھے ایک درویش بطحا کی پہاڑیوں میں چلا جاتا ہے۔ اور اس کے پیچھے اسی پھٹے پرانے لباس میں اس کے مرید بھی اس کے قدم بقدم چل رہے ہیں۔ مگر ان مریدوں میں سے نہ بعض کے سر پر عمامہ ہے۔ نہ ٹوپی ہے نہ پاؤں میں جراب ہے۔ نہ موزہ ہے نہ جوتی ہے۔ پتھروں کی ٹکروں سے اور کانٹوں کے چبھنے سے ان کے تلوے ان کی ایڑیاں زخمی ہیں۔ خون ٹپک رہا ہے۔ ان کی شکلوں پر بھوک اور پیاس کی تکلیف سے ہوائیاں اڑ رہی ہیں۔ دل کا اشراق اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتا دیگا۔ کہ آگے آگے کمبل پوش فقیر جو خراماں خراماں جا رہا ہے۔ یہ پیغمبر آخر الزمان محمد رسول اللہ ہے۔ اور اس کے عقب میں اس کے یار غار اصحاب جانثار ہیں۔ جس رستہ کو یہ چل رہے ہیں۔ یہ اسلام کا صراط مستقیم ہے۔ گو بھوک پیاس سے ان کے پاؤں دبے ہوئے ہیں۔ اور بدن میں ان کے خون کم ہے۔ مگر ان کی باطنی قوت ایسی بڑھی ہوئی ہے کہ انہوں نے کسرے اور جمشید کے تخت سلطنت اور تاج شہریاری کو خاک میں ملا دیا ہے۔ اور سرکشوں کی منڈیا مروڑ کر رکھدی ہے۔ اگر آپ قوت باطنی کو نہیں سمجھے تو میں سمجھائے دیتا ہوں۔ ان حضرات کے اتقا اور پرہیزگاری سے مراد ہے۔ انہیں اگر رستم الفراسیاب بنایا تھا تو ان کی پرہیزگاری اور نماز نے۔ اگر انہیں خلافت اور حکومت ہاتھ آئی تو نماز سے۔ یہ لوگ وضو اور نماز کو اپنے ہتھیار اور اپنا میگزین جانتے تھے۔ ان میں سے جو وضو کرلیتا تھا گویا وہ زرہ پہن لیتا تھا۔ میرزا نوشتہ نے خوب کہا ہے ؎

گو ہاتھوں میں جنبش نہیں آنکھوں میں تو دم ہے
رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

جب تک ان لوگوں کا سانس آتا جاتا رہتا تھا۔ جب تک ان کی آنکھیں حرکت کرتی تھیں یہ اشاروں سے نماز ادا کرتے تھے۔ نماز کی زور اور طاقت ہی سے ان کے جھنڈے بحر و بر میں لہراتے تھے۔ جس دن سے ہم مسلمانوں نے نماز کے ادا کرنے میں تغافل کو برتا۔ ترقی نے ہمیں چھوڑ دیا۔ اگر آپ کا اتفاق مسجد میں جانیکا نہیں ہوتا ہے۔ تو میرے کہنے سے ایک دن محلہ کی مسجد میں جائے اور جانچئے کہ محلہ کے باشندوں میں سے کتنے مسلمان عشا اور صبح کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد میں آتے پھر جمعہ کے دن جامع مسجد میں تشریف

لیجائیے اور ملاحظہ فرمائیے کہ وہ فرض ادا کرنے کے واسطے کس قدر مسلمان حاضر ہوئے اور بستی میں مسلمانوں کی تعداد ہو کتنی پھر عید الفطر اور عید الضحیٰ میں عیدگاہ کی پڑتال کیجئے۔ کہ بستی کے مسلمانوں میں سے کتنے مسلمان دوگانہ ادا کرنے کے لئے آئے ہیں۔ پھر یہ بھی دیکھئے کہ مسلمان میت کے ساتھ کتنے مسلمان گورستان گئے۔ اور ان میں سے کتنوں نے فرض کفایہ ادا کیا پھر عرسوں کے ہجوم کی سیر کیجئے اور غور فرمائیے کہ قوالی سننے کے لئے کتنے مسلمان صحن خانقاہ میں جمع تھے اور نماز کے وقت خانقاہ کی مسجد میں کتنے مسلمان آئے۔ پھر یہ بھی دیکھئے کہ قومی جلسوں میں جہاں بڑی چرب زبانی سے لیکچر ہورہا تھا۔ کتنے اصحاب رونق بخش تھے۔ اور جب نماز کا وقت آیا تو ان میں سے کتنوں نے خدا کے فریضہ اور رسول پاک کی سنتوں کو پڑھا۔ حضرت سعید بن المسیب نے بیس برس مسجد سے باہر اذان نہیں سنی۔ پانچوں وقت موذن سے پہلے مسجد میں حاضر ہو جاتے تھے تبع تابعین کے عہد میں جو اسلام کی برکتوں کا آخری عہد تھا۔ مسلمانوں کو نماز کا اتنا شوق اور اتنا ادب تھا کہ بازار کے بیٹھنے والے مسلمان جب موذن کا اللہ اکبر کہنا سنتے تھے۔ تو ان میں سے درزی اپنی سوئی کو کپڑہ کے اندر داخل کئے ہوئے تھا تو اسے کپڑا سے باہر نہ کھینچتا تھا۔ اندر ہی چھوڑ دیتا تھا۔ موچی اپنی ستاری کو جوتی کے اندر سے باہر نہ کھینچتا تھا۔ لوہار گرم لوہے کو بھٹی میں چھوڑ دیتا تھا۔ ہتھوڑا والا جو کھڑے ہو کر لوہا کوٹ رہا تھا۔ پر بہا ہی پر چوٹ نہ مارتا تھا کھڑے سے ہتھوڑا زمین پر پھینک دیتا تھا۔ سقہ نے اگر پانی سے آدھی مشک بھری تھی تو ادھوری ہی چھوڑ دیتا تھا۔ جس بقال کے ہاتھ میں ترازو ہوتی تھی وہ اسے فوراً ہاتھ سے رکھ دیتا تھا۔ اور مسجد کو چلا جاتا تھا۔ اور آن کی آن میں مسجد نمازیوں سے بھر جاتی تھی۔ نماز کے بعد اپنے اپنے کاروبار میں مشغول ہو جاتے تھے۔ انہیں لوگوں کی تعریف میں رب العزت فرماتا ہے۔ وما امروا الا لیعبدوا اللہ مخلصین له الدین حنفاء ویقیمون الصلوٰة ویؤتون الزکوٰة وذالک دین القیمه۔ یعنی سوائے اس کے انہیں اور کچھ حکم نہیں دیا گیا۔ مگر یہ کہ وہ اللہ کی پرستش کریں مخلص بن کر دین حنیف اسی کے لئے ہے۔ یہی لوگ اور نماز کو قائم کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور یہی دین ہے قائم رہنے والا رب العزۃ نے اس آیت شریفہ میں اسلام کی تین علامتیں بتلائی ہیں۔ ایک اپنی توحید اور دوسرے نماز ادا کرنا تیسرے زکوٰۃ کا دینا۔ ہماری توحید کا حال تو خدا ہی خوب جانتا ہے۔ نماز کی پابندیوں کی صورت یہ ہے۔ جو میں اوپر بیان کر چکا ہوں۔ اور زکوٰۃ کی ادائیگی اس دور میں مفقود۔ اب تو زکوٰۃ دینے کے بدلے سود کھاتے ہیں۔ اور سود کو جائز کرنے کے لئے زور لگاتے ہیں۔ سود کا نام منافع رکھا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پروردگار نے کوہ طور پر ارشاد کیا۔ کہ اگر تو دس ہزار میں ہزار اور لاکھ دو لاکھ مخالفوں کا جتھا دیکھے تو گھبرانا نہیں۔ کیونکہ صرف دیکھنے دکھانے کے جتھے ہیں۔ اور ان کے دل متفرق ہیں۔ اور جس قوم کا دل متفرق ہو تعداد میں کس قدر ہوں گے اور عبث ہیں۔ چنانچہ ہمارے مذہب میں جماعت کی نماز اور مسجد کی حاضری اتفاق کی کسوٹی ہے۔ اگر مسلمان نماز کے پابند نہیں۔ تو ان سے کوئی کام بن نہ پڑیگا۔ تکرار تو جناب قندِ مکرر کی بھی اچھی نہیں ہوتی۔ اور اس کی مٹھاس زائل ہو جاتی ہے۔ مگر قرآن میں اقیموا الصلوٰۃ کی خدا نے جو تکرار فرمائی ہے۔ بیوجہ نہیں فرمائی ہے۔ اور اس کی غایت اور وجہ یہی ہے۔ کہ مسلمان نماز کے پابند ہو کر اپنی مراد کو پہنچتے رہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی عادت تھی۔ کہ جو کی سوکھی روٹی پانی میں بھگو دیتے تھے۔ اور جب وہ گل کر رائی سے کائی ہو جاتی تھی۔ تو اسے جلد جلد پی جاتے تھے بعض مریدوں نے پوچھا حضور اس میں کیا راز ہے۔ کہ آپ روٹی اس قدر گلا کر کھاتے ہیں۔ اور اس کے گھونٹ

جلدی جلدی پیتے ہیں۔ جواب میں فرمایا کہ اگر روٹی کے
ٹکڑے گلے ہوئے نہیں ہوتے تو انہیں چبانا پڑتا ہے۔
اور چبانے میں وقت ضائع ہوتا ہے۔ اور اتنی دیر یاد
الٰہی سے فراموش ہوتی ہے۔ اور گلے سے جلدی اتارنے
کا بھی یہی مدعا ہے۔ کہ خدا کی یادگی میں تاخیر نہ ہو۔ دیکھو۔
جناب علی مرتضیٰ کی ظاہری پوزیشن کو سوکھی روٹی جو کی کھاتے
تھے۔ اور قلعوں کے دروازہ ایک ہاتھ سے اکھیڑ کر پھینک
دیتے تھے یاد کرو درۂ خیبر کے معرکہ کو کہ جب امیر معاویہ آپکے
مقابلہ کے لئے صفین میں آئے۔ تو حضرت المومنین حیدرؓ
کرار غیر فرار نے اپنے بیکر برق رفتار کو ٹھکرایا اور میدان
کارزار میں آپ نے للکار کر فرمایا اے معاویہ بیگناہوں کے
خون سے زمین کو لالہ زار کرنا کس نے بتایا ہے۔ خلافت
کے مسئلہ میں میرا تیرا جھگڑا ہے۔ اپنی فوجوں کو اپنی پشت
پر کر اور میری طرح تو بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر میرے
مقابلہ کے لئے آجا پھر خدا جو کرے سو

زمانہ کرا تاجداری دہد
کرا ارجمندی و خواری دہد

حضرت امیرالمومنین کی اس گفتگو کو سنکر امیر معاویہ کا
دم بند ہو گیا۔ اور وہ اپنے لشکر سے نکل کر خیمے میں جا گھسے
موسیٰ الشعریؓ ان کے مصاحب اور ان کے ہوا خواہ پیچھے
پیچھے دوڑے گئے۔ اور کہا کہ اے معاویہ تو نے قریش
کی حمیت اور غیرت کو بھی ڈبو دیا۔ تیری اس نامردی کو
دیکھ کر دونوں لشکر کھڑے ہنس رہے ہیں۔ تو علیؓ کے مقابلہ
کے لئے کیوں میدان میں نہیں جاتا۔ امیر معاویہ نے کہا
اے موسیٰ الشعری تیرا جو جی چاہے وہ کہہ لے اور لشکر جتنا
چاہیں میرے اوپر ہنس لیں۔ مگر میں علیؓ سے کلہ بکلہ لڑنے
لئے ہرگز آمادہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ میں نے اسے بچپن سے
دیکھا ہے۔ اس کی ذوالفقار بے پناہ ہے اس سے
جو حریف جا کر لڑا نہ بچا پھر مجھے اپنی جان گنوانی

منظور نہیں۔ میں تمہارے جیالستوں میں کسی طرح نہیں آسکتا
ہوں۔ میرے دوستو! کیا کوئی فاجر کش اتنا پر زور جری
اتنا بہادر اتنا سپاہی ہو سکتا ہے۔ ہرگز نہیں یہ صرف عبادت
صرف عبادت الٰہی کی طاقت تھی۔ یہ نماز کی قوت تھی مسلمانوں
جب ہم نماز کے مرکز پر آجائیں گے۔ تو اسلام اپنے مرکز پر
آجائے گا۔ نماز کا ذوق شوق جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام
کو تھا۔ وہی آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تھا۔ وہی ان کے
بعد اولیاء اللہ کو تھا حضرت جنید بغدادیؒ بیٹھے بیٹھے اس
دردناک آواز سے روئے کہ حاضرین گھبرا گئے۔ اور
سمجھے کہ آپ کسی مرض میں مبتلا ہو گئے۔ عرض کی خیر ہے۔
آپ اس قدر بیتاب کیوں ہیں۔ فرمایا بھائیو میرا ایک ورد
فوت ہو گیا ہے۔ اس صدمہ سے بے چین ہوں حاضرین
نے کہا اگر فوت ہو گیا ہے۔ تو اس کی تلافی کر لیجیئگا۔ ارشاد
کیا یاد الٰہی سے فرصت کہاں ہے۔ جو تلافی مافات کرونگا۔
اس یاد کی برکت ہے کہ بڑے بڑے تاجدار اور شہریار
ان کے قدموں کو بوسہ دیتے تھے۔ اور ان کے آگے
سر جھکاتے تھے۔ اور اس نماز کی برکت تھی کہ مسلمان عروج
پر تھے۔ میرے دوستو جن بزرگوں کو تم نکما اور حقیر
جانتے ہو۔ اسلام کے بانی اور سرپرست وہی تھے۔
درحقیقت نکمے ہم تم ہیں۔ جیسا بیسا اور جینی پہ اٹھایا۔ ابھی
وہ وقت بہت دور ہے۔ کہ ہم اپنے بزرگوں کی کارگذاری
کو پہنچیں۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ ہمارے بڑوں کی جیب میں
اور دستاروں میں مسواکیں رکھی ہوتی تھیں۔ اور وہ
ان کے ذریعہ سے دم بدم اپنا منہ پاک کرتے تھے۔ ایک
زمانہ یہ ہے کہ ہمارے بچوں کی پاکٹوں میں سگرٹ اور
دیا سلائی کے بکس اور ہمارے بڑوں کی جیبوں میں پائپ
اور سوکھے تمباکو کا ٹین ہر وقت رہتا ہے۔ کیونکہ ہماری
قوم میں ایک فراموشی اور ایک بے حسی ہے علماء وعظ کہتے
ہیں۔ تو ان کے وعظ نہیں سنتے۔ اور صوفیہ کے

حال قال کی صحبتوں سے کوسوں دور بھاگتے ہیں ۔ اگر مطالعہ کا شوق ہے ۔ تو صرف ان بے فخر قصوں کا جن کا نام ناول ہے ۔ جن کے پڑھنے سے اخلاق خراب ہوتے ہیں ۔ ہمارے کانوں میں ولقد کرمنا بنی آدم کی آواز تو ضرور آئی ہے ۔ مگر وہ نہیں جانتے کہ اس سے کیا مراد ہے ۔ انہیں ہرگز علم نہیں ان کی نسبت ارشاد کیا ہے خمرت طینت ادم بیدی اربعین صباحاً یعنی میں نے آدم کی مٹی کو چالیس دن تک اپنے ہاتھ سے خمیر کیا ہے ۔ ان کی آگاہی محض اتنی ہے کہ ڈ ڈ مار کر کی لائن ٹرن راجس کا چاقو سب کارخانوں اور میکروں کے چاقو اور لائن ٹرن سے اچھی ہوتی ہیں ۔ سارے صابونوں میں پیرس سوپ والی گلسرین کا بے نظیر ہوتا ہے ۔ کاش انہیں یہ راز بھی کھل جاتا کہ میں کس میکر کا بنا ہوا کھلونا ہوں مجھے کیوں بنایا ہے ۔ اگر وہ تفکر سے کام لیتا تو یہ صدا بھی ان کے کان میں فوراً پڑتی کہ نفخت فیہ من روحی ۔ یعنی اے بنی آدم میں نے اپنی روح تیرے قالب میں پھونکی ہے اور تجھے ہی مسجود ملائک بنایا ہے ۔ سجدہ کی سزاوار تیری ذات پاک ہے ۔ مگر میں نے تیری عزت بڑھانے کے لئے اپنی عبادت میں تجھے شامل کیا ۔ مگر افسوس ہے کہ تو نے اپنی شان اپنے مجمل کو فراموشی کے پردہ میں خاک کے اندر ملا دیا ۔ صبح کا بھولا اگر شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا نہیں کہتے ۔ مسلمان اب بھی پرہیزگاری اختیار کریں ۔ تو کچھ نہیں گیا ہے ۔

حکیم ناصر نذیر فراق جانشین درد
از دہلی کوچہ چیلاں
بارہ دری خواجہ میر درد صاحب

آل انڈیا قریشی کانفرنس

کا

آئندہ سالانہ اجلاس

یہی خواہان قوم خصوصاً انجمن قریشی گوجرانوالہ وغیرہ سے توقع کی گئی تھی ۔ کہ وہ مرکزی انجمن کے آئندہ سالانہ اجلاس کی دعوت دیکر تشہیر مقاصد میں حصہ لیں گے ۔ لیکن ان کی خلاف امید خاموشی نے ہماری اس توقع کو منقطع کر دیا ۔ چونکہ اجلاس کا انعقاد ضروری ہے ۔ اصلاحی امور سے دلچسپی لینے والے قوم کے سچے بہی خواہ اس کے لئے مضطر بھی ہیں ۔ لہٰذا اعلان کیا جاتا ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ سالانہ اجلاس

امرتسر کے مقام پر

منعقد ہوگا ۔ تعین تاریخ وغیرہ کے مسئلہ پر انتظامی کمیٹی غور کر رہی ہے ۔ ہندوستان کے جملہ قریشی احباب کو مدعو کیا جائیگا دعوتی مراسلات کے اجرا کے لئے فہرستوں کی بہم رسانی میں جو بھائی مدد کریں گے ۔ ہم ان کے مشکور ہوں گے

درمنداں قوم سے اپیل

ہے ۔ کہ وہ مہربانی کر کے احباب کو شریک جلسہ کرنے کی مساعی سے جلسہ کو کامیاب و بارونق بنانے میں ہر ممکن طریقہ سے ہماری مدد کریں ۔ اور

انتخاب صدر

کے لئے اپنی اپنی رائے سے بہت جلد ہمیں مشکور کریں چونکہ القریش ماہوار ہے ۔ اس لئے پیہم اس قسم کی اپیلوں اور اطلاعوں کی اشاعت ناممکن ہے لہٰذا احباب اسی التجا پر اکتفا کریں ۔ والسلام

قاضی عنایت علی
آنریری جنرل سکرٹری
انجمن قریشیان ہند امرتسر

مذاکرہ و مناظرہ

صدائے حق

جرأت صداقت پر ایک نظر کے جواب میں

(از جناب شیخ غلام حسین صاحب شاکر صدیقی)

پیشتر اس کے کہ میں اصل مضمون پر قلم اٹھاؤں۔ یہ عرض کر دینا ضروری خیال کرتا ہوں۔ کہ میرے اس مضمون میں جو میرے دلی جذبات کا آئینہ ہے۔ ناظرین کو بہت سے نامربوط جملے۔ بہت سے ناموزون الفاظ اور بہت سے نامرغوب کلمے نظر آئیں گے لیکن میں خود صاف صاف الفاظ میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں۔ کہ میں اردوئے علم ادب کی راہ چھوڑ کر اس راستے پر گامزن ہوں جس پر چلنے سے اپنی منزل مقصود پر جلدی اور امن سے پہنچ سکتا ہوں۔ اس پر بھی اگر میرے اعتراف کو طعن و تشنیع سے بچنے کی آڑ کہا جائے۔ تو میں بجز اس کے کیا کہہ سکتا ہوں۔ کہ

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

اس کے بعد میں بعد آداب قوم کے مایۂ ناز اصحاب مولانا محمد عبداللہ صاحب فرحتی عباسی اور مولانا فرید احمد صاحب عباسی کی خدمت میں یہ عرض کر دینا بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ اگرچہ میرے اس مضمون کے محرک ان کے قابل قدر ملفوظات سیادت قریش اور مذاکرہ و مناظرہ ہیں۔ لیکن اس خامہ فرسائی سے میرا مطلب میری داد میرا مدعا ان کا حریف ان کا مد مقابل بننے کا نہیں کیونکہ اول الذکر ممدوح کی تاریخ دانی اور علمی قابلیت اور موخر الذکر کے خیالات کی پختگی کے مقابلے میں میرے پاس صرف ہیچمدانی ہے۔ اور اس بے بضاعتی کا بلا شرکت غیرے مالک ہونے کی وجہ سے مجھے بے اختیار کہنا پڑتا ہے۔ کہ

یہ تاب۔ یہ مجال۔ یہ طاقت نہیں مجھے

البتہ جو بات میرے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے۔ جو امر میرے جذبات میں تلاطم پیدا کر رہا ہے۔ اس کو راز سربستہ رکھنا کفر خیال کرتا ہوں۔ اور مجھے وثوق ہے کہ اس بنا پر میری جرأت و صداقت قابل مواخذہ خیال نہیں کی جاویگی۔

تاریخ عالم کے البم میں خطۂ عرب کے ظہور قدسی سے پہلے زمانہ کی جو تصویر تھی۔ اس میں قتل و غارتگری کا رنگ تھا۔ سفاکی و درندگی کا رنگ تھا۔ عز در و نخوت کا رنگ تھا۔ عجب و جہالت کا رنگ تھا۔ تفاخر نسبی و انانیت کا رنگ تھا۔ کبر و رعونت کا رنگ تھا۔ بداخلاقی اور بدکاری کا رنگ تھا۔ اور یہ رنگ کچھ ایسے شوخ تھے۔ کہ ان کے سوا کچھ اور نظر نہیں آتا تھا۔

اس وحشتناک۔ حیا سوز واقعات کا یارسیم تصویر نے دونوں ہاتھوں سے سنبھالا ہوا تھا۔ لیکن جب توحید نے شرک پر یورش کرنے کا ارادہ کیا۔ نور نے ظلمت کو کافور کر دینے کا تہیہ کر لیا حق نے باطل کو نیست نابود کرنے کی ٹھان لی۔ اسلام نے کفر کو ملیا میٹ

کر دینیکا عزم بالجزم کر لیا۔ تو یہ تمام دعاوی یہ تمام ارادے اس طرح پورے ہوئے کہ سلسلہ عام الفیل میں ظہور قدسی ہوا۔ گلشن نبوت کا یہی وہ آخری پھول تھا جس کی مہک نے اپنی عطر پاشی سے دماغ عالم کو معطر کرنا تھا۔ پھر پیغمبری کی یہی وہ آخری تابناک شعاع ظلمت زدہ ہے جس نے چشم جہاں کو اپنی تابانی سے خیرہ کرنا تھا۔ معدن رسالت کا یہی وہ گوہر بار تھا جس کی جنبش انگشت سے آئینہ بدر کمال کا شق ہوتا تھا۔

منصب نبوت کے حصول سے پہلے بھی اس بوریا نشین شہنشاہ کونین کے دل میں ان خیالات کا بحر بے پایاں جنہوں نے نبوت کے دور منور میں انسانی طبائع سے ہر ایک ہر ایک عیب کو۔ ہر ایک نقص کو ہر ایک سقم کو نہایت حکیمانہ انداز سے جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ موجیں مارتا تھا چنانچہ تاریخ اس بات پر شاہد ہے۔ کہ نوع انسان کی فلاح وبہبودی میں حضور عالم کو حد درجہ انہماک تھا۔ مساوات واخوت کا خیال دل میں النقش فی الحجر تھا۔ منصب نبوت پر فائز ہونے کے بعد یہ خیالات اور راسخ ہو گئے۔ اور جسطرح اصلاح عمل کی آندھی تک شاداب رہنے والی کھیتی فراوان بار آور ہوئی۔ اس کی نظیر تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔

قومی تفریق ونسلی امتیاز دینی اسلام میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔ اگر اس کو جائز قرار دیا جاتا تو

اولاً خدائے واحد کی حمد وثنا کی بجائے سرداران قوم کی تعریف کے نغمے زبان زد خلائق ہوتے اور جس مقصد وحید کے لئے قدرت نے اپنا آخری پیغام بھیجا تھا۔ وہ کبھی بھی پورا نہ ہوتا۔ اور قرآن کریم کے حکم کی بھی تعمیل نہ ہوتی۔ فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ کذکرکم اباءکم او اشد ذکرا۔ دلیل (ترجمہ:۔ پھر جب آپ حج کے ارکان تمام کر چکو تو جسطرح تم اپنے باپ دادوں کے ذکر میں لگ جایا کرتے تھے۔ اسی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر خدا کی یاد میں مشغول ہو جاؤ)

ثانیاً۔ اسلام کا دائرہ اشاعت بہت ہی تنگ رہتا۔ کیونکہ امراء کو جن کے دماغوں میں سال ہا سال سے فرعونیت بس رہی تھی۔ غرباء کی ہمدوشی سخت ناگوار گذرتی اس صورت میں اسلام کا یہ مدعا کہ وہ تمام دنیا کی اصلاح کا بیڑا اٹھا کر آیا ہے۔ پورا نہ ہوتا اور وہ مکہ وطائف کے چند مغرور وسرکش گھرانوں میں تھوڑی دیر نشوونما پا کر ناپید ہو جاتا۔

ثالثاً۔ نوع انسانی میں یہ تفریق اسلام کو آدھا تیتر آدھا بٹیر بنا دیتی اور اس حالت میں اس کی بانی کی ہمدردی وغمگساری کے تمام دعاوی (قائم بدہن) باطل ٹھیرتے۔ اور اسلام حقیقی معنوں میں اسلام نہ ہوتا۔ باوجود اسکے عدم جواز کے تیرہ سو سال کے بعد آج پھر ہم اس بات پر نازاں ہیں۔ کہ ہم گلشن دنیا میں شرافت نسبی کے لحاظ سے صدر رحمت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور کہ اس باغ کا کوئی پھول بھی ہماری ہمسری کرنیکا دعوے نہیں کر سکتا۔

یہ دیکھنے کے لئے ہم اس دعوے میں کہاں تک حق بجانب ہیں۔ ہمیں مندرجہ ذیل امور پر ٹھنڈے دل سے غور کرنا پڑیگا۔

(۱) قرآن کریم کی اس تفاخر نسبی کے متعلق کیا رائے ہے۔

(۲) حضور سرور کائنات فداہ امی وابی نے امتیازات نسب کو کہاں تک روا رکھا۔

(۳) کاشانہ نبوت کے ان فیض یافتوں کا جو حقیقی معنوں میں افضل القبائل تھے۔ اور جن کی اولاد ہونے کو ہم سعادت دارین خیال کرتے ہیں۔ اس معاملہ میں کیا دستور العمل تھا۔ مندرجہ بالا سوالات کا جواب نہایت ہی صاف ہے۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

(باقی)

امتحان گاہِ ہستی

جو انجم ٹمٹماتے تھے وہ کچھ تابندہ تر نکلے
فضائے آسمان پر بن کے خورشید و قمر نکلے

حباب آسا جنہیں موج طلب رکھتی تھی سرگرداں
بالآخر بحر امکان میں وہی ہو کر گہر نکلے

رہے ناآشنائے جادۂ منزل جو صحرا میں
وہ تھوڑی کاوشوں کے بعد بن کر راہبر نکلے

کنارہ بحر ہستی کا ہے دنیا ہو کہ عقبیٰ ہو
ادھر ڈوبے ادھر نکلے، ادھر ڈوبے ادھر نکلے

اڑے تھے جو ہمائے شادمانی بنکے عالم پر
وہ دام حرص میں پھنس کر عجب بے بال و پر نکلے

خبر دیتی تھیں عالم کی جنہیں امواج لاسلکی
وہ گرد و پیش کے حالات تک سے بے خبر نکلے

جنہیں مغرور رکھتا تھا کبھی زعم ہمہ دانی
تدبر کر رہا ہے آج ان پر مرثیہ خوانی

نئی دنیا ہوئی ہے گردش افلاک سے پیدا
ہوئے ہیں دشت میں گلشن خس و خاشاک سے پیدا

گہر بن کر چمکتا ہے وہ تاج کامرانی میں
ہوا تھا اشک تر جو دیدۂ نمناک سے پیدا

ضیا پاشی اسی کی ہے یہ دنیائے تمنا میں
وہ چنگاری ہوئی تھی جو دل صد چاک سے پیدا

قیامت تک ہوا ہے اور نہ ہوگا دست دوراں سے
وہ فتنہ جو ہوا تھا دیدۂ بے باک سے پیدا

رہے گا زینتِ بزم جہاں مسلم قیامت تک
ہوا ہے یہ گلستانِ جناں کی خاک سے پیدا

ہیں اسرار ازل پوشیدہ لاکھوں اس کی ہستی میں
ہیں خوابیدہ بہت ذراتِ عظمت اس کی پستی میں

نہ ہوگا علم و دولت سے توازن زینہار اس کا
نہ کر مجموعہ تعداد سے ہرگز شمار اس کا

منقش ہیں جبینِ دہر پر نقش اسکی سطوت کے
نہیں شرمندہ توصیف مطلق افتخار اس کا

ہے اس کے واسطے اک کھیل مد و جزر موجِ غم
کہ طفلی میں رہا گہوارہ بحر بے کنار اس کا

حریف ساغر ارماں بنی ہے چشم یاس اس کی
مثال گلشن شاداب ہے سینہ فگار اس کا

گزر اس آسمان پرواز کا عرش بریں تک ہے
نہیں کچھ گنبدِ دوراں تک مدار اس کا

خدائی طاقتیں مضمر ہیں اس کے دست و بازو میں
زمیں کیا آسماں تک کو یہ کر سکتا ہے قابو میں

(محمود اسرائیلی)

تذکرۃ الصالحین

"فرید اعظم"

غرہ ماہ رمضان المبارک ۵۶۹ھ ہجری دنیائے اسلام میں ایک ایسی مبارک و مسعود تاریخ ہے جسمیں ہمارے جدامجد قطب الزاہدین حضرت مولانا فریدالدین گنج شکر (رحمتہ اللہ علیہ) قصبہ کھوتی وال میں جو آجکل مشایخ کی چاولی کے نام سے موسوم اور پاکپتن و مہاران شریف کے درمیان ضلع ملتان میں واقع ہے۔ جلوہ افروز عالم ہوئے۔ آپ کا نام نامی اور اسم گرامی مسعود بن سلیمان ہے۔ آپ مادرزاد ولی تھے۔ ۳۰ شعبان کو جب آپ تولد ہوئے۔ تو شام کو ابر کی وجہ سے مطلع صاف نہ تھا ہلال رمضان میں شبہ ہوا خلائق شہر آپکے والد بزرگوار قاضی جمال الدین سلیمان کی خدمت میں حاضر آئی کہ روزہ کے بارہ میں کیا ارشاد ہے۔

ایک بزرگ حلقے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ آج کی رات خدا نے ان کو فرزند عطا کیا ہے۔ اگر وہ بعد طلوع صبح دودھ پی لے۔ تو رمضان نہیں۔ ورنہ بتحقیق رمضان ہے چنانچہ آپکی والدہ ماجدہ سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ آپ نے دودھ نہیں پیا۔ پھر سب نے روزے رکھے۔ اور بعد کو قرب وجوار سے بھی چاند ہوجانے کی خبریں موصول ہوئیں۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام بی بی قرسم[1] خاتون بنت مولانا وجیہہ الدین خجندی ہے۔ آپ عارفہ زمان اور مستجاب الدعوات تھیں۔ جن کا ذکر خیر اکثر کتب سیر میں شرح و بسط کے ساتھ مذکور ہے۔

حضرت فریدالملت کو سن تمیز ہی سے فقر و فاقہ اور ستر حال نہایت مرغوب تھا۔ اور دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرلینے کی آرزو غالب۔ اس لئے جب آپ نے حضرت قطب الاقطاب قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ علیہ سے شرف بیعت حاصل کیا۔ تو پھر مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے شدہ شدہ آپ اجودھن میں پہنچے دنیائے تواریخ اگرچہ دو ہزار تین سو سال سے اجودھن کے نام سے واقف اور آگاہ ہے۔ مگر جب وہاں تشریف لے گئے۔ تو اس زمانہ میں وہاں کے باشندے اکھڑ۔ منکر درویشاں اور کم اعتقاد تھے۔ یہ معاملہ دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے۔ اور اپنے نفس کو مخاطب کرکے فرمایا۔ کہ اے فرید تیرے رہنے کے لئے یہ اچھا مقام ہے۔ مگر باشندگان اجودھن نے اپنی عادت جبلی کے لحاظ سے آپ کو شہر میں نہ رہنے دیا۔ جس کی وجہ سے آپ شہر سے باہر ایک گنجان اور گھنے دار کریہ کے درخت کے سایہ تلے اقامت گزین ہوکر یاد حق میں مصروف ہوئے مگر اس صورت میں بھی آپ کے زہد و اتقا اور خدا پرستی کی شہرت دور و نزدیک تک پہنچتی گئی۔ اور اطراف و جوانب کے مشائخ اور آئمہ دین آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے بالآخر اس شہرت نے یہاں تک کثرت پائی۔ کہ صلحاء و فضلا کی آمد و رفت اور بود و باش کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ اور آپ کی طفیل اجودھن کا نام پاکپٹن ہوا۔ اور پھر پاکپٹن سے پاکپٹن شریف۔ جس کو آج ساڑھے سات سو سال کا زمانہ ہوتا ہے۔ اور اب ملکی اور جغرافیائی تقسیم کے لحاظ سے پاکپٹن

[1] دادا جان مرحوم قاضی نبی بخش صاحب نے اپنی قلمی یادداشت میں "بی بی خرسندان" لکھا ہے۔ جو مفہوم ہوتا ہے۔ کہ زبان پنجابی کی اصطلاح عام میں قرسم سے قرسندان اور پھر خرسندان سمجھا گیا۔ (نظیر)

شریف ضلع منٹگمری صوبہ پنجاب میں واقع ہے۔ جس کو اسوقت نہ صرف پنجاب اور ہندوستان بلکہ سندھ اور بلوچستان۔ ایران اور افغانستان اور وسط ایشیا کے دور دراز اسلامی ممالک کے کونوں تک نیک نام شہرت حاصل ہے۔ اور اس کی وجہ صرف آپ ہی کی مقدس ہستی ہے۔ جو اس کی سرزمین میں استراحت فرما ہے۔ اور جس کی آرام گاہ ہونے کے باعث ہی سے اس کو دنیائے اسلام "شریف" کے نام سے پکارتی ہے۔

آپ کے کمالات ظاہری و باطنی اور فیوضات معنوی و روحانی نے تبلیغ اسلام کے کام میں وہ کام کیا۔ جو آپ ہی اپنی نظیر ہے۔ آپ کی سخت ترین ریاضت و عبادت کا یہ عالم تھا۔ کہ اس پہلو میں آپ اپنے ہمعصر زاہدوں سے گوئے سبقت لے گئے۔ آپ کے صایم الدہر ہونے کی یہ کیفیت تھی کہ علی التواتر تیس سال تک ماکولات کا ایک ذرہ بھی اپنے اندر نہ جانے دیا۔

آپ یاد خدا میں اس حد تک محو اور خود فراموش تھے۔ کہ ایک مرتبہ آپ کے حرم محترم نے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ آپ کا فلاں فرزند بعد مرض گرسنگی جاں بلب ہے۔ آپ نے سر اٹھایا۔ اور فرمایا۔ "بندہ مسعود چہ کند۔ اگر تقدیر حق وہ آید۔ وانجہاں سفر کند۔ رسنے در پائے او بہ بندید و بیرون افگنید۔"

آپ کے زہد و ریاضت کی ہی وجہ سے آپکو زہد الانبیاء بھی کہتے ہیں۔ اور یہ بھی روایت ہے۔ کہ جس طرح جناب محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔ آپ کا بھی سایہ آخیر عمر میں گم ہو گیا تھا۔ اور آپ از راہ ادب کہ برابری نہ ہوتی ہے۔ اپنی جگہ سے نہ اٹھتے تھے۔

آپ نے باتباع نبوی صلعم، چار شادیاں کیں۔ جن میں سے ایک عصمت پناہ بی بی ہزیرہ خاتون دختر سلطان غیاث الدین بلبن بھی تھیں۔

آپکے پانچ صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ اور یہ سب اولاد بی بی ہزیرہ خاتون بنت سلطان غیاث الدین ہی سے پیدا ہوئی۔ یہی قول صحیح ہے۔ پوتوں اور نواسوں کا کوئی شمار نہ تھا۔ بلکہ کثرت اولاد ہی کی وجہ سے آپ کو آدم ثانی بھی کہا جاتا ہے۔

آپ کے خلفاء کی تعداد بقول صاحب جواہر فریدی پچاس ہزار تین سو چالیس ہے۔ جس کے رو سے مریدوں کا اندازہ اس تعداد خلفا ہی سے قایم کیا جا سکتا ہے۔ کہ کسقدر ہوں گے۔

آپکی ریاضت شاقہ کے ضمن میں کہا جاتا ہے۔ کہ آپ کے پاس ایک لکڑی کی روٹی اور لکڑی کے بنے ہوئے انگوروں کا ایک خوشہ ہوتا تھا۔ جس کو بھوک کے وقت آپ اپنے پیٹ پر رکھتے۔ اور نفس کو اطمینان دلاتے۔ وہ چوبی روٹی اور انگور اب تک آپ کی خانقاہ میں موجود ہیں۔ جنکی زیارت عقیدتمندوں کو کرائی جاتی ہے۔

آپ کا مقولہ تھا۔ کہ اگر ہست۔ غم نیست۔ اگر نیست۔ غم نیست

منقول ہے۔ کہ ایک شخص نے سلطان غیاث الدین کے نام اپنے ایک کام کے متعلق آپ سے ایک خط سفارشی کیلئے استدعا کی۔ آپ نے جو رقعہ لکھا۔ وہ بجنسہ درج ذیل ہے۔

رفعت قضیتہ الی اللہ ثم الیک وان اعطیتہ شیئا فالمعطی ھو اللہ وانت المشکور وان لم تعطہ شیئا فالمانع ھو اللہ وانت المعذور

جس کے یہ معنے ہیں۔ کہ میں نے اس کا کام خدا کے سپرد کیا۔ اور اس کے بعد تیرے۔ اگر تو اسے کوئی چیز بخشے۔ تو فی الاصل بخشنے والا اللہ ہی ہے۔ اور تو مشکور ہوگا۔ اور اگر تو اس کو کچھ نہ بخشے۔ تو منع کرنے والا اللہ ہی ہے۔ اور تو معذور ہے۔

آپ کی عمر شریف ۹۵ سال کی تھی۔ کہ پانچویں محرم سنہ ۶۶۴ ہجری کی رات کو آپ پر کچھ حالت غشی طاری ہوئی۔ ہوش آنے پر فرمایا۔ کہ ہم نے نماز عشاء پڑھی ہے۔ یا نہیں؟ عرض کیا گیا۔ کہ ہاں۔ آپ نماز عشاء ادا کر چکے ہیں۔ آپ نے

فرمایا۔ کہ ایک دفعہ اور یہی سہی۔ اسی طرح تین دفعہ آپنے نماز ادا کی۔ اس کے بعد تین مرتبہ یا حی و یا قیوم پڑھکر جان بحق تسلیم فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جد بزرگوار علامہ شیخ محمد ہاشم صاحب چشتی امین آبادی مرحوم و مغفور نے ایک ہی بیت میں آپکی ولادت۔ عمر اور وصال کی عدیم النظیر تاریخ کہی ہے۔ وہو ہذا

رحم فرما شد تولد عابدے آزادہ عمر
شد فرید الہ سالِ رحلتِ مسعودِ عصر

آپ کو پاکپٹن شریف سے چونکہ خاص الفت تھی۔ اس لئے آپ کا مزار مقدس بھی اسی شہر میں بنا۔ جہاں اب ہرسال پانچویں محرم کو نہایت تزک احتشام کے ساتھ آپ کا عرس شریف منایا جاتا ہے۔

دراجودھن مزار پاک او شد
کہ پاک پتن نام خاک او شد

(باقی آئندہ)

(قاضی نظر حسین فاروقی)

اپنے حال پر دو آنسو

از جناب عباسی بیگم صاحبہ از مدراس

خودی سے باز آ نہ خوار ہو تو خدا کے بندے خدا خدا کر   خدا کا رستہ ہے صاف سیدھا ادب سے چل سر جھکا جھکا کر
کہاں وہ علم و ہنر کے بانی۔ کدھر ہیں تغلق کدھر کیانی!   ہوئے ہیں زیر زمیں وہ پنہاں نشان ہستی مٹا مٹا کر
عجیب ہیں قدرت کے کارخانے عجب ہے کچھ اسکی بے نیازی   عدم سے لایا کبھی بنا کر کبھی بگاڑا بنا بنا کر
نہ دل کو تسکیں نہ تاب دوری پھنسے معیشت میں دل لگا کر   طلب ہے اس بے نشاں کی ہم کو پتہ بھی ڈھونڈھو بنا کر
کہاں وہ دولت کہاں حمیت کہاں وہ سہمت کے کارنامے   ہماری ہستی نے بائے ہم کو گھٹایا ہے آخر بڑھا بڑھا کر
کہاں ہے عباسیوں کی شوکت کہاں ہے عثمانیوں کی سطوت   گئے ہیں راہ خدا میں سارے سروں کو اپنے کٹا کٹا کر
علوم قبضے میں جن کے تھے سب جہاں کے حقیقتاً تھا جن کا مسکن   ہوئے ہیں محروم علم سے وہ خزانے اپنے لٹا لٹا کر
کہاں حمیت ہے اب ہمیں ؟ کہاں وہ تاثیر گفتگو میں   ہوئے ہیں افسوس خوار کیسے ؟ لیاقت اپنی گنوا گنوا کر
وہی ہے غفلت ہی ہے سستی وہی تساہل ہی تغافل   گئے ہیں آخر جگانے والے ہمیشہ ہم کو جگا جگا کر
کہاں وہ اسلام کے ہوا خواہ کہاں وہ سردار قوم کے آہ   دلوں پہ اہل جہاں کے اپنا گئے ہیں سکہ جما جما کر
ہوا ہے کافور درد قومی شہید اپنی غرض کے ہیں سب   ہوا ہے خبط دماغ بالکل دلوں میں نخوت سما سما کر
ہیں ایک وہ بھی جنہیں ترقی کی رات دن دھن ہے لگی ہوئی ہے   اور ایک ہم ہیں مصیبتوں میں پڑے ہیں عشرت گنوا گنوا کر

وہ قصر کے تھے جو بانی ہے باقی انکی فقط کہانی
نہ کچھ پتہ ہے نہ کچھ نشاں ہے چراغ لائے کوئی لگا کر

خلفائے راشدین

(منقبت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ و ارضاہ عنی)

باد عشق سرگروہ مخلصین مصطفیٰ — حضرت صدیق اکبر جانشین مصطفیٰ
نیّر تابان اوج خلّت و صدق و صفا — افضل الاصحاب و یار اولین مصطفیٰ
حاکم ملک شریعت، صدر ایوان ہدیٰ — شد ز بازویش قوی بازوئے دین مصطفیٰ
خیر خلق اللہ بعد الانبیاء محبوب حق — ہمزبان و ہمخیال و ہمنشین مصطفیٰ
ثانی اثنین اذ ہما فی الغار در قرآن بخوان — بود در رہ گہ یسار و گہ یمین مصطفیٰ
اتحاد باہمی بنگر، کہ گشتہ تا ابد — مصطفیٰ او را قرین و او قرین مصطفیٰ

اے شہ اقلیم خلّت! بر تمنا یک نظر!
از برائے تیرہ چشم سرمگین مصطفیٰ

(منقبت حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ و ارضاہ عنی)

لامکان نیست جز مکان عمرؓ — بے نشان نیست جز نشان عمرؓ
سرّ حق بشنو از زبان عمرؓ — ینطق الحق علی لسان عمرؓ
"اجعل الحق تابعہ" گفتہ — حضرت مصطفیٰؐ بشان عمرؓ
از خدا و نبی بپرس این را — تو چہ دانی کہ چیست شان عمرؓ
ہیچ مقبل نہ شد قبول خدا — تا نہ شد سر بر آستان عمرؓ
نیست چیز دگر بحضرت او — ہمہ عشق است در جہان عمرؓ
دشتہا بست و قلعہا بکشود — جنبشی تیغ ابروان عمرؓ
قدسیان پاسگ شاں ہمی بوسند — اے زہے قدر قدر بندگان عمرؓ
ہرکس از جن و انس و حور و ملک — ہست لب خوردہ خوار خوان عمرؓ
نامد از ہیچ کس بجز صدیق — خدمت دین حق بسان عمرؓ
آمد از چرخ گرچہ تیر قضا — لیک می جنبد از کمان عمرؓ

باد در چشم دل تمنا را
سرمہ از خاک آستان عمرؓ

(منقبت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ و ارضاہ عنی)

قبلۂ اہل یقین حضرت عثمان غنیؓ — سجدہ گاہ دل و دیں حضرت عثمان غنیؓ

وارث ختم رسل، جامع قرآن خدا　　حامیٔ دین مبین حضرت عثمان غنیؓ
زیب اورنگ خلافت شہ اقلیم ہدیٰ　　صاحب تاج و نگیں حضرت عثمان غنیؓ
آنکہ محبوب خدایش بر فاقت بگزید　　وہ چہ مقبول و گزیں حضرت عثمان غنیؓ
مایۂ ناز صحابہ شرف اہل حیا　　آسمانِ نے بزمین حضرت عثمان غنیؓ
دست او دست نبی، دست نبیؐ خدا　　دستِ حقانیت آئیں، حضرت عثمان غنیؓ

ہست استادہ تمنائے حزیں بر در تو
نظر لطف بر ایں، حضرت عثمان غنی

(منقبت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ وارضاہ عنی)

برتر از عرش است جایت یا امیر المومنین　　قدسیاں بوسند پایت یا امیر المومنینؓ
ما مریضانیم و میداریم امید شفا　　از لب معجز نمایت یا امیر المومنینؓ
من بخود نازم، اگر میلے کشم در چشم خویش　　از غبار زیر پایت یا امیر المومنینؓ
دار ہاں للہ مرا از ابتلائے ہر دو کون　　گشتہ ام چوں مبتلایت یا امیر المومنینؓ
آرزو دارم کہ یابم بار اندر حضرتت　　تا نہم سر را بپایت یا امیر المومنینؓ
سورہ اندر انسان و ہم جن ملک سر کا عجز　　بر سر نقش پایت یا امیر المومنینؓ
شد زہر نا آشنا و آشنا نا آشنا　　آشنایت، آشنایت یا امیر المومنینؓ
کیست کو بود رضا جویت بدل اندر جہاں　　حق چوں خود جستہ رضایت یا امیر المومنین

بندۂ زارت تمنا بر درت استادہ است
گوشۂ چشم عنایت یا امیر المومنینؓ

تذکرہ ساداتِ قریش

قریشی سادات میں سے ایک بزرگ تھے۔ جن کا اسم گرامی حضرت حکیم تھا۔ جن کی بابت صاحب استیعاب لکھتے ہیں۔ کان عاقلا مریا فاضلا تقیا سیدا۔ یعنے حضرت حکیم بڑے فاضل عقلمند پرہیزگار سید تھے۔

حضرت سید حکیم بن حزام کا نسب

حضرت حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی القرشی الاسدی۔ حضرت سید حکیم قریشی حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ام المومنین کے بھتیجے ہیں۔ آپ کی ولادت خاص بیت اللہ میں ہوئی تھی۔ صورت یہ ہوئی۔ کہ آپ کی والدہ حاملہ تھیں۔ اور قریشی سیدانیوں کے ساتھ طواف بیت اللہ کر رہی تھیں۔ اسی حالت میں دردزہ شروع ہو گیا فوراً چمڑے کا بچھونا لایا گیا۔ اور آپ کو بیت اللہ میں جنوا دیا گیا۔ کہ حضرت سید حکیم بن حزام رونق افروز عالم ہو گئے۔

آپ کے مرتبہ کا علو یہاں سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ولادت کے لئے اپنے ہی گھر کو منتخب کیا۔ آپ زمانہ جاہلیت میں تمام سادات قریش میں ممتاز شان رکھتے تھے اور زمانہ اسلام میں بھی آپ کا تقویٰ و طہارت مشہور تھا اصحاب فیل کے واقعہ سے تیرہ سال پہلے آپ پیدا ہوئے تھے بعض مورخین کا قول ہے۔ کہ بارہ سال پہلے آپ کی پیدائش ہوئی تھی۔ آپ کے اسلام کا اظہار فتح مکہ کے وقت ہوا تھا آپ اور آپ کے صاحبزادے سید عبداللہ سید خالد سید یحییٰ سید ہشام۔ سب دائرہ اسلام میں آ گئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت کے شرف سے مشرف ہوئے۔

حضرت سید حکیم قریشی کی عمر ایکسو بیس برس کی ہوئی۔ ساٹھ برس زمانہ جاہلیت میں گذرے۔ اور ساٹھ برس زمانہ اسلام میں۔ مدینہ شریف میں وفات ہوئی۔ آپ علاوہ باطنی دولت کے علاوہ ظاہری دولت بھی خاص رکھتے تھے۔

ابتدا اسلام میں آپ دارالندوہ جو سادات قریش کے دارالخلافہ تھا۔ آپ اس کے پریذیڈنٹ تھے۔ امیر معاویہؓ نے ایک لاکھ درہم میں دارالندوہ آپ سے مول لے لیا تھا۔ ابن زبیر نے یہ دیکھ کر ان سے کہا۔ کہ آپ نے قریش کی عزت کو فروخت کر دیا۔ یہ سن کر حضرت سید حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ذهبت المکارم الا التقویٰ۔ اب ساری عزتیں کافور ہو گئیں۔ اب تو عزت اس کی ہے۔ جس کے دل میں خدا کا خوف ہو۔ بعض مورخ کہتے ہیں۔ آپ پہلے مولفۃ القلوب میں سے تھے۔ بعد ازاں آپ کا اسلام پکا اسلام ہو گیا۔

زمانہ جاہلیت میں آپ نے ایک سو غلام آزاد کئے تھے۔ جو سو اونٹوں پر سوار کر کے آزاد کئے گئے تھے۔ جب مسلمان ہو گئے۔ تو حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کیا ہے۔ کہ میں پہلے جو اچھے کام کرتا تھا۔ اور سخاوت کرتا تھا۔ اس کا کچھ اجر ملے گا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ انہیں باتوں کا تو نتیجہ ہے۔ کہ تم دولت اسلام سے سرفراز ہو گئے۔ حالت اسلام میں جب آپ نے حج کیا ہے۔ تو سو اونٹ قربانی کے لئے آپ کے ساتھ تھے جن کی جھولیں بیش قیمت تھیں۔ اور گلوں میں چاندی کے ہار تھے۔ چاندی کی تختیاں تھیں۔ جن پر لکھا تھا۔ عتقا اللہ عن حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سید فرید احمد عباسی امروہوی
طبیب خاص طبیہ کالج
دہلی

باب التاریخ

تاریخ اسلام کا ایک غیر معروف صفحہ
ملکِ حبش میں اسلامی حکومت

ساتویں اور آٹھویں صدی ہجری کے چند مجاہدین

(۱)

مزرع اسلام کی خونین آبپاشی

دنیا میں سب سے زیادہ گراں قدر شے کیا ہے؟ خون، لیکن اسلام میں یہی جنس سب سے ارزاں ہے۔ ممکن ہے کہ اور قومیں تجارت، تعلیم اور صنعت و حرفت سے بنی ہوں۔ لیکن اسلام کا باغ تو صرف خون ہی سے سیراب ہو کر تیار ہوا ہے حمزۂ شجیع کا خون۔ فاروق اعظم کا خون، علی مرتضیٰ کا خون سید الشہداء کا خون۔ اور اسی طرح اور صدہا خون اس کی زمین پر برسے۔ اور دنیا نے انقلابات دیکھے۔ پس یا اولی الابصار! خون کی ان سطروں میں یہی جو آج دنیا کے ہر حصے میں بہ رہا ہے۔ غور سے دیکھو کیا لکھا نظر آتا ہے

بہ لوح تربت پروانہ ایں رقم دیدم
کہ آتشے کہ مرا سوخت، خویش را ہم سوخت

بساط ارض کا کون سا گوشہ ہے۔ جو مسلمانوں کے رنگِ خونین سے گلکار نہیں۔؟ ایشیا مسلمانوں کا قربان گاہ اور یورپ ان کا مذبح ہے۔ لیکن ایک اور قطعہ ملک افریقہ بھی ہے۔ جو اپنی خشکی اور ریگ کے لئے مشہور ہے۔ اور جس کی خاک کے ایک ایک ذرے کے اندر انقلاب و حوادث کے قرون و اعصار پوشیدہ ہیں

آٹھویں صدی ہجری کی ابتدا سے لیکر اب تک وہ متواتر و مسلسل مسلمانوں کے خون کی بارش سے سیراب ہو رہا ہے لیکن اسکی تشنہ لبی میں ابھی اب تک کمی نہیں آئی۔

مصر، سوڈان، زنجبار، صحارا، لیبی، ٹیونس۔ الجیریا (الجزائر) طرابلس، مراکش، وہ سرزمینیں ہیں۔ جو بارہویں اور تیرہویں صدی کی اسلامی شہادت گاہیں ہیں۔ لیکن مملکت حبش کی تاریخ افریقہ میں اس سے بھی ایک قدیم تر شہادت گاہ کا نشان دیتی ہے۔ جس کا زمانہ تغیر آٹھویں اور نویں صدی ہجری ہے اور دراصل ہمارا مضمون اسی غیر معروف نظارہ خونین کی تلاش ہے

سلطان سعد الدین شہید

حبش کی حکومت اسلامیہ پر جو تعصب نصرانی کا نتیجہ عمل تھی۔ ساتویں صدی کے اواخر میں (جیسا کہ گذشتہ نمبروں میں بیان ہو چکا ہے)، سلطان سعد الدین تخت نشین تھا۔ حبشیا تعات

مندرہ الذکر حطی ۲ یعنی شاہ حبش اس ہزیمت عظیمہ کے بعد بہی دل سرد نہ ہوا۔ سلطان نے زدرہ پر جہاں دشمنوں کی ایک بہت بڑی جمعیت موجود تہی۔ چالیس سواروں کے ساتہ حملہ کیا۔ اور کامیاب ہوا۔

حطی بر افروختہ ہوکر ایک انتقامی جنگ کے لئے آمادہ ہوا۔ اس کی فوج دس سرداروں پر منقسم تھی۔ اور ہر سردار کے تحت ام دس ہزار سپاہی۔ ناچار سلطان بھی مقابلہ کے لئے نکلا۔ خاص سلطان کے ساتہ پچاس سوار اور چند سردار تھے۔ اور ہر سردار کے ساتہ ایک چھوٹی سی جمعیت تہی۔ سلطان نے اپنے ضعف اور دشمنوں کی قوت کو محسوس کیا۔ اپنے ہمراہیوں کے ساتہ گھوڑے سے اترا۔ اور ناصیۂ عبادت کو زمین پر رکہا سر اٹھایا۔ تو قوتوں کے بادشاہ کو اپنے پاس پایا۔ لنجواے دار اطلب اللہ تجدہ تجاہک۔ سلطان نے فتح مبین پائی۔ اہل حبش اکثر قتل ہوئے۔ اور جو بچے انہوں نے شکست کہائی۔

سلطان اس وقت دار الحکومت سے ۱۲ منزل پر تہا کہ ایک مسلمان سردار "اسدؔ" نامی "نو لن حش" ایک حبشی سردار کے مقابل آیا۔ اور کامیاب ہوا۔ حطی نے اب مسلمانوں کی بربادی اور حبشہ سے ان کے اخراج عام کا فیصلہ کر لیا۔ اور فوج گراں لیکر حدود اسلامیہ میں داخل ہوا۔ محمد نامی ایک مسلمان سردار اپنی ایک ہزار پیدل فوج کے ساتہ روکنے کو بڑہا۔ اس جمیع عظیم کو روکنا مٹھی بھر آدمیوں کا کام نہ تہا لیکن مسلمان اگر عزت سے جی نہیں سکتے تھے۔ تو عزت سے مر تو سکتے تھے۔ محمد اور اس کی تمام فوج حفظ حدود اسلامیہ کی خاطر ایک ایک کرکے کٹ کر مر گئی۔ صرف ایک مسلمان زندہ بچا۔ کہ اس داستان شہادت کو مجمع اسلامی میں دہرا سکے۔

حطی نے اس فتح غیر متوقع کے بعد "باروا" نام ایک امیر کو بقیہ سعادت اسلامیہ کے قتل و قمع کے لئے آگے بہیجا۔ سلطان جلدی میں اپنی فوج کو جمع نہ کر سکا۔ ناچار عام باشندگان شہر کو جن میں علمائے مدارس۔ مشائخ تصوف۔ کاشتکار و عوام غرضیکہ ہر طبقہ اور ہر درجہ کے مسلمان شامل تھے۔ ساتہ لیکر مقابلہ ہوا نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہئے تہا۔ مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی۔ اور ہزاروں علماء و مشائخ و عوام شہید ہوئے۔

حسین شہید دنیا میں ایک بار پیدا ہوا۔ لیکن واقعہ شہادت حسین ؑ اسلام کے ہر دور انقلاب میں پیدا ہوتا رہا ہے۔ اور ہوگا۔ سلطان سعد الدین جنگ سے نکل کر جزیرۂ زیلع میں پناہ گزین ہوا۔ لیکن دشمنوں نے محاصرہ کر لیا۔ اور شہر میں پانی بند کر دیا۔

قوموں کے زوال و فنا کا ہمیشہ صرف ایک ہی سبب رہا ہے یعنی خیانت قومی" بغداد کی تباہی۔ ہندوستان کا زوال، مغرب اقصیٰ کی بربادی۔ اور قسطنطنیہ و طہران کا ضعف۔ ان میں سے کون سا واقعہ ایسا ہے۔ جس میں اس سبب شئوم کا وجود نہ تہا۔ تم کامل پاشا کو قسطنطنیہ میں روتے ہو۔ لیکن بغور دیکہو تو کسی برباد شدہ مملکت اسلامی میں کامل نہ تہا

سلطان سعد الدین محاصرہ میں دریائے زیلع کے کنارے تہا۔ لیکن درحقیقت وہ رودِ فرات کے ساحل پر تہا۔ اور حبش اس کے لئے کوفہ کی سرزمین بن گئی تہی۔ تین روز گذر گئے مگر اس کے منہ میں پانی کی ایک بوند نہ گئی۔ ایک کامل صفت خیانت کار نے محاصرین کی رہنمائی کی۔ دشمن اندر گہس آئے سلطان تین دن کی پیاس کے بعد بہی اٹہا۔ کہ ایک مسلمان کی طرح مردانہ وار جان دے۔ لیکن اٹھتے ہی پیشانی پر ایک گہرا زخم کہا کر گر گیا۔ قاتل کا نیزہ اس کے بدن سے پار ہو گیا تہا۔ لیکن باایں ہمہ تشنگی و زخمہائے کاری۔ اس کے خشک و تشنہ ہونٹ مصروف دولت شہادت پر تبسم اور کلمہ خوان تھے!

سلطان کا زمانہ حکومت ۳۰ سال تہا۔ اور یہ رعایا کے لئے ہر طرح کی خیر و برکت کا عہد تہا۔

(باقی آئندہ)

انمول موتی

گذشتہ سے پیوستہ

قصیدہ در مدح نواب مستطاب عالیشان سمو المکان نواب عبد الصمد خان سیف الدولہ - دلیر جنگ بہادر - من تصنیف لطیف جد مبارک شیخ محمد ہاشم قدس سرہ العزیز

عنوان

الحمد لعلیم بکثر النوال ۔ وجلیل الصلوٰۃ علےٰ رسول والال ۔ این دیباچہ قطعہ میمون ساطعہ ۔ مبارک یادداشت که از مطالع آن دل عاشقم شاد است ۔ نشان خیر مال مواکب نواب ۔ عالم مدار قمر اصحاب ۔
در الطاف عنان ادہم عزیز عالم سیر ۔ براق گل پیرہن برق طیر ۔ شہسوار میدان نیکی و فرزانگی ۔ عبادر زر شہر دگاہ کامرانی و مردانگی ۔ قابل شکوہ سلطنت و جہانبانی ۔ دستور جہان کامیابی و کامرانی ۔ از دار الامارت باستانی بہ بلدہ لاہور صانہا اللہ عن آفات الکواکب والجور ۔ و نزول مبارک بمنزل عطر اعشرت گاہ ۔ ولی اعلیٰ کاخ ثریا متین نشیمن دالاتوارہ بدل قرین ۔ مقام ہمین منزلت ۔ وکامرانی پاکیزہ خانہ دولت ۔ ازرنگ نقش بزمگاہ بہجت ۔ دیوار بازار بہشت ۔ پاکیزہ بنیاد آبادانی سرشت ۔ خجستہ ابد بنیاد ۔ مشکو مدار عدالت و داد

شعر

زیب تعمیر بے بدل دلکش ۔ تابدان سشش جنج بو دصفا
بام ہمچو چرخ بو قلموں ۔ سطح او مثل سطح قطر سما
دپڑ ہا نہیں گیا ہ ۔ گلشن آرا از جنت الماوی
قطرہ پاک بحر لبریزش ۔ از بہشت آب سرو وصاف در جہا

فقرات دعائیہ

سینہ شاہباز عالیہ رجعت ۔ نیشان آستان منزلت ۔ نواب مہربان خلایق مآب ۔ سعادت سند مستطاب ۔ مخدوم دلیر جنگ القاب ۔ جاودان فیض فلک جناب ۔ زیبا گلشن وزارت دیوانی ۔ سرو از بوستان لایزالی روحانی ۔ عالی جاہ خیر زمین و زمان ۔ غازی جہان داوان ۔ گل جمیل بوستان عطیہ ۔ سلالہ دودمان فرمانروائی و نامداری زیب خاندان صاحب جاہی و کامگاری ۔ فلاطون عصر اسکندر تدبیر ۔ گل لعل بوستان ریاست ۔ گوہر یکتائے بحر امارت

مفتاح جہان سعادت ابدی ۔ فرزند سراج معنی و دانش ۔ فرازندہ نوائے مبارک منش ۔ سیف الدولہ دلیر جنگ جواد پاک عبدالصمد خان بہادر ۔ لازال ظلہ الممدود ۔ ادام ظلالہ المحمود

قصیدہ

درے از اواج سعادت محیط علم قبول — عزیز عالم جان فرد محفل احرار

مطلع دہر مطیع رسول عالی رکن — رفیع قدر جمال جہان و کوہ وقار

بلند قدر سراپا حیا و عالی شان — دیڑھا نہیں گیا سر بلند و نیکوکار

کریم دہر جہان پرور و امان زمین — مطیر ابر کف او توسیع گوہر بار

دیڑھا نہیں گیا — امین بعدل کلاہ نتیجہ احرار

مرام مایہ شادی و ساز ہر مفلس — کریم عالمیان سعد اوج طالع یار

درش زبو قلموں زمانہ در ہمہ حال — حجاب پردہ شد از انقلاب ہا ہر بار

باصل باطنش آئینہ زیر آب عرق — بآب مردہ چنیں تخم چوں پند و شرار

پناہ بہر جہان مہربان عالی قدر — چہ انہ تحمل او کسب کردہ کوہ و وقار

چوں ابر نیسان دسے در کلام گوہر ریز — نگاہ خویش رگ مردمی بہا کہسار

پئے زعجز رساند بدامنش در کف — بکام دل رسد از تند باد ناہنجار

وکیل عقدہ کشا برگزیدہ آل رسول — زلطف فاطمہ رعنا گل ہمیشہ بہار

چوں وصف ہمت و احسان وجود ماند بروش — بروں بود زسیاق و رقائم و مقدار

زمانہ تا بود انور بہ نیر بینو — بود حساب جہانش در طلوع لیل و نہار

بود مقر مبارک چہ منزلش چہ نزول — بحال حامی دین شمع محفل احرار

چو دہ حق ترا دولت نگاہ کن از خود — بعجز ہاشم رقم بجود بے مقدار

فروری سنہ ۲۵ء کا القریش

جن معاونین کرام کا سالانہ چندہ اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ فروری کا القریش انشاءاللہ تعالیٰ ان کی خدمت میں بذریعہ قیمت طلب پیکٹ روانہ ہوگا۔ کوئی صاحب کسی وجہ سے خدانخواستہ آئندہ کے لئے اسے جاری نہ رکھنا چاہتے ہوں۔ تو بواپسی اطلاع دے کر مشکور کریں۔ تاکہ ویلیو کی واپسی نقصان کا موجب نہ ہو

(مینیجر)

مشورہ عباسؓ بہ علیؓ برائے خلافت

بہ سلسلہ جرأت و صداقت ایک نظر

کتب سیر میں یہ واقعہ بھی مذکور ہے۔ کہ رسول خدا کی رحلت فرمائی کے قریب حضرت عباس نے حضرت علی کو صلاح دی کہ در بارہ خلافت رسول اللہ سے استمزاج کر لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ لیکن حضرت علی نے مصلحتاً اس امر سے اعراض کیا۔ پس بعد وصال رسول مقبول جو ہوا سو سب کو ظاہر ہے۔ حضرت علی کو جس وقت اپنی خلافت میں بمقابلہ امیر معاویہ مشکلات کا سامنا ہوا۔ تو بے اختیار بار بار فرماتے تھے۔ یالیتنی کنت اطعت عباساً یالیتنی کنت اطعت عباساً۔ یعنی کیا اچھا ہوتا۔ کہ میں عباس کی اطاعت کرتا۔ اور اس کی بات مانتا۔ تاکہ بلیات میں نہ پڑتا۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت عباس حضرت علی کی نسبت مثل رسول اللہ کے پدرانہ شفقت رکھتے تھے پچھلی اولاد کے ملکی معارضات ان حضرات کے باہمی موالفت پر کچھ اثر نہیں۔ ڈال سکتے۔ جیسے شبلی کا خیال خام ہے خلفائے راشدین کا یہ حال تھا۔ کہ جس وقت حضرت عباس رسول خدا کے پاس ملنے کو آتے تو حضرت ابو بکر وغیرہ ان کے واسطے جگہ چھوڑ کر رسول اللہ سے دور بیٹھ جاتے جس پر رسول خدا کمال محفوظ ہوتے۔ جنگ حنین میں جب بے شمار مہاجرین رسول اللہ سے پراگندہ ہو گئے۔ تو سات نفر بنی ہاشم اس وقت رسول خدا کے پاس باقی رہ گئے تھے۔ ان میں سے مقدم حضرت عباس ہی رسول اللہ کے اسپ کی لگام پکڑے ہوئے فراریوں کو باواز بلند پکار رہے تھے جس پر فراری واپس آ گئے۔ اور خدا نے فتح دی۔

بشارت خلافت آل عباسؓ

تاریخ الخلفاء میں ایک حدیث مذکور ہے۔ کہ رسول خدا نے فرمایا۔ منّا السفاح و المنصور و المہدی۔ (یعنی سفاح و منصور و مہدی ہمارے ہی ہیں) دیگر حدیث حضرت علی ابن ابی طالب سے مروی ہے۔ کہ فتح مکہ کے روز حضرت رسول اللہ نے اپنے عم مکرم عباس سے فرمایا۔ اِنّ اللّٰہ فتح ھٰذا الامر بی ویختمہٗ بولدک۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس امارت کا افتتاح مجھ سے فرمایا ہے۔ اور اس کا خاتمہ تمہاری اولاد پر کریگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ سلسلہ خلافت جس کو جمیع اسلامی حکمران مانتے۔ اور ان کا خطبہ پڑھتے رہے۔ کسی کو نہ ملی روم و ایران کو بھی یہ شرف کبھی نصیب نہ ہوا۔ خلافت عربیہ ہاشمیہ ۶۵۶ھ میں خلیفہ معتصم باللہ عباسی پر۔ جب کہ وزیر علقمی شیعی نے دغا سے ہلاکو قاآن کو بغداد بلا کر منقطع کرا دی۔ تو اس وقت کے ولی اللہ اور نامور زمانہ شاعر حضرت سعدی نے بڑا پرسوز مرثیہ لکھا۔ جس کے دو شعر بطور نمونہ درج کئے جاتے ہیں۔

ؔ

آسمان را حق بود گر خون بگرید بر زمین
بر زوال ملک مستعصم امیر المومنین
حیف خون آل عم مصطفےٰ شد ریختہ
ہم بران خاکے کہ سلطاناں نہادندے جبین

حضرت عمرؓ کا فہرست پنشن میں حضرت عباسؓ کو مقدم کرنا

حضرت عمرؓ کا ترقی یافتہ عہد میں بعد فتوحات متکاثرہ دمشق و فلسطین و مصر و ایران وغیرہ صحابہ بنی ہاشم و قریش و انصار وغیرہ کی فہرست وظیفہ (پنشن) مرتب کی گئی۔ تو اس کے تین درجے رکھے گئے۔ سب سے مقدم اندراج نام کی بحث پر اکثر صحابہ کی رائے ہوئی۔ کہ بلحاظ خلافت حضرت عمرؓ کا نام اول لکھا جاوے۔ لیکن عمرؓ نے اس کو نامنظور فرما کر کہا کہ سب سے افضل اور اقرب الی الرسول حضرت عباسؓ ہیں۔ ان کا نام مقدم زیب فہرست کیا جاوے۔ پس اول درجہ پر سب سے زائد ان کا وظیفہ پچیس ہزار درم سالانہ مقرر کیا گیا۔ دوسرے درجہ پر صحابہ عشرہ مبشرہ و مہاجرین مع بنی ہاشم کا۔ جس میں حضرات عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و حسن و حسین وغیرہ بھی شامل تھے۔ وظیفہ ساڑھے بارہ ہزار درم سالانہ دیگر جمیع صحابہ کرام کے واسطے قرار دیا گیا اس کی ابن خلدون میں تفصیل موجود ہے۔

نماز استسقائی عہد عمرؓ میں عباسؓ کی امامت

ایک سال حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں عرب کے اندر سخت قحط سالی نمودار ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے دعائے استسقا کی امامت کے واسطے حضرت عباسؓ سے کہا۔ جس کو انہوں نے قبول فرمایا۔ صحرائے عرب میں تمام بنی ہاشم و قریش و انصار جن میں حضرت عمرؓ و علیؓ و حسینؓ وغیرہ موجود تھے۔ حضرت عباسؓ کے ساتھ جمع ہوئے۔ جن کے وسیلے سے سب نے نزول باراں کی دعا مانگی۔ ابھی اسی وقت حضرت عباسؓ کا دست دعا اٹھتے ہی ان کے آنسو ریش مبارک پر گرے۔ فوراً آسمان سے مینہ کی جھڑی لگ گئی۔ حضرت عباسؓ بقول فریدی جب تک زندہ رہے۔ ان کے آثار ادب و احترام سے اسلام میں کوئی فتنہ و فساد نہ ہوا۔ ان کی رحلت کے بعد جو چھٹے سال خلافت حضرت عثمانؓ میں واقع ہوئی۔

خلیفہ وقت پر مروان بن حکم مسلط ہو گیا جس کی مفتریات سے خلیفہ ثالث کی جان گئی۔

اور اسلام میں ایسے نزاعات و اختلافات کی بنا پڑی۔ جو مسلسل الی الآن موجود و پائدار چلی آتی ہے۔

نظم اول شبلی صاحب کے مذموم اشعار مع جواب

شعر شبلی۔ ہاں تو تھے حضرت عباسؓ ہوئے شامل کفر — کم سے کم یہ کہ رسالت پہ نہ تھا ان کو یقین

شعر فریدی۔ دل سے تھے حضرت عباسؓ نبیؐ کے ہمدرد — باطنی طور پہ تھا ان کو رسالت پہ یقین

شعر شبلی۔ بدر میں آ کے لڑے اور گرفتار ہوئے — بس کہ تقدیر میں تھی خانۂ زنداں کی زمین

شعر فریدی۔ بدر میں وہ نہ لڑے خود ہی گرفتار ہوئے — جبر سے کون دکھاتا انہیں زنداں کی زمین

شعر شبلی۔ تھا انہیں حضرت عباس کا پوتا منصور — پا بزنجیر تھے سادات بسیار اور یمین

" فرحتی۔ قدرت حق سے ہوا تھا جو خلیفہ منظور — اس سے باغی ہوئے کیوں جو تھے انصاف گزین

" شبلی۔ پھر دیا حکم کہ ان سب کو پہنا کر زنجیر — کہدو ان سے کہ ہیں خانہ زندان کے مکین

" فرحتی۔ باغیوں کو ہی دیتے ہیں سزا اسے ہاتھم — تھا نہ منصور کے کوئی بھی بیارا اور یمین

" شبلی۔ ساتھ ساتھ آتے تھے پیدل جگر و جان رسول — اور منصور تھا زیبا حرم خانہ زین

" فرحتی۔ خاندان نبوی سے تھا ابو جعفر بھی — نظم بے ربط سے عاقل حرم خانہ کو زین

" شبلی۔ ایک نے مجمع سادات سے بڑھ کر یہ کہا — گرچہ اس لطف کے مشکور ہیں ہم خاک نشین

" فرحتی۔ ایک نے بھی نہ کہا تھا۔ یہ مقولہ ہر گز — تھا نہ کوئی میر راہ راہرو خاک نشین

" شبلی غزوہ بدر میں لیکن جو کیا ہم نے سلوک — وہ تو کچھ اور تھا ہے یاد بھی تم کو کہ نہیں

" فرحتی۔ کس نے فدیہ تھا دیا ابن ابی طالب کا — یاد ہے بدر کا احسان کسی کو کہ نہیں

نظم دیگر فرحتی در فضایل حضرت عباس رضہ

من چہ گویم حضرت عباس را۔ بذل و فضل عم خیر الناس را۔ پرورش زد یافت جعفر ہم عقیل۔ گو علی را کشت پیغمبر کفیل
آل بوطالب ازو شد بہرہ یاب۔ در مسیئ شیب و ایام شباب۔ مجلس اولاد ہاشم بود او۔ فدیۂ شاں را او بنمود او
داد زر بہر نفیل و ہم عقیل۔ جنگ بدر آمد بریں معنی دلیل۔ در حنین افتاد ازا دچوں کار اہم۔ ماند عباس و علی ثابت قدم
عم خود را گفت پیغمبر پدر۔ ہست مشہور ایں حدیث معتبر۔ او نبی را بود در عقبہ مشیر۔ احترامش کرد صدیق کبیر
کرد اکرامش عمر در عہد خویش۔ میشمردش از ہمہ اصحاب بیش۔ بر خودش ہم در وظائف فوق دار۔ نام او را از ہمہ برتر نہاد
چون عرب را ہنگام قحط آمد ستوہ۔ آنزمان ابن خطاب حق پژوہ۔ از طفیل حرمت عم نبی۔ خواست باراں از سحاب سرمدی
ہر کہ بود از آل ہاشم آنزماں۔ کیست از اہل تسنن دم زند۔ شد بس عباس در صحرا دواں۔ رونق کار عمر بر ہم زند
ہم سقایہ ہم سفادہ بود ازو۔ سالہا نیکو د ابن کار نکو۔ چون خلافت گشت برباد ز مغول۔ بر امیر الناس عمزہ رسول
مرثیہ خواں گشت سعدی کریم۔ نوحہ کردو نالہائے بس عظیم۔ ابتذال شبلی ہندی نژاد۔ کے رسد با سعدی فرخ نہاد
آں ہمیں از خلیفہ از دلی۔ فضل عباس ست ثابت بر ملی۔ کو خلافت اینہمہ را ہے گزید۔ خوار گشت و جز پشیمانی ندید
نا نیکو مے گر زند لاف و گزاف۔ جرم او را حق نگرداند معاف۔ ہر کہ شد بر ذات پاکش عیب گیر۔ فرحتی نیکش دان کم ظرف گیر

مرقومہ محمد عبید اللہ فرحتی العباسی امروہہ ۹ نومبر ۱۹۲۴ء

توسیع اشاعت میں مدد دینے والے احباب

کے ہم بدل مشکور ہیں۔ جو وی پی جاری ہو چکے ہیں۔ ان کے نتیجہ سے انشا اللہ تعالیٰ آئندہ اطلاع دی جاویگی۔ احباب مطمئن رہیں۔ (مینیجر)

الحریّۃ فی الاسلام
نظام حکومت اسلامیہ
وامرہم شوریٰ بینہم
(۱۳)

جبلہ بن ایہم الغسانی

جبلہ بن ایہم غسانی ایک عیسائی شاہزادے نے عہد فاروقی میں اسلام قبول کیا تھا۔ طواف کعبہ کے موقعہ پر اس کی چادر کا ایک گوشہ ایک شخص کے پاؤں کے نیچے آ گیا۔ جبلہ نے اس کے منہ پر ایک تھپڑ کھینچ کر مارا۔ اس نے بھی برابر کا جواب دیا۔ جبلہ غصہ سے بے بیتاب ہو گیا۔ اور حضرت عمرؓ کے پاس آ کر شکایت کی۔ آپ نے سن کر فرمایا۔ کہ تم نے جیسا کیا تھا ویسی ہی اس کی سزا بھی پائی۔ اس نے کہا۔

"ہمارے ساتھ کوئی گستاخی کرے تو اسکی سزا قتل ہے"

مگر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

ہاں جاہلیت میں ایسا ہی تھا۔ لیکن اسلام نے شریف و ذلیل اور پست و بلند کو ایک کر دیا۔

جبلہ اس ضد میں پھر عیسائی ہو گیا۔ اور روم بھاگ گیا لیکن خلیفۂ اسلام نے مساوات اسلامی کی قانون شکنی گوارا نہ کی

خود آنحضرتؐ کا اسوۂ حسنہ

مساوات قانونی کو چھوڑ کر اسلام کی عام طرز مساوات پر غور کرنا چاہیئے۔ آنحضرتؐ تمام مسلمانوں کے باہم تھے۔ تاہم آپ نے عام مسلمانوں سے اپنے لئے کبھی کوئی زیادہ امتیاز نہیں چاہا۔

ایک سفر میں کھانا پکانے کے لئے صحابہؓ نے کام تقسیم کر لئے تو جنگل سے لکڑیاں لانے کی خدمت سرور کائنات نے خود اپنے ذمہ لی۔

حضرت انسؓ دس برس خدمت نبوی میں رہے۔ لیکن ان کا بیان ہے۔ کہ اس مدت طویل میں میں نے جتنی خدمت آپ کی کی۔ اس سے زیادہ آپ نے میری کی۔ مساوات کا یہ عالم تھا۔ کہ "ما قال لی فی شیئٍ لما فعلت؟" یعنی تحکمانہ کام لینا یا جھڑکی دینا تو بڑی بات ہے۔ کبھی آپ نے یہ اتنا بھی نہ کہا۔ کہ کیا فلاں کام یوں سے یوں کیا۔

غلام اور آقا

ایک صحابی نے اپنے غلام کو مارا۔ تو آپ نے فرمایا۔

یہ تمہارے بھائی ہیں۔ جن کو خدا نے تمہارے ہاتھ میں دیا ہے۔ جو خود کھاؤ۔ وہ ان کو کھلاؤ۔ جو خود پہنو وہ ان کو پہناؤ۔

اسلام نے نہایت شدت کے ساتھ اس سے روکا کہ کوئی انسان کسی دوسرے انسان کو خواہ وہ کیسا ہی ادنی درجہ کا کیوں نہ سمجھا جاتا ہو۔ غلام اور باندی کہے۔ کیوں کہ سب خدا ہی کے غلام ہیں۔ اسی طرح غلاموں کو فرمایا

کہ اپنے مربیوں کو آقا نہ کہیں۔ کیوں کہ مساوات اسلامی میں اس سے فرق آتا ہے۔

ایک بار ایک صحابی نے آنحضرت کو ان الفاظ سے خطاب کیا۔ کہ اے آقائے من! آپ نے فرمایا مجھکو آقا نہ کہو۔ آقا تو ایک ہی ہے یعنی خدا

صحابہؓ کا طرز عمل

خلفائے راشدین جو تعلیم اسلامی کے زندہ پیکر تھے ان کا بھی ہمیشہ یہی طرز عمل رہا۔ حضرت عمرؓ اور ان کا غلام سفر بیت المقدس میں باری باری سے سوار ہوتے تھے۔ بیت المقدس کے جب قریب پہنچے۔ تو غلام کی باری تھی۔ غلام نے عرض کیا۔ کہ آپ سوار ہوں کہ شہر نزدیک آگیا۔ اور آپ نے نہ مانا۔ اور آخر خلیفہ اسلام بیت المقدس میں اس طرح داخل ہوا۔ کہ اس کے ہاتھ میں اونٹ کی مہار تھی۔ اور اونٹ پر اس کا غلام سوار تھا۔ حالانکہ یہ وہ وقت تھا۔ جب کہ تمام شہر خلیفہ اسلام کی شان و عظمت کا تماشہ دیکھنے کے لئے امنڈ آیا تھا۔ یہ واقعہ مشہور ہے۔ تفصیل کی ضرورت نہیں

واقعہ اجنادین میں رومی سپہ سالار نے ایک جاسوس مسلمانوں کے دریافت حال کے لئے لشکر اسلام میں بھیجا۔ جاسوس اسلام کے ان سچے نمونوں کو دیکھ کر جب واپس آیا۔ تو رومی سپہ سالار سے ایک تحیر کے عالم میں بول اٹھا

ھم باللیل رھبان و بالنھار فرسان لو سرق ابن ملکھم قطعوا و اذا زنی رجم

یہ لوگ راتوں کو استغراق عبادت میں راہب ہوتے ہیں۔ مگر دن کو شہسوار۔ اگر ان کا شہزادہ بھی چوری کرے۔ تو ہاتھ کاٹ ڈالیں۔ اور اگر زنا کرے۔ تو اسے بھی رجم کریں۔

خصائص مسلم کی یہ اصلی تصویر تھی

مساوات قانونی کی ایک مثال وحید

قبیلہ مخزوم کی ایک عورت چوری میں ماخوذ ہوئی۔ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کرانے کے لئے حضرت اسامہ کو آمادہ کیا۔ جن کو آپ بہت عزیز رکھتے تھے لیکن جب اس واقعہ کے متعلق اسامہ نے آپ سے سفارش۔ تو آپ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا۔

ترجمہ۔ اے لوگو! تم سے پہلے قومیں اس لئے ہلاک ہو گئیں کہ جب ان میں سے کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تھا۔ (چوری کا ذکر صرف خصوصیت واقعہ کی بنا پر ہے۔ ورنہ اس سے مراد عام جرائم ہیں) تو لوگ اس کو چھوڑ دیتے تھے پر جب کوئی عام آدمی چوری کرتا۔ تو اس کو سزا دیتے لیکن خدا کی قسم اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتے۔ تو اس کے ہاتھ بھی ضرور کاٹے جاتے۔

باقی

بابت ماہ جنوری ۱۹۲۵ء ۱۰

القریش امرتسر

دواخانہ فراق

جناب خواجہ حکیم سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی کے کمالات سے سارا ہندوستان خبردار ہے۔ آپ ایک طبیب ایک حکیم ایک معالج بالیاقت ہیں۔ اور اسی فن کے تجربہ میں ساری عمر گذاری ہے ایک دواخانہ آپ نے قایم کیا ہے۔ جس میں آپ کے مجربات اور ہر قسم کی ادویہ مہیا ہیں۔ اور سب کی سب سچی اور بے ضرر ہیں۔ اس دواخانہ کی غایت یہی ہے۔ کہ مخلوق ان لوگوں کی جھوٹی دواؤں سے اپنے تئیں محفوظ رکھے۔ جو نہ حکیم ہیں۔ نہ ڈاکٹر ہیں۔ نہ کبراور نہ بید۔ اور روپیہ کمانے کے لئے جال پھیلا رہے ہیں۔ اگر سچی اور اچھی دوا گھر بیٹھے منگا کر صحت وسلامتی کے طالب ہیں۔ تو حضرت فراق کے دواخانہ سے منگائیے

حب اشراق | یہ گولیاں اپنی تاثیرات میں نادر اور یکتا ہیں۔ انسان کی جملہ امراض اور بیماریوں پر حاوی ہیں۔ عورت مرد جوان بوڑھے کو ہر قسم ہر زمانہ میں مفید ہوتی ہیں۔ سوداوی بلغمی صفراوی ریاحی شکائتیں دور ہوجاتی ہیں۔ خون صاف ہوکر رنگ آنار کے دانہ کی طرح سرخ ہوجاتا ہے۔ بھوک لگتی ہے۔ نیند وقت پر آتی ہے۔ قبض کو دفع کرتی ہیں۔ اگر پیٹ نرم ہو۔ تو باندھ دیتی ہے۔ اعضائے رئیسہ قوی ہوجاتے ہیں۔ اولاد تندرست پیدا ہوتی ہے۔ ایک چلہ تک ان کا استعمال ضرور ہے پرہیز مطلق نہ کیجئے۔ یہ دوا لاثانی اور عجیب وغریب ہے۔ پرانے ناسور بھگندر دیرینہ زخم ایک چلہ میں جاتے رہتے ہیں۔ جس شیشی میں اسّی گولیاں ہیں۔ اس کی قیمت علاوہ محصول کے دو روپیہ ہے۔ اور جس شیشی میں چالیس گولیاں ہیں۔ اسکی قیمت ایک روپیہ۔ محصول اور خرچ بہر حال بذمہ خریدار ہوگا۔

لذت جان | بسا اوقات میاں بیوی تخلیہ کرتے ہیں۔ اور کچھ لذت ولطف حاصل نہیں ہوتا۔ اور اسی باعث سے اولاد کو ترستے ہیں۔ یہ دوا لگانے کی ہے۔ جو طرفہ لطف انگیز ہے۔ اور عیش پرستوں کیلئے تو گویا لطف جنت پیدا کردیتی ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ (عہ)

دبے نظیر | ہر قسم کے بخاروں کے واسطے سوائے دق کے بخار کے اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ قیمت فی شیشی خورد عہ بڑی شیشی دو روپیہ علاوہ محصول ڈاک

آنکھوں کا سچا علاج | آنکھوں میں پانی نہیں ترنے دیتا۔ اترتا ہوا رک جاتا ہے۔ جالا دھند۔ نگاہ کی کمزوری ورتوندہ۔ بامنی کھائی ناخنہ دار ہر طرح اور ہر قسم کی آنکھوں کی بیماریاں کھو دیتا ہے۔ رعائتی قیمت عہ

پڑبال | جو آنکھوں میں نکل کر ستاتے ہیں۔ اور بڑے بڑے حکیم اس کے علاج سے عاجز ہیں۔ ہماری دوا تین بار لگانے سے پھر نہیں نکلتے رعائتی قیمت عہ

دانتوں کا سچا علاج | دانتوں کی ہر قسم کی بیماریاں اور عبش اور بدبو دور ہوجاتی ہے۔ رعائتی قیمت ۸

دست بخش آدن لہو | پرانے سے پرانے بند ہوکر بالکل صحت ہوجاتی ہے۔ قیمت رعائتی عہ ایک روپیہ

ایجنسی | اگر کسی صاحب کو ہماری دواؤں کی ایجنسی لینی ہو۔ تو ذیل کے پتہ پر خط وکتابت کریں۔ تار کے لئے پتہ صرف ہمارا نام کافی ہے۔

نوٹ۔ دوا منگانیوالے صاحب کو لازم ہے۔ کہ اپنا پتہ انگریزی یا اردو میں نہایت صاف خط میں تحریر فرمادیں تاکہ دواؤں کے روانہ کرنے میں دقت نہ ہو۔

المشتہر حکیم سید ناصر خلیق بن حکیم سید ناصر نظر فراق دہلی کوچہ چیلان بارہ دری میر درد

۱۱/

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ

اسلامی اصلاحی اور قومی ماہوار رسالہ

القریش

امرتسر

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

قیمت فی پرچہ ۴ر

آفتاب برقی پریس امرتسر میں مولوی محمد عبد اللہ منہاس صاحب پرنٹر کے اہتمام سے قریشی محمد علی صاحب رونق صدیقی پبلشر کیلئے چھپکر دفتر القریش سے شائع ہوا

مقاصد

افراد قوم میں اتحاد و اتفاق اور محبت و مودت کا رشتہ قائم کرنے اور نوجوانان قوم کو صبر و استقلال، فیاضی و ثابت قدمی، صلہ رحمی و ایثار نفسی، محنت و جفاکشی، احسان و مروت، خاندان کی عزت و مہمان نوازی کا سبق دینے اور رسومات قبیحہ سے بچنے کی تلقین کرنا؛

اگر آپ

کو ان مقاصد سے اتفاق ہے۔ اور اپنی قوم کیلئے انکی تکمیل کو مفید سمجھتے ہیں تو

آپ کا فرض

ہے کہ آپ اخوت و یگانگت، ہمدردی اور مروت سے اپنے قومی نقارہ (القریش) کی آواز کو بلند کرنے اور افراد قوم کے کانوں تک پہنچانے میں کارپردازانِ القریش کا بطریق ذیل ساتھ دیں :-

(۱) قلمی اعانت (یعنی اصلاحی اور ایسے مضامین کی ترسیل جن سے مقاصد مجوزہ متذکرہ کی تکمیل مقصود ہو۔

(۲) ترقی اشاعت (یعنی حلقۂ اثر اور دیگر ذرائع سے خریدار بنا کر)

(۳) القریش کی آواز پر کان دینے کو گراور تجاویز مفیدہ پر عامل ہو کر کیونکہ کسی پس افتادہ قوم کی شیرازہ بندی کا راز اسی میں مضمر ہے۔

منیجر القریش امرتسر

(پنجاب)

جلد ۱۱ | بابت ماہ فروری ۱۹۲۵ء مطابق رجب ۱۳۴۳ھ | نمبر ۲

قریشی خاندانم ہم چہ غم دارم چہ غم دارم

(خیالات جناب مولانا فرید احمد صاحب عباسی)

منم در عشق او مستم چہ غم دارم چہ غم دارم
مئے توحید می نوشم چہ غم دارم چہ غم دارم

باقرار الستم مست و تصدیق رسالت ہم
بے غسل و وضو کردم چہ غم دارم چہ غم دارم

منم در حالت روزہ شراب عشق می نوشم
عجب مستم عجب مستم چہ غم دارم چہ غم دارم

منم در حالتِ رندی لحاظِ شرع می دارم
قلندر وار می گردم چہ غم دارم چہ غم دارم

محمد ہادی ما ہست و صدیقش امامِ من
فدائے شانِ فاروقم چہ غم دارم چہ غم دارم

بعثمانِ علی سازم فدائے جان و ایماں را
بسبطینِ اکرم ہم چہ غم دارم چہ غم دارم

بعباسم کہ جدِ ماست حمزہ ہست عمِّ ما
بظلِ سیدہ ہستم چہ غم دارم چہ غم دارم

فرید ہاشمی نام بنی عمِّ رسول ہستم
قریشی خاندانم ہم چہ غم دارم چہ غم دارم

اسلامی خیرات صدقات

زکوٰۃ کا روپیہ قوم کے یتیم بچوں کا حق ہے

بزرگان و برادرانِ قوم کی خاص توجہ کے قابل

زکوٰۃ کا بیجا مصرف

ماہ رجب میں اصول اسلامی کے مطابق کچھ روپیہ خیرات کے لئے نکالا جاتا ہے۔ جو عام طور پر بیجا خرچ کیا جاتا ہے۔ لہذا ناظرین القریش کی واقفیت کے لئے اس کے متعلق چند سطور حوالہ قلم کی جاتی ہیں۔ امید ہے کہ احباب اس پر خاص غور کرتے ہوئے مستحقین کو محروم نہ رکھیں گے۔

ہماری خیرات کے تمام طریقے جو آجکل رائج ہیں۔ قوم کو سخت نقصان پہنچانے والے ہیں۔ یہ اسی خیرات کا نتیجہ ہے۔ کہ مسلمانوں میں کاہل اور بیکار گداگروں اور تندرست آدمیوں کی تعداد روز بروز ترقی پا رہی [illegible] ہے۔ اور ایسے کاہل الوجود کی آئندہ نسلیں بھی قوت بازو سے اپنی معیشت پیدا کرنے کی قسم کھا لیتے ہیں۔ طالب العلموں کی امداد اس ذلیل طریقے سے کی جاتی ہے۔ کہ مانگنے والے کی غیرت و حمیت ہمیشہ کے لئے ان کے دل سے جاتی رہتی ہے۔ اور وہ سوائے بھیک مانگنے کے اور کسی کام کے قابل نہیں رہتے اس کے ذمہ وار ہمارے وہ مسلمان بھائی ہیں۔ جو موٹے تازے فقیروں کے سوال پورے کرکے ان کی تعداد روز بروز بڑھاتے ہیں۔ اگر ایسی ہی خیرات پسندیدہ ہوتی۔ تو شاید ہمارے خلفائے راشدین اور وہ بابرکت بادشاہ جو ملک و خزانہ کو رعایا کی ملکیت سمجھتے تھے۔ کسی کو بھی محنت سے روٹی کمانے کی زحمت نہ اٹھانے دیتے۔ بلکہ خزانہ عامرہ سے ہر شخص کے لئے اس کی ضروریات کے موافق وظائف مقرر کر دیتے۔ جو اس کو بلا مشقت گھر بیٹھے ملا کرتے مگر تاریخ ہم کو ایک بھی ایسی مثال نہیں بتاتی

ثواب کے فدائی اس بات کو خوب سمجھ لیں۔ کہ پہلوان صفت فقیروں کو خیرات دینا نہ صرف اس وجہ سے خدا اور سوسائٹی کا گناہ ہے۔ کہ ان کے طریقہ سے کاہل وجودی اور کام چوری بڑھتی ہے۔ بلکہ اس وجہ سے بھی کہ خیرات دینے والے حقداروں کو محروم کرکے ملک و قوم میں افلاس فلاکت کی بڑی تیز رفتاری سے ترقی کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ ان مخیروں سے یہ سوالات کئے جائیں۔ کہ ان کی خواہش یہ ہے۔ کہ ساری قوم دریوزہ گری اپنا پیشہ قرار دے۔ محنت و مشقت سے روٹی کمانے والا قوم میں ایک بھی نہ رہے۔ تو میرے خیال میں ہر ایک سمجھدار مسلمان جواب نفی میں ہی دیگا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ہم اس خیرات کے نتیجوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ مگر افسوس ہے کہ ہم رسم و رواج کی زنجیروں سے ایسے پابند ہو رہے ہیں۔ کہ خواہ اپنا اور تمام کا صریح نقصان دیکھیں۔ تو کبھی ان کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے۔

مسلمانوں کا بہت سا مال ایسی خیرات میں ضائع ہوتا ہے جس سے علاوہ نقصان روپیہ کے قوم کو اور مضرتیں بھی پہنچتی ہیں۔ ہندوستان اور اس کے مضافات میں مسلمانوں کی آبادی سات کروڑ ہے۔ اور ہر شخص کی اوسطاً آمدنی بیس روپیہ سالانہ ہے جس میں سے کم از کم ہر مسلمان دو روپے فیصدی خیرات میں جن کو وہ امورِ خیر سمجھتا ہے جیسے اخراجات حوائج غمی خرچ کرتا ہے۔ تو اس حساب سے معلوم ہوا۔ کہ ہندوستان کے مسلمان ہر سال دو کروڑ چالیس لاکھ روپیہ ماہوار خرچ کرتے ہیں۔ اس امداد کو دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ مسلمان مخیر نہیں ہیں۔ مگر صد حیف کہ یہ روپیہ بالکل ضائع ہوتا ہے۔ اور ہمارے تمام قومی کام جو حد سے زیادہ مفید ہیں۔ ایسی خیرات کی بدولت نامکمل رہتے ہیں۔ اگر یہی روپیہ یا اس کا کچھ حصہ بھی تعلیمی اور دیگر مفید کاموں میں صرف ہو تو نہ صرف قوم کی مفلوک الحالی بہت جلد دور ہو سکتی ہے۔ بلکہ قوم کے وہ بچے بھی جو یتیمی و لاوارثی، ناداری و دیگر ایسی وجوہات کے سبب بے علم رہ کر ننگِ قوم بنا جاتے ہیں۔ قوم کے مایۂ ناز اور باعثِ فخر ثابت ہو سکتے ہیں۔

زکوٰۃ کا صحیح مصرف

مختصر مگر واضح الفاظ میں زکوٰۃ نیز بیجا مصرف کا ذکر سطور بالا میں کر دیا گیا ہے۔ اب الفاظ ذیل میں صحیح اور درست کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ ضرورت ہے کہ احباب اس پر عمل پیرا ہو کر ہم خرما و ہم ثواب کا متوجب ہوں۔

خیرات کے روپیہ کے جائز مصرف کی صرف چند صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی ہو سکتی ہیں اور مقامی انجمنیں یہ روپیہ جمع کرنے کا کافی اہتمام کے ساتھ جائز طریقے سے صرف کرنے کی تدبیریں کر سکتی ہیں۔ مگر آجکل مسلمانوں کو سب سے زیادہ جس بات کی ضرورت ہے۔ وہ تعلیم ہے۔ اور تعلیم ہی ایسی چیز ہے۔ جو ہم کو تباہی و بربادی سے نجات دلا سکتی ہے۔ اگر مسلمان جاہل ہیں تو بقول سر آغا خاں اگر ہندوستان کے تمام فوجی مصارف بند کر دئے جائیں۔ اور تمام امریکہ و افریقہ کی دولت ہندوستان میں آ جائے۔ اور تعلیم نہ ہو تو فوجی مصارف کا تمام روپیہ آسمان کو اڑ جائیگا۔ اور یورپ اور امریکہ کی دولت زمین میں سما جائیگی۔ اور ہم کو اس سے کچھ بھی فائدہ نہ ہوگا۔ غرضیکہ ان کا دینی یا دنیوی کام کوئی بھی ٹھیک نہیں ہوگا۔ لہٰذا ایک نہایت عمدہ مصرف یہ ہے۔ کہ خیرات و زکوٰۃ کا روپیہ زیادہ تر تعلیم میں خرچ کیا جائے۔ اور وظائف و عطیات کے ذریعہ سے طلباء و مدارس کی امداد کی جائے۔ بہت سے اعلیٰ درجہ کے کالج اور مدارس جو قوم کے لئے مفید سمجھے گئے ہیں۔ ہماری امداد کے محتاج ہیں۔ کیا وجہ ہے کہ روپیہ رائیگان صرف کرنے کی بجائے ہم ان کی امداد نہ کریں۔

یہ روپیہ ہمیں کہاں صرف کرنا چاہئے

عہدہ حاضرہ میں جبکہ قومیں ترقی کی جد و جہد میں سرگرم کوشاں ہیں۔ ضرورت اور شدید ضرورت ہے۔ کہ ہم بھی اپنی قوم کو قعرِ ذلت سے ابھارنے کے لئے سعی و بلیغ سے کام لیں۔ ہماری قوم اس وقت کسی قابل نہیں۔ نااتفاقی بیگانگت مفقود ہونے کے باعث ہی علمی، فنی، صنعتی اور حرفتی خوبیاں بھی جاتی رہی ہیں۔ تقسیم محنت اور تقسیم عمل سے کام لینے کی قوت جذب ہو چکی ہے۔ اور یہی ایک وجہ ہے کہ ہمارا شیرازہ باوجود ذاتی بے دریغ قربانی کے بھی مجتمع نہیں ہو سکا۔ جو تباہی اور بربادی کی جڑ و بنیاد ہے۔

قوم کے اکثر یتیم بچے جن کی نگرانی اور پرورش کرنیوالا کوئی نہیں رہتا بے علمی اور جہالت کی وجہ سے تباہ ہو رہے ہیں۔ لاوارث اور بیکس لڑکے آوارہ ہو کر بدترین افعال کی مرتکب ہونے لگتے ہیں۔ سخت شرم اور غیرت کی بات ہے کہ ہم دیکھتے ہیں۔ مگر انتظام کچھ نہیں کرتے۔ حالانکہ

(باقی دیکھو صفحہ ۹ پر)

تذکرۂ برادری
انجمن قریشیان ہند

۱۸ جنوری ۱۹۲۵ء کی کارروائی

اگزکٹو کمیٹی کا اجلاس جناب قریشی محمد علی صاحب رونق صدیقی مدیر القریش کی صدارت میں منعقد ہوا۔ گذشتہ کمیٹی کی کارروائی کنفرم ہوئی۔ گوشوارہ آمد و خرچ مرتبہ اگزیمنر صاحب پیش ہوا۔ جو درست تسلیم کیا گیا۔ اس کے بعد نیاز مند سکرٹری نے انجمن قریش جالندھر کی کارروائی و رپورٹ پڑھ کر سنائی۔ اور مبلغ ۱۲ کا بل سفر خرچ منظور ہوا۔

انجمن کے آئندہ سالانہ جلسہ کے انعقاد پر گفتگو شروع ہوئی۔ مولانا قریشی امام الدین صاحب سپرنٹنڈنٹ اور قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مستوفی الریاست قلات و نیز چند دیگر مراسلات پڑھ کر سنائے گئے۔ سب کا شکریہ ادا کرنے کے بعد فیصلہ ہوا۔ کہ آئندہ سالانہ اجلاس امرتسر کے ہی مقام پر منعقد کرنے کا انتظام کیا جائے۔ تجویز ہوا کہ صوبہ بہار کے قریشیوں نے بھی ایک اصلاحی انجمن کے قیام کا اعلان کیا ہے۔ اس لئے ان سے بھی خط و کتابت کی جائے۔

دفتری کاروبار کو بوجہ احسن انجام دینے کے لئے ایک سب کمیٹی کا انتخاب عمل میں آیا۔ اس سب کمیٹی کو اپنی ضرورت کے لحاظ سے ایک دو ممبران کے اضافہ اور جائز خرچ کا اختیار دیا گیا۔

سالانہ جلسہ کی صدارت یقین تاریخ اور استقبالیہ کمیٹی ایسے اہم امور کا فیصلہ آئندہ کمیٹی کے لئے چھوڑ دیا گیا۔

نیاز مند سکرٹری کی رپورٹ پر منشی محمد علی صاحب بوڑیوالیہ کا نام بوجہ خلاف ورزی قواعد اگزکٹو کمیٹی کے ممبران سے خارج کر دیا گیا۔ منشی فضل کریم اور دیگر چند ممبران نے کہا کہ جو ممبر انجمن کے کاموں میں حارج پایا جائے۔ قواعد کی خلاف ورزی کرے۔ اس کا نام فوراً خارج کر دینا چاہئے۔ اور کہا کہ ہم اس اخراج پر دلی خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔

منشی محمد شریف صاحب کا نام اگزکٹو ممبران میں منظور ہوا۔ اور قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی اور مولوی امام الدین صاحب قریشی کے اسمائے گرامی عام ممبران انجمن میں منظور کئے گئے

اگزکٹو کمیٹی کے آئندہ اجلاس کی تاریخ یکم فروری ۱۹۲۵ء مقرر ہوئی۔

یکم فروری کی کارروائی

قریشی محمد علی صاحب رونق کے زیر صدارت ایک بجے دفتر القریش میں بحاضری جملہ ممبران کارروائی شروع ہوئی۔ ۱۸ جنوری کی کارروائی کنفرم ہونے کے بعد مولانا قاضی نظیر حسین فاروقی ریٹائرڈ مستوفی الریاست قلات کے مراسلات اور دیگر احباب کے خطوط و موصولہ فہرست ہا پڑھ کر سنائے گئے۔ نیاز مند سکرٹری نے قاضی صاحب ممدوح کے قیمتی مشوروں کا شکریہ ادا کرنے کا ریزولیوشن پیش کیا۔ جو دلی عقیدت کے ساتھ اتفاق رائے سے پاس ہوا۔ سکرٹری صاحب انجمن قریش مجرالوالہ کا موصولہ گرامی نامہ جس میں آپ نے کانفرنس قریشیان ہند کے سالانہ اجلاس

میں ہر طرح کی مدد دینے کا وعدہ فرمایا ہے پیش ہونے پر آپکے لئے شکریہ کی تجویز پاس ہوئی۔

حکیم محبوب عالم صاحب مہتمم شفاخانہ مقصود عالم سابق مدیر جریدۂ الشفا نے استقبالیہ کمیٹی کی باضابطہ تجویز پیش کی۔ جو کافی بحث مباحثہ کے بعد منظور کی گئی۔ اور کثرت رائے سے استقبالیہ کمیٹی کی ممبری کی فیس پانچ روپے رکھی گئی۔ نیز حاضرین سے استدعا کی گئی۔ کہ وہ استقبالیہ کمیٹی کے ممبر بہم پہنچانے میں تا بحد امکان سعی و کوشش کریں۔ جس کا سب نے وعدہ کیا۔ استقبالیہ کمیٹی کے صدر حکیم محبوب عالم صاحب اور سکرٹری حکیم شہاب الدین صاحب مدیر رسالہ بلاغ اور جوائنٹ سکرٹری حکیم عبدالعزیز صاحب مالک شفاخانہ عزیز عالم منتخب ہوئے۔ اور اجلاس کی تاریخ ۲-۳ مئی مقرر کی گئی۔

کامل ۳ گھنٹے اس کارروائی میں صرف ہو گئے۔ اس لئے انتخاب صدر وغیرہ کے مسائل کے لئے ۸ فروری مقرر ہوئی۔

اخیر پر حکیم محبوب عالم صاحب نے القریش اور مدیر القریش کی خدمات کا پرزور الفاظ میں اعتراف کرتے ہوئے آپ کے شکریہ کا ریزولیوشن پیش کیا۔ جو بالاتفاق پاس ہوا جس کا جواب مدیر القریش کی طرف سے مناسب الفاظ میں دیا گیا۔ صاحب صدر کی اختتامی تقریر اور دعائے خیر کے بعد ۳ بجے بخیر و خوبی جلسہ برخاست ہوا۔

(عنایت علی سکرٹری)

انجمن قریش گوجرانوالہ

جناب ڈاکٹر محبوب الٰہی صاحب زبدۃ الحکماء سکرٹری انجمن مذکور اطلاع دیتے ہیں۔ کہ حضرت صدیق اکبرؓ کے یوم وصال کی تقریب پر ایک شاندار جلسہ انجمن قریش کے زیر اہتمام جامع مسجد گوجرانوالہ میں منعقد ہوا۔ نعت خوانی کے علاوہ معزز علمائے کرام شہر و بیرونجات نے اسوۂ حسنہ صحابہ کرام و خلفائے راشدہ بیان فرمائے۔ جلسہ نہایت کامیاب طریق پر انجام پذیر ہوا۔

صدیقی کانفرنس بہار

خدائے تبارک و تعالیٰ کا شکر ہے۔ کہ خواب راحت کے مزے لینے والی قوم (قریش) بھی اقوام عالم کی تگ و دو اور جد و جہد سے متاثر ہو کر اپنی پسماندگی کا احساس کرکے بیداری کی طرف مائل ہو رہی ہے۔ اور ہر جگہ قومی اصلاح کا احساس پیدا ہو گیا ہے۔

بہی خواہانِ قوم یہ سنکر مسرور ہونگے۔ کہ صوبہ بہار کے قریشیوں کی ایک مجلس نے پچھلے دنوں برگہ (مونگیر) کے مقام پر اپنی قومی ترقی و اصلاح کے لئے "صدیقی کانفرنس" کے نام سے ایک قومی مرکز کی طرح ڈالی اور اس میں ان تمام ضرورتوں کا احساس کیا۔ جس کا ایک مردہ قوم کو کرنے کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ اس کانفرنس کے باقاعدہ سالانہ اجلاس ہوا کریں گے۔ اور ہندوستان کے اطراف و جوانب سے قریشیوں کو دعوت شرکت دی جایا کریگی۔ خوشی کا مقام ہے۔ کہ اس کے اغراض و مقاصد بھی وہی ہیں۔ جو انجمن قریشیان ہند کے ہیں۔

انجمن قریشیانِ ہند اور اس کی شاخیں اگر اس وقت کو غنیمت سمجھیں۔ اور متحد ہو کر عملی کام کیطرف رجوع کریں۔ تو عجب نہیں کہ قوم کا پہلو بدل جائے۔ اور زندہ قوموں کے دوش بدوش چلنے کی اہلیت پا کر یہ بھی کسی نتیجہ پر پہنچ جائے۔

نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

مخدومی قاضی نذیر حسین صاحب فاروقی قیمتی مضامین کی ترسیل اور خریداروں کی اعانت سے جو القریش پر عنایات فرما رہے ہیں۔ وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ آپ اس وقت تک کئی مضامین عطا کرنے کے علاوہ ۸ درجنوں خریدار (بھی) دے چکے ہیں۔ القریش کی مالی کمزوری سے متاثر ہو کر آپ نے ہی

قیمت سالانہ میں اضافہ کی تحریک فرمائی۔ چنانچہ اب عہ کی بجائے [illegible] رہے۔ لیکن اس پر بھی ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ کہ نرخ بالکل ارزانی مجوزہ۔ ہم آپ کی قدردانی اور حوصلہ افزائی کے بدل مشکور ہیں۔ ناظرین جریدہ میں سے ۲۵ فیصدی احباب بھی آپ کی تقلید میں اگر ہماری اعانت کی طرف رجوع کریں۔ تو القریش کی مالی کمزوری کے فوری سدباب کے علاوہ قوم کی اصلاح بہت جلد یقینی ہے۔ ہم اپنے احباب سے توقع رکھتے ہیں۔ کہ وہ اس ضرورت کو محسوس کریں گے۔ خدا توفیق دے آمین۔

القریش کی دس سالہ عمر میں واحد مثال

القریش کی دس سالہ عمر میں یہ پہلا موقع ہے کہ ایک ہی گھر میں ایک ہی جگہ رہتے ہوئے باپ اور بیٹا اس کے الگ الگ خریدار ہوں۔ القریش بھی اگرچہ خوبیٔ مضامین سے روز افزوں بہترین ترقی کر رہا ہے لیکن یہ سب اس کے کرمفرمایان کی کوشش کا نتیجہ ہے۔ ہم مولانا قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کے دلی شکر گذار ہیں۔ کہ آپ کی توجہ سے القریش کو یہ فخر حاصل ہوا ہے۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

چند روز ہوئے محترمی قاضی محمد عبید اللہ صاحب قریشی پنشنر نے اس کے معاونین میں داخل ہو کر زرچندہ عطا فرمایا۔ اب آپ کے صاحبزادے قریشی محمد ظریف صاحب نے اپنے والد محترم کی تقلید میں زرچندہ عطا کیا ہے۔ جس کے لئے ہم مشکور ہیں۔

شکریہ احباب

جن برادران گرامی نے بعنایات مخلصانہ القریش کی توسیع اشاعت میں نمایاں حصہ لیکر ہماری مالی مدد فرمائی ان کے اسمائے گرامی بشکریہ درج ذیل ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ دیگر احباب بھی اپنے قومی رسالہ کی اشاعت بڑھانے میں حصہ لیکر ہماری شکر گذاری کا موجب ہونگے۔

جناب مولانا قریشی امام الدین صاحب سپرنٹنڈنٹ ضلع لورالائی۔

(۱) جناب ڈاکٹر غلام حسین صاحب قریشی۔ سب اسسٹنٹ سرجن۔
(۲) جناب ڈاکٹر محمد صدیق صاحب صدیقی۔ سب اسسٹنٹ سرجن۔
(۳) جناب بابو محمد علی صاحب نسیم
(۴) جناب سید دوست محمد شاہ صاحب خرشین نائب تحصیلدار۔
(۵) جناب مولوی محمد عبد الرشید خانصاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر۔
(۶) جناب قاضی عبد العزیز خان صاحب سوہدری تحصیلدار
(۷) جناب قاضی محمد میر عالم جانصاحب تحصیلدار
(۸) جناب مرزا عبد الرزاق صاحب عرائض نویس
(۹) جناب خانصاحب محمد عیسیٰ خانصاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر۔
(۱۰) جناب قاضی محمد رمضان خانصاحب پیشکار۔
(۱۱) جناب منشی منظور حسین شاہ صاحب پیشکار۔
(۱۲) جناب خانصاحب قاضی محمد عبد اللہ صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر۔

جناب قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مستوفی اسٹیٹ قلات گوجرانوالہ۔

(۱) چودھری عنایت اللہ خانصاحب پٹواری۔
(۲) جناب قاضی مظفر حسین صاحب فاروقی ٹرانسلیٹر محکمہ ڈپٹی کمشنر۔
(۳) جناب قاضی فضل حسین صاحب قریشی رئیس
(۴) جناب قاضی محمد اسمٰعیل صاحب ہیڈ کانسٹیبل
(۵) جناب قاضی محمد عبد اللہ صاحب قریشی پنشنر

ہیڈ کانسٹیبل۔

(۶) جناب قاضی غلام یٰسین صاحب قریشی کاردار
(۷) جناب راجہ مظفر حسین خاں صاحب جنجوعہ فارسٹ

رینجر۔

جناب مولوی فقیر محمد صاحب پنشنر انسپکٹر۔

(۱) جناب منشی فیض علی صاحب قریشی ہیڈ کانسٹیبل
(۲) جناب بابو غوث محمد صاحب قریشی اورسیر
(۳) جناب منشی عنایت علی صاحب قریشی ار دلی ہیڈ

کانسٹیبل۔

(۴) جناب منشی امام الدین صاحب قریشی ہیڈ کانسٹیبل
جناب مولوی سید عالم صاحب فاروقی ۔ بی ۔

او ۔ ایل۔

(۱) جناب منشی کریم اللہ صاحب قریشی صدیقی۔
(۲) جناب مولوی مظفر الدین صاحب قریشی فاروقی۔
(۳) جناب مولوی محبوب عالم صاحب فاروقی۔
(۴) جناب پیر فیض کریم صاحب
(۵) جناب پیر ضیاء الدین صاحب گرداور قانونگو۔
جناب قاضی شاہ ولی صاحب وکیل ہائیکورٹ۔
(۱) جناب حکیم رحمت علی صاحب۔
(۲) جناب مولوی محمد عصمت اللہ صاحب نائب تحصیلدار

بندوبست۔

(۳) جناب شیخ غلام حسین صاحب شاکر صدیقی۔

سب اورسیر۔

(۱) جناب پیر محمد یعقوب صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس
انجمن قریش جالندھر۔

(۱) خود برائے دفتر
جناب پیر سید علی احمد صاحب فریدی چشتی۔
(۱) جناب پیر سید امام علی شاہ صاحب
پاک پتن شریف

صدارت کیلئے پیش شدہ اسماء

کانفرنس قریشیان ہند کا آئیندہ سالانہ اجلاس جو مجلس منتظمہ منعقدہ یکم فروری ۲۵ء کے فیصلہ کے مطابق ۲۔ ۳ مئی ۲۵ء کو ہونا قرار پایا ہے۔ کی صدارت کے لئے اس وقت تک ناظرین القریش کی طرف سے حسب ذیل بزرگان کے نام پیش ہوئے ہیں۔ مجلس استقبالیہ کی خواہش ہے۔ کہ قارئین کرام مزید غور کرکے اور نام بھی پیش کریں۔ اور پیش شدہ اسماء کے متعلق بھی اپنی رائے کے اظہار سے مستفید فرمائیں۔ تاکہ بہترین انتخاب عمل میں آسکے۔

(۱) پیر سید جماعت علی شاہ صاحب سجادہ نشین علی پوری۔

(۲) خان بہادر ملک محمد امین خاں صاحب او۔ بی ای۔ رئیس اعظم و آنریری مجسٹریٹ درجہ اول شمس آبادی

(۳) خان بہادر سید مہدی شاہ صاحب ۔ سی۔ آئی۔ ای۔ رئیس اعظم و آنریری مجسٹریٹ درجہ اول۔ گوجرہ۔

(۴) دیوان سید محمد صاحب سجادہ نشین درگاہ حضرت باباگنج شکرؒ رئیس پاک پٹن شریف۔

(۵) خان بہادر میاں محمد حیات صاحب قریشی رئیس اعظم و آنریری مجسٹریٹ سرگودہا۔

(بقیہ صفحہ ۵) ہمارا فرض اور اہم فرض ہے۔ کہ ہم انکی دستگیری انکی امداد اور نگرانی کریں۔ اور تعلیم و تربیت کے لئے وہی کوشش کریں جو اپنے بچوں کے لئے کرتے ہیں۔ انہیں ضروریات زمانہ کے مطابق علوم و فنون کے علاوہ مختلف قسم کے پیشوں کے سکھانے پر روپیہ خرچ کریں۔ بہت سے محنتی اور ذہین طلباء اس وجہ سے تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں۔ کہ وہ تعلیم کے بھاری اخراجات برداشت نہیں کرسکتے۔ ایسے طالبعلموں کے واسطے وظائف مقرر کئے جائیں تاکہ وہ عزت و آسائش کیساتھ تعلیم حاصل کرسکیں۔ اور بڑے ہوکر

کانفرنس قریشیان ہند کا اجلاس

اقوام عالم ترقی کے میدان میں جس سرعت و تیزگامی سے بڑھی جا رہی ہیں۔ اور انکا تگ و دو میں جو کامیابی انہیں حاصل ہوئی ہے وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ فی زمانہ وہی قومیں زندہ رہ سکتی ہیں۔ جو میدان عمل میں نکل کر اپنی ہستی کو قائم رکھنے کیلئے جد و جہد سے کام لیں۔ قریشیوں کو اب بیدار ہو کر زندہ قوموں کے قدم بقدم چلنے کی بڑی ضرورت ہے۔ انکی موجودہ حالت اس امر کی مقتضی ہے کہ وہ اقوام کی دوڑ دھوپ سے متاثر ہو کر میدان میں گامزن ہو نیکیلئے یکدم بیدار ہو جائیں

مرکزی انجمن

کی مجلس منتظمہ نے ان حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے قومی دربار کے انعقاد کی سخت ضرورت محسوس کی ہے۔ اور تجویز کیا ہے۔ کہ

امرتسر کے مقام پر ۲-۳-۴ مئی ۱۹۲۵ء

کو ایک شاندار قومی اجلاس ہو۔ استقبالیہ کمیٹی کا انتخاب عمل میں آ گیا ہے جس کے سکرٹری حکیم شہاب الدین صاحب مدیر "بلاغ" اور صدر محترم حکیم محبوب عالم صاحب مہتمم شفاخانہ مقصود عالم جنکے تجربہ سے آل انڈیا ویدک اینڈ طبی کانفرنس کے اجلاس کو نمایاں کامیابی ہوئی منتخب ہوئے۔

استقبالیہ کمیٹی کی ممبری کی فیس پانچ روپے تجویز کئے گئے ہیں۔ صوبہ پنجاب کے مشہور مقامات اور مضافات کے قریشی احباب اس کے ممبر منتخب کئے جائیں گے لہذا اسکولوں اور کالجوں کے قریشی طلبا استاد اور دیگر تمام اصحاب ملازم و غیر ملازم جو قریشی النسب ہیں اپنا اپنا نام و پتہ اور دیگر قریشی احباب کی فہرستیں دفتر انجمن قریشیان ہند میں بھیجدیں۔ تاکہ مدعو کئے جا سکیں۔ اور شامل اجلاس ہوں۔

صوبہ پنجاب کے مختلف مقامات پر ایسے دردمندان و بہی خواہان قوم کی ضرورت ہے جن کی خدمت میں فراہمی فیس ممبری استقبالیہ کمیٹی کے لئے رسید بکیں بھیجی جا سکیں اور اپنے علاقہ میں نشر و اشاعت کے فرائض انجام دینے میں ہمارے دست و بازو بنیں۔ امید ہے کہ احباب خاص توجہ دینگے۔

سامنے تقدیر کے رسوائی تدبیر دیکھ

از

(علامہ اقبال مدظلہ)

عشق کو فریاد لازم تھی سو وہ بھی ہو چکی ‌ ‌ ‌ اب ذرا دل تھام کر فریاد کی تاثیر دیکھ

تو نے دیکھا سطوتِ رفتارِ دریا کا عروج ‌ ‌ ‌ موجِ مضطر کس طرح بنتی ہے اب زنجیر دیکھ

عام حریت کا جو دیکھا تھا خواب اسلام نے ‌ ‌ ‌ اے مسلمان آج تو اس خواب کی تعبیر دیکھ

اپنی خاکستر سمندر کو ہے سامانِ وجود ‌ ‌ ‌ مر کے پھر ہوتا ہے زندہ یہ جہانِ پیر دیکھ

کھول کر آنکھیں مرے آئینۂ گفتار میں ‌ ‌ ‌ آنے والے دور کی دھندلی سی اک تصویر دیکھ

آزمودہ فتنہ ہے اک اور بھی گردوں کے پاس ‌ ‌ ‌ سامنے تقدیر کے رسوائی تدبیر دیکھ

مسلم استی سینہ را از آرزو آباد دار

ہر زماں پیشِ نظر لا یخلف المیعاد دار

تذکرۃ الصالحین

فریدِ اعظم

(نمبر ۲)

خانقاہ معلیٰ کی سفید عمارت دور ہی سے ایک دلفریب منظر پیش کرتی اور آپ کے آرامگاہ ہونے کا پتہ دیتی ہے۔ دامنِ کوہ سے ایک بلندی تک شہر کا پھیلاؤ ہے جس کی گلیاں بہت تنگ ہیں۔ خانقاہ کے شرقی اور غربی دو دروازے ہیں۔ جن پر چاندی سے نقش و نگار کا کام کیا ہوا ہے سنگ مرمر کی دیواریں سنگِ سیاہ کے کتبوں اور اشعار سے مزین ہیں۔ اور دونوں دروازوں پر لا الٰہ الا اللہ کا کلمہ شریف لکھا ہے۔ جو صدہا سال سے فدائی اسلام کی وحدانیت کی شہادت دیتا چلا آ رہا ہے۔ خانقاہ کے اندر مزار شریف سطح زمین سے چند فٹ بلند ہے جس پر اس قدر نور برستا ہے۔ کہ منکر ولایت بھی اس بات کے اعتراف پر مجبور ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ واقعتاً یہاں ایک خدا پرست استراحت فرما ہیں۔ مرقد منورہ کے پاس چند ایک اور بھی قبریں ہیں۔ جن میں خانقاہ کے مجاور مدفون ہیں۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت فرید الملت کے وصال کے بعد اب تک انتیس[۲۹] مجاور خانقاہ معلیٰ کی جاروب کشی کی خدمات ادا کرتے ہوئے جنت الفردوس کو سدھار ہے۔

خانقاہ کے دو بیرونی دروازوں میں سے جنوبی دروازہ "دروازۂ ارم" کے نام سے مشہور ہے[۲]۔ جو دو وزنی قفلوں سے مقفل رہتا ہے۔

ماہ محرم کی چوتھی اور پانچویں تاریخ کی درمیانی رات کو دروازہ ارم کھلا رہتا ہے۔ اور عقیدتمندان و مستمندان حصول بہشت کو اس سے گذرنے کی اجازت دیجاتی ہے۔ جنوبی دروازہ بہشتی کی وجہ تسمیہ یہ ہے۔ کہ جناب خواجہ نظام الدین نے خواب میں دیکھا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم یہاں کھڑے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ "وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ آمِناً" یعنی جو کوئی اس دروازہ میں داخل ہو۔ آتش دوزخ سے محفوظ رہے۔

محرم کے ایام میں پاکپٹن زائرین کی بستی بن جاتا ہے۔ جس میں اس وقت کم از کم ساٹھ ہزار اور زیادہ سے زیادہ ایک لاکھ آدمیوں کا ہجوم ہوتا ہے جس میں دنیائے اسلام کے ہر حصے کے لوگ دور دراز مقامات سے آ کر موجود ہوتے ہیں۔ اور اس وقت بر اعظم ایشیا کی قریباً تمام زبانیں خانقاہ معلیٰ کے گرد سنائی دیتی ہیں۔ اور جہانتک حد نگاہ کام کرتی ہے۔ آدمیوں کے سر ہی سر دکھائی دیتے ہیں۔ زائرین فرط انبساط سے اچھلتے۔ کودتے۔ پیدل۔ گاڑیوں چھکڑوں اور اونٹوں پر آتے اور خانقاہ معلیٰ کی زیارت سے مشرف ہونے پر شکر ادا کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں زندگی میں یہ سعادت میسر آ گئی۔

شہر کی جانب دامنِ کوہ میں جو وسیع میدان ہے۔ وہ اس وقت زائرین کے ہجوم سے پٹا پڑتا ہے۔ اور جنگل میں منگل کا سماں دکھائی دیتا ہے۔ ہر قسم کے تماشہ کرنے والے اور بازیگر وغیرہ جمع ہوتے ہیں۔ اور نشانے

---

[۲] ۱۹۱۱ء میں اس کے متعلق بمقام گوشہ الہام ہوا کہ "زندہ کوہ طور تھا یہ کوہ نور ہے" [illegible]

پھلتا ہے۔ ہجوم میں ترکی ٹوپی پہننے والے پگڑی باندھنے والے۔ انگریزی لباس سے مانوس۔ ڈھیلے ڈھالے بلوچی اور افغانی چوغے استعمال کرنے والے عربی قبا پہننے والے۔ دیا جامہ اور پتلون زیب تن کرنیوالے۔ تہ بند باندھنے والے اور لنگوٹ بند فقیر غرضیکہ سبھی قسم کے لوگ نظر آتے ہیں جنمیں اردو۔ فارسی۔ عربی۔ پشتو۔ کشمیری۔ تامل پنجابی۔ چکلی۔ بردا ہی۔ بلوچی۔ سندھی اور انگریزی بولنے والے پائے جاتے ہیں۔

اپاہج۔ لولے لنگڑے۔ اندھے۔ بہرے۔ گونگے۔ اور کانے بھی بتعداد کثیر موجود ہوتے ہیں۔ او عالم ہوں یا جاہل امیر ہوں یا غریب ان سب کا مقصد وحید فقط یہی ہوتا ہے۔ کہ کسی طرح بہشتی دروازے سے گذر جائیں۔

اس دروازے سے گذرنا کوئی آسان بات نہیں ہوتی ہر سال اس کے متعلق مقامی حکام کو خاص انتظام کرنا ہوتا ہے کیونکہ ایک ہی رات کے عرصہ میں ساٹھ ستر ہزار نفوس کا ایک تنگ دروازہ سے گذرنا کوئی معمولی کام نہیں ہو سکتا۔ اور ریل پیل اور دھکا میں گزند کا پہنچنا بھی ناممکنات سے نہیں ہوتا۔ اسلئے پولیس کی نفری کافی تعداد میں مہیا کی جاتی ہے۔ شفاخانے قائم کئے جاتے اور دیگر سب ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں۔ جن سے حتی الامکان زائرین صدمہ اور تکلیف سے محفوظ رہ سکیں۔ زائرین میں نابینوں۔ بیماروں۔ بوڑھوں اور بچوں کے علاوہ ہر درجہ کے ملازم اور افسران مختلف ممالک کے عمائد و شرفا بھی ہوتے ہیں۔

دروازۂ ارم کے کھلتے ہی شام ہی سے زائرین یکے بعد دیگرے ایک مقررہ اور محدود لائن کے اندر اس کے نیچے سے گذرنے کی اجازت دیجاتی ہے جسمیں وہ تمام ترتیب کو ملحوظ نہ رکھتے ہوئے مستانہ وار حصول دعا کی کوشش میں لگ جاتے ہیں۔ اور اس وقت نفسی نفسی کا عالم نظر آنے لگتا ہے۔ اس دوران میں "فرید" "فرید" کے پرزور نعروں سے آسمان گونج اٹھتا ہے۔ مگر جوں جوں رات ڈھلتی جاتی ہے۔ توں توں انتظام اور ترتیب زیادہ بہتر ہوتے جاتے ہیں حتی کہ صبح تک قریباً ساٹھ ہزار نفوس اپنے مدعائے دلی کو پہنچ چکتے ہیں۔ جس کے بعد پھر ایک سال کے لئے وہ دروازہ بدستور بند ہو جاتا ہے۔ اور زائرین چین اور امن کے ساتھ کچھ وقت کیلئے رات بھر کی بیداری اور تھکاوٹ کی وجہ سے ایسی میٹھی اور گہری نیند سو جاتے ہیں۔ کہ گویا انہوں نے یہ ایسا نیک کام کر لیا جس کے صلہ میں وہ بہشت بریں کے امیدوار ہو چکے ہیں ؎ اگر خواہی خلاصی از غم و رنج۔ بیا در روضۂ پاک شکر گنج

عِندَ ذِکرِ الاَبرَارِ تَتَنَزَّلُ الرَّحمَۃ۔ مقربان بارگاہ الٰہی کے حالات کا تذکرہ باعث نزول رحمت اور موجب حفظان ایمان ہوتا ہے۔ اس لئے میں بھی اپنی پر از معصیت حالت کے اقتضا سے جد امجد حضرت فرید الملت و الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حضور میں جد مکرم مولانا قاضی غلام محمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے ان الفاظ میں اپنی تمنائے صادقہ و درخواست کا اظہار کرتا ہوں اور اسی پر اسکو ختم کرتا ہوں۔

بندہ از کمتریں فرزنداں ‌‌ از سعادت بہادہ سر بر در
خستہ فرزندانہ پریشانی ‌‌ مے توانی اب کشید آخر
از کرم دست ایں فتادہ بگیر ‌‌ کہ چنیں است لطفہ جد و پدر

احقر الکونین عبدہٗ نظیر حسین فاروقی ریٹائرڈ مستوفی۔ از گوجرانوالہ

مارچ ۱۹۲۵ء کا القریش

جن معاونین کرام کا سالانہ چندہ اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے مارچ کا القریش انشاء اللہ ان کی خدمت میں بذریعہ قیمت طلب وی پی روانہ ہوگا۔ کوئی صاحب اگر کسی وجہ سے خدانخواستہ آئندہ کے لئے اسے جاری نہ رکھنا چاہیں تو بواپسی اطلاع مشکور کریں۔ تا کہ وی پی کی واپسی نقصان کا موجب نہ ہو۔ (مینیجر)

فغانِ مسلم

ہے یہ جسمِ ناتواں بے روح و جاں ہوکر
اگر از لباسِ پادشاہی دھجیاں ہوکر

تڑپتا ہے دلِ پُر درد جب دن رات سینے میں
تو پھر اے ہمنشیں کس طرح بیٹھیں شادماں ہوکر

کچھ ایسا کوہِ غم ٹوٹا ہے اپنے ناتواں دل پر
نکلتی ہے زباں سے بات بھی آہ و فغاں ہوکر

جلایا آتشِ غیرت نے ایسا جانِ محزوں کو
کہ سب چہرے کی سرخی اُڑ گئی آخر دھواں ہوکر

کمر بھی ہو گئی خم مضمحل اعضاء ہوئے سارے
یہ دن اب زندگی کے کٹ رہے ہیں نیم جاں ہوکر

ہم ایسی زندگی کو موت پر ترجیح دیتے ہیں
کہ جب ہر روز گذرے ہم پہ اک کوہِ گراں ہوکر

خلافِ شانِ غیرت اس میں اک پہلو نکلتا ہے
اگر اسطرح ہم زندہ رہے بھی سخت جاں ہوکر

عمر یہ سخت جانی بھی کہاں تک ان کو روکے گی
بلائیں روز جب آئیں گی مرگِ ناگہاں ہوکر

خبر کیا تھی کہ قسمت میں ہے سنگِ آستاں ہونا
نہیں تو اس طرح کیوں سر اٹھاتے آسماں ہوکر

قیامت ہے گرے وہ قوم ایسے قعرِ ذلت میں
رہی ہو مدتوں دنیا میں جو صاحبقراں ہوکر

نہ کیونکر خوف ہو ہر وقت اس کو زخمِ تازہ کا
جیسے رہنا پڑے ہیں ۳۲ دانتوں میں زباں ہوکر

اگر عہدِ وفا کو ہم نہ دل سے یوں بھلا دیتے
تو پیش آتے بھلا اس طرح وہ نامہرباں ہوکر

معاذ اللہ وہ دل ہو نہیں سکتا دلِ مومن
جگہ جس دل میں کفر و شرک نے کی روح و جاں ہوکر

ہمیں نے ان سے منہ موڑا ہمیں الٹے ہوئے باغی
نہیں تو ہم کو وہ یوں بھول جاتے مہرباں ہوکر

مئے سرجوشِ عصیاں نے ہمیں جب کر دیا بیخود
تو وہ بھی ہو گئے غافل ہمارے پاسباں ہوکر

گناہوں کی نجاست سے نہ ہو جسمیں جگہ باقی
وہ ایسے دل میں بیٹھیں کسطرح آرامِ جاں ہوکر

نظر آتا نہیں کچھ کھا رہے ہیں ٹھوکریں پیہم
سیہ کاری کا سر پہ ابر چھایا ہے دھواں ہوکر

گرایا گمرہی نے قوم کو چاہِ ضلالت میں
رہا اسلام بے کس یوسفِ بے کارواں ہوکر

مرے آزارِ دل کا کر علاج اے چارہ گر۔ لیکن
یہ تدبیریں تری رہ جائیں گی سب رائیگاں ہوکر

خدارا دے اجل اب تو ہماری دستگیری کر
کہ چھوٹیں کاش اس ذلت سے بے نام و نشاں ہوکر

جو عاشق امتحانِ عشق میں لے تیغ مرتا ہے
تو اس کو موت آتی ہے حیاتِ جاوداں ہوکر

"الہلال"

مذاکرہ و مناظرہ

صدائے حق

جرأت صداقت پر ایک نظر کے جواب میں

(از جناب شیخ غلام حسین صاحب شاکر صدیقی)

(نمبر ۲)

قرآن کریم میں اگرچہ بہت جگہ اس امتیاز کے خلاف حکم ہے۔ لیکن مندرجہ ذیل دو آئتیں ہی اس کے لئے بس کرتی ہیں۔

(۱) وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعاً وَّ لَا تَفَرَّقُوْا ۔ (آل عمران) — سب کے سب اللہ کے دین کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہونا۔

(۲) یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْباً وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ (حجرات) — لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا۔ اور پھر تمہاری ذاتیں اور برادریاں ٹھہرائیں۔ تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کر سکو۔ ورنہ اللہ کے نزدیک بڑا شریف وہ ہے جو سب سے پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔

اگرچہ صریح نصوص قرآنی کے ہوتے کسی اور دلیل کی ضرورت نہیں۔ لیکن عہد نبوت کے چند ایک واقعات بھی جو آئینہ بردار مساوات ہیں۔ مختصراً عرض کئے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت زید بن حارث حضور کے غلام تھے حضور ان کو طوقِ غلامی ان کی گردن سے اتار کر آزاد کرتے ہیں۔ اور ان کو اپنا متبنےٰ بنا لیتے ہیں۔ اور اپنی پھوپھی کی لڑکی سے ان کا نکاح کرا کے مساوات کی عدیم المثال نظیر قائم کرتے ہیں۔

(۲) حضور سرداران قریش کو نصیحت فرما رہے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مکتوم آتے ہیں۔ اور حضور کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں۔ آنحضرت کو ان کا کلام ناگوار گذرتا ہے۔ لیکن ارشادِ ربانی نابینا اصحابی کو روسائے قریش پر فضیلت دیتا ہے۔

(۳) حضور کا قبیلہ بنو ہاشم قبائل عرب میں پہلے تولیت کعبہ کی وجہ سے اور پھر حضور کا خاندان ہونے کی وجہ سے ممتاز ترین خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن اس شرافت نسبی کا خیال نہ کر کے حضور اپنی پھوپھی صفیہ اور اپنی لخت جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کو کسب عمل کی ہدایت فرماتے ہیں۔ اور اعمال حسنہ کو اخروی نجات کا ذریعہ بتاتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ خدا کے ہاں میری رشتہ داری اور شرافت نسبی تمہارے کام نہیں آئیگی۔

(۴) مسجد نبوی میں ستارے چاند کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے ہیں ایک اعرابی آتا ہے۔ جگہ تنگ ہونے کے باعث حضور اس کو دائیں جانب اپنے پاس جگہ عنایت

فرماتے ہیں۔ اتنے میں کہیں سے دودھ کا پیالہ بطور ہدیہ آتا ہے۔ پہلے حضور خود نوش فرماتے ہیں۔ اس کے بعد وہی پیالہ جس میں کچھ دودھ باقی ہوتا ہے۔ اسی داہنے ہاتھ بیٹھے ہوئے اعرابی کو عنایت فرماتے ہیں۔ حضرت صدیق اکبر بائیں ہاتھ پاس بیٹھے ہیں۔ حضرت عمر ان کی طرف ہاتھ کرتے ہیں۔ لیکن آداب مجلس کے رو سے حضرت صدیق اکبر کی شرافت نسبی اور بے پایاں دفتر فضایل رکھنے کے باوجود ایک اعرابی چشم نبوت میں وقیع نظر آتا ہے۔

۵۔ جنگ موتہ کے لئے جو فوج مدینہ سے روانہ ہوتی ہے۔ اس میں علاوہ اور جلیل القدر اصحاب کے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت خالد بن ولید بھی ہیں۔ جب اس فوج کی امارت حضرت زید آزاد شدہ غلام کو دی جاتی ہے۔ تو عام مساوات اسلامی بالآخر سب کی زبان بند کر دیتی ہے۔

ان ہی حضرت زید رضؓ کے فرزند حضرت اسامہ رضؓ کو حضور مہم اسامہ کی افسری کے لئے منتخب فرماتے ہیں۔ اس انتخاب پر چہ میگوئیاں ہوتی ہیں۔ حضور سنکر فرماتے ہیں۔ کہ اس کے باپ کے انتخاب امارت پر بھی تم نے اعتراض کیا تھا۔ حالانکہ وہ اس عہدہ کے قابل تھا۔ اس مہم میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی بطور سپاہی شریک ہیں۔ ابھی فوج روانہ نہیں ہوتی کہ حضور سرور کونین کی علالت خطرناک حالت تک پہنچ جاتی ہے۔ اور مہر رسالت آغوش لحد میں چھپ جاتا ہے۔

خلیفہ کا انتخاب عمل میں آتا ہے یعنی حضرت صدیق اکبر کے دست حق پرست پر بیعت کی جاتی ہے۔ حضور کی تکفین کے بعد خلیفہ اول، فوج کی روانگی کا اعلان کرتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایسے نازک وقت میں یہ روانگی روک لیجئے۔ آپ رسول اکرم کے عزم مبارک کے خلاف کرنے سے تصور سے کپکپا اٹھتے ہیں۔ اور جب ان کو سردار لشکر ہی بدل دینے کو کہا جاتا ہے۔ تو اس درخواست کرنے والے کو سرزنش فرماتے ہیں۔ اس گفت و شنید کے بعد آپ حضرت اسامہ کو سوار کراتے ہیں۔ اور کئی قدم ان کی رکاب تھامے پیدل چلتے ہیں۔ اور خلیفۂ وقت ہو کر امیر لشکر حضرت اسامہ سے حضرت عمرؓ کو جو بطور سپاہی اس مہم میں شریک تھے۔ تدابیر ملکی میں باہمی مشاورت کے لئے چھوڑ جانے کی درخواست کرتے ہیں بے مثل مساوات اسلامی کا نقش تازہ کرتے ہیں۔

۶۔ سنہ ۸ھ میں مکہ فتح ہوتا ہے۔ مشیت ایزدی کے مطابق خلیل حق کا بنایا ہوا کعبہ۔ دائرہ اسلام کا مرکز بتوں کی آلائش سے۔

"قل جاء الحق وزہق الباطل۔ اِن الباطل کان زہوقا"
(بنی اسرائیل)

ترجمہ:۔ اے پیغمبر ان سے کہو کہ حق آیا۔ اور باطل نیست و نابود ہوا۔ تحقیق باطل نیست و نابود ہونے والا تھا کہہ کر پاک وصاف کر دیا جاتا ہے۔ اور خطبہ فتح دیتے وقت قریش کی عظمت اور تفاخر نسبی کو پاؤں میں روند دیا جاتا ہے۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحدَہٗ لَاشَرِیکَ	ایک خدا کے سوا اور کوئی
لَہٗ صَدَقَ وَعدَہٗ وَنَصَرَ عَبدَہٗ	خدا نہیں ہے۔ اس کا کوئی
وَھَزَمَ الاَحزَابَ وَحدَہٗ اَلَا	شریک نہیں۔ اس نے اپنا
کُلُّ مَاثُرَۃٍ اَودَمٍ اَو مَالٍ یُدعٰی	وعدہ سچا کیا۔ اپنے تمام
فَھُوَ تَحتَ قَدَمَیَّ ہَاتَینِ اِلَّا سِدَانَۃَ	تمام بندوں کی مدد کی۔
البَیتِ وَسِقَایَۃَ الحَاجِّ۔	اور تمام جتھوں کو توڑ دیا۔

ہاں، تمام مفاخر۔ تمام انتقامات۔ خونہائے قدیم۔ تمام خونبہا۔ سب میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ صرف حرم کعبہ کی تولیت اور حجاج کی آب رسانی اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(باقی آئندہ)

اَلحُرّیّۃ فِی الاِسلام

نظامِ حکومتِ اسلامیہ

وامرھم شوریٰ بینھم

(نمبر ۴)

یہ ہے اسلام کی فرمانروائی کی اصلی تصویر اور یہ ہے وہ مساوات حقیقی کی تعلیم جس کے ساتھ اعمال نبوت کا اسوہ حسنہ بھی پیش کر دیا گیا تھا یہ سچ ہے۔ کہ انقلاب فرانس نے یورپ کو استبداد و تسلط اور امتیاز افراد سے نجات دلائی۔ اور اس نے معلوم کیا کہ ہر انسان بلحاظ انسان ہونے کے انسان ہے۔ اگرچہ وہ سر پر تاج اور ہاتھ میں عصائے حکومت رکھتا ہو لیکن باایں ہمہ آج بھی جبکہ تمام یورپ سے مخفی فرمانروائی کا جنازہ اٹھ چکا ہے۔ جبکہ قانون کی عزت سب سے بالاتر سمجھی جاتی ہے۔ جبکہ مساوات و آزادی کے غلغلوں سے اس کا گوشہ گوشہ گونج رہا ہے۔ ایک نظیر بھی ایسی پیش کی جا سکتی ہے جس میں فرمانروائے وقت نے ایسے صاف اور سچے لفظوں میں مساوات انسانی کا اعلان کیا ہو اور خود اپنے اوپر اس کا نمونہ پیش کرنے کے لئے آمادہ کیا ہو!

انگلستان میں بادشاہ قانون کا تابع بیان کیا جاتا ہے۔ اور امریکہ و فرانس میں پریسیڈنٹ ایک عارضی منشورہ فرمائے حکومت سے زیادہ نہیں۔ لیکن اگر واقعات جو نظائر کے جمع کرنے پر متوجہ ہوں۔ تو صدہا واقعات پیش کئے جا سکتے ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ قانون نے اس دور مدنیت و آزادی میں اعلیٰ و ادنیٰ اور بادشاہ و رعایا کا ویسا ہی فرق قائم کر رکھا ہے۔ جیسا کہ ہندوستان میں منو کے زمانہ میں تھا۔ یا دور مظلمہ کی ان انسانی پرستش گاہوں نے کیا ہے جن کو آج تاریخ لعنت و نفرین کیساتھ یاد کرتی ہے۔

ہم کو یورپ کی ان عدالتوں کا نشان دو جہاں بادشاہ وقت ایک معمولی فرد رعایا کے دعوے کی جوابدہی کے لئے آ کر کھڑا ہو۔ کیونکہ ہم نہ صرف مدینے کی اس سادہ عدالت کدہ مسجد ہی میں بلکہ دمشق اور بغداد کے پُر شوکت عدالت خانوں میں بھی ایسا ہی دیکھ رہے ہیں۔ ہم کو وہ قانون بتلاؤ جس نے چوری کی سزا سپاہی کے لڑکے کی طرح بادشاہ کی لڑکی کو بھی چاہی ہو۔ کیونکہ عرب کے اس قدوس بادشاہ کا اعلان ہم پڑھ رہے ہیں۔ جو بادشاہوں کو مٹانے کے لئے آیا تھا۔

کیا آج بھی قانون عملاً ادنیٰ و اعلیٰ میں تمیز نہیں کرتا ہے؟ کیا کل کی بات نہیں ہے۔ کہ انگلستان میں ایک مدعی کے جواب میں پارلیمنٹ نے اعلان کر دیا تھا۔ کہ بادشاہ عدالت میں حاضر نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کوئی اعلیٰ سے اعلیٰ عدالت اس کے نام سمن جاری کر سکتی ہے! یہ اعلان ہی

نہیں ہے۔ بلکہ قانون ہے کیونکہ قانون نے بااین ہمہ ادعائے مساوات بادشاہ کو عدالت کی حاضری سے بری اور مستثنےٰ کردیا ہے۔

صدیوں کی جد وجہد کے بعد دنیا کا آج حاصل حریت اس سے زیادہ نہیں۔ پھر وہ دعوت کیسی مقدس و محترم اور وہ مرید من اللہ ہاتھ کیسا عظیم و جلیل تھا جس نے چھٹی صدی کی تاریکی میں حقیقی حریت و مساوات انسانی کا چراغ روشن کیا اور اعلان کردیا کہ

لو ان فاطمہ بنت محمد سرقت۔ لقطعت یدھا
صلی اللہ علیہ و علےٰ آلہ و اصحابہ وسلم

خلیفۂ اول کا اعلان
اور مساوات کا تخیل عمومی

حضرت ابوبکر نے خلافت کی جو پہلی تقریر کی تھی۔ اس کے حسب ذیل فقرے پڑھو:-

(ترجمہ) تم میں جو قوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف ہے۔ یہانتک کہ میں اس سے حق وصول کروں۔ اور جو ضعیف ہے۔ وہ قوی ہے۔ تا آنکہ میں اس کو اس کا حق نہ دلواؤں۔

اس مساوات کی تعلیم نے پیروان اسلام کے قلب و دماغ کو حریت و مساوات کے تخیل سے لبریز کردیا تھا۔ فارس کی لڑائی میں جب مغیرہ بن شعبہ ایرانی سپہ سالار کے پاس سفیر بن کر گئے۔ اور تخت پر اس کے برابر بیٹھ گئے تو درباریوں نے یہ سوء ادب دیکھ کر تخت سے اتار دیا۔ اس پر ان کے منہ سے کس بے ساختگی کے ساتھ یہ الفاظ نکلے ہیں:-

(ترجمہ) ہم مسلمانوں میں تو ایک دوسرے کو غلام سمجھنے کا دستور نہیں ہے۔ یہ تمہارا کیا حال ہے۔

امتداد زمانہ نے خصوصیات اسلام بہت کچھ مٹا دئے۔ تاہم اس واقعہ سے کون انکار کرسکتا ہے۔ کہ آج بھی مہذب ترین ممالک میں سیاہ و سپید قومیں اپنی عبادت گاہوں میں ایک دوسرے کے ساتھ صف میں نہیں بیٹھ سکتیں۔ لیکن مساجد اسلام میں ایک ادنیٰ ترین مسلمان ایک امیر الامراء بلکہ شاہ افغانستان کے پہلو بہ پہلو کھڑا ہوتا ہے۔ اور کوئی اس کو اپنی جگہ سے ہٹا نہیں سکتا۔ کیا ان تعلیمات و واقعات کے بعد بھی کہا جا سکتا ہے کہ اسلام میں مساوات نہیں؟ اور اس بارے میں وہ آج یورپ سے درس عبرت لینے کا محتاج ہے۔

(باقی)

رباعیات

این جنس گرانمایہ کہ مردم خیز است
ہیہودہ مکن ضائع کہ عزت بیز است
گر پاس نفاداری بیاموز علم
یک قطرۂ نفیس است کہ جوہر ریز است

از ہزل و تمسخر بگریز کہ این سبب فساد است
با ہر کس و ناکس مستیز کہ این طرز حساد است
در صحبت مرداں بنشیں ہم ادب بیاموز
از زمرۂ سفیہاں پرہیز کہ این طور زہاد است

این تار خیالات کہ انجام ندارد
چوں مرگ مفاجات کہ ہنگام ندارد
بگذار محالات فراواں و فضول
بیاموز کمالات کہ آں شام ندارد

تذکرہ ساداتِ قریش

عشرہ مبشرہ

ساداتِ قریش کو خداوند عالم نے تمام قوموں سے ہر حیثیت سے ممتاز بنایا تھا۔ انہیں کی زبان میں اپنا کلام نازل فرمایا۔ انہیں میں سے حضور سرکار دو عالم کا وجود باوجود ہوا۔ انہیں کے تذکرہ میں ایک پوری سورت نازل فرمائی کہ اس میں کسی دوسرے کا ذکر نہیں ہے۔ وہ بشارت ہے۔ اصحاب فیل پر ان کو فتح نصیب ہوئی۔ عمارت بیت اللہ کے لئے اسی قوم کو منتخب فرمایا۔ سقایہ و رفادہ جیسی باعزت خدمت انہیں کے متعلق فرمائی۔ دربانی بیت اللہ اسی قوم کے سپرد ہوئی۔ اسی بنا پر یہ لوگ سیادت کے لقب سے ملقب ہوئے۔ تمام عرب میں ان کی سیادت کا ڈنکا بج رہا تھا۔ جب اور جس وقت چاہتے سفر کرتے کوئی روک ٹوک نہیں تھی۔ دیگر اقوام اشہر حرام میں سفر کر سکتے تھے۔ یہ ہر طرح ممتاز شان رکھتے تھے۔ ان کا بچہ بچہ جہاں چاہتا تھا بے دھڑک چلا جاتا تھا۔ اسی انعام کو جناب باری نے ظاہر فرمایا ہے۔ "اطعمہم من جوع و آمنہم من خوف" چونکہ یہ لوگ ایسی جگہ آباد کئے گئے تھے۔ کہ کھیتی کا نام نہیں تھا۔ مگر صبح ہوئی۔ اور طرح طرح کی تر و تازہ ترکاریاں آگئیں۔ اور بار بار مختلف جگہ اپنے کلام میں اس کو یوں ظاہر فرمایا۔ کہ "الم نجعل لہم حرما آمنا" کیا ہم نے ان کے لئے امن والا حرم نہیں بنایا۔ انہیں میں سے دس شخصوں کو دنیا میں ہی جنت کی بشارت عطا فرمائی تھی۔ جن کا تذکرہ آج ہم ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ سب سے اول حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کا تذکرہ لکھتے ہیں۔ پھر یکے بعد دیگرے سب ان سادات کا تذکرہ لکھتے رہیں گے۔ انشاءاللہ اس زمانہ میں بڑی ضرورت ہے۔ کہ مسلمان اپنے پیشواؤں کے حالات کا مطالعہ کرتے رہیں۔ تاکہ ان کے دلوں میں اسلام کی محبت پیدا ہو اور ان بزرگوں کے حالات پڑھیں۔ اور ان کی تقلید کریں۔

ذکر سیدنا حضرت عبداللہ ابوبکر الصدیق العتیق سلام اللہ علیہ

آپکے خاندان کا سادات قریش میں سادات بنی ہاشم سے کم مرتبہ نہیں تھا جسطرح دارالندوہ میں سادات بنی ہاشم سادات بنی امیہ سادات بنی عدی مرتبہ بلند رکھتے تھے۔ ایسے ہی یہ بھی اور آپ کا خاندان بھی تھا۔ ان کے خاندان کے متعلق خون بہا دینے کی خدمت تھی۔ جیسے علم برداری سادات بنو امیہ کے متعلق تھی۔ اور سقایہ رفادہ سادات بنی ہاشم کے متعلق تھی۔ اور حجابت سادات میں عبدالدار کے متعلق تھی۔ اور سفارت سادات بنی عدی کے متعلق قریش میں یہ خدمتیں ایسی تھیں کہ مثلاً جب تک بنو امیہ میں سے کوئی شخص علم لے کر نہ کھڑا ہوتا تھا۔ تمام قبائل جنگ کے لئے تیار نہ ہوتے تھے یہی حال سب خدمتوں کا تھا۔ حضرت صدیق اکبر کا خاندان جو باہم قتل و خون ہوتا تھا۔ جب تک یہ خون بہا کا انتظام نہ کرتے تھے۔ فساد بڑھتا ہی رہتا تھا۔ جب اسلام کا زمانہ آتا ہے۔ اور حضور سرکار دو عالم نبوت کا اظہار فرماتے ہیں۔ اول سب میں جناب صدیق اکبر مشرف باسلام ہوتے ہیں۔ اور حضور پر اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے

ہیں۔ یہ عجیب العان ہے۔ کہ اسلام کے ظہور سے پہلے ہی ان کو یہ شرف حاصل تھا۔ کہ حضور کے خالص دوست تھے۔ اسی خلوص کا یہ نتیجہ ہوا کہ امت کے امام ہو گئے۔ اور اس مرتبہ پر پہنچے۔ کہ انبیا علیہ السلام کے بعد آپ ہی کا مرتبہ ہوگیا۔ حضور نے جب ہجرت فرمائی ہے۔ تو خداوند عالم نے ہمراہی کے لئے حضرت صدیق اکبر ہی کو منتخب فرمایا تھا۔ چنانچہ جب حضور سرکار دو عالم کو ہجرت کا حکم ہوا ہے۔ آپ فوراً حضرت صدیق اکبر کے مکان پر گئے ہیں۔ اور ایسے وقت کہ وہ وقت حضور کے تشریف لیجانیکا نہیں تھا۔ حضرت صدیق اکبر حیران ہو گئے۔ اس وقت حضور نے فرمایا۔ کہ مجکو ہجرت کا حکم ہو گیا۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ رفیق سفر کون مقرر ہوا۔ حضور نے فرمایا کہ تم۔ اسوقت حضرت صدیق کی مسرت کا حال کچھ نہ پوچھئے اس قدر خوشی ہوتی تھی کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے۔ ایسے کڑے وقت میں حضرت صدیق اکبر نے جو رسول خدا کی خدمت کی ہے۔ اس کی بابت کلام پاک نازل ہوا اور ثانی اثنین کے مرتبہ پر پہنچے ہیں۔ اور خلوص و محبت کی یہ حالت تھی۔ کہ جب حضور سرکار دو عالم مدینہ میں رونق افروز ہوئے ہیں۔ تو نا واقف حضرت صدیق اکبر کو رسول خدا سمجھ کر مصافحہ کرتے تھے۔ آپ نے جب یہ حالت دیکھی تو حضور کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ اور مگس رانی کرنے لگے۔

اور ظاہر کر دیا کہ میں غلام ہوں۔ اور میرے آقا حضور ہیں۔ آپ کا خلوص اس قدر بڑھا ہوا تھا۔ کہ حدیث صحیح میں ہے۔ کہ ایک روز شب کے وقت حضور دولتکدہ میں رونق افروز تھے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ خدمت میں حاضر تھیں۔ انہوں نے آسمان کی طرف دیکھ کر عرض کیا۔ کہ حضور اتنی نیکیاں بھی کسی شخص کی ہونگی۔ جتنے تارے آسمان میں ستارے ہیں۔ حضور نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے عرض کیا کہ وہ کون شخص ہے۔ آپ نے فرمایا عمر۔ پھر انہوں نے عرض کیا کہ میرے والد کی۔ فرمایا کہ ان کی ایک نیکی ان سب نیکیوں کی برابر ہے۔ اللہ اکبر حضرت صدیق اکبر کو جو یہ رتبہ حاصل ہوا۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے۔ کہ آپ سادات قریش میں تھے۔ دوسرے اخلاص آپ کا ایسا تھا۔ کہ تمام صحابہ آپ کو اسی وجہ سے مقدم رکھتے تھے۔ اسی بنا پر حضور سرکار دو عالم نے آخر وقت میں آپ ہی سے نماز یں پڑھوائیں تھیں۔ اور اپنی زندگی میں ہی آپ کو امام مقرر کر گئے تھے۔ حضور کے وصال کے بعد اسلام کی وہ خدمت کی کہ کیا اس کی تعریف ہو سکتی ہے۔

(باقی آئندہ)

(حکیم سید فرید احمد عباسی الہاشمی
مولف سیرۃ
طبیب خاص طبیہ کالج دہلی)

بڑھے چلو

(از ملک محی الدین صاحب قمر نائب تحصیلدار اسلام آباد)

جلوے ہیں جتنے آئینۂ شش جہات میں
جو شور و شر ہے معرکۂ کائنات میں
آہنگ جس قدر ہیں رباب حیات میں
مرکوز سب کی شرح ہے اس ایک بات میں
کرتے چلو مساعیِ پیہم بڑھے چلو

کوشش کی ایک رو ہے ہر اک برگ و بار میں
شمس و قمر ہیں منزلِ لیل و نہار میں
تارے چراغ ہیں رہِ غفلت شعار میں
موج نشاط ہے رگِ ابر بہار میں
ہر شے کا اقتضا ہے کہ ہر دم بڑھے چلو

گرم نوا ہیں نغمہ سرایانِ کوہسار
چیں بر جبیں ہے جوشِ روانی میں آبشار
بحر ہوا میں موجِ تلاطم ہے آشکار
ہر شے کا ہے مساعیِ جنبش پہ انحصار
کہتی ہے آگ بھاگے چلو تم بڑھے چلو

پسماندگی و بیش روی ہیں قباحتیں
ہمدوشیوں کی تہ میں نہاں ہیں اعانتیں
دو رہروؤں سے بھاگتی ہیں دور آفتیں
گر چاہتے ہو منزلِ مقصد کی راحتیں
باہیں گلے میں ڈالے باہم بڑھے چلو

اس فرصت حیات کا ہے اعتبار کیا
جلدی قدم بڑھاؤ ہے اب انتظار کیا
رکھتے ہو فکرِ دشت و غم کوہسار میں
ہمت استوار تو ہے سنگ خار کیا
منزل ہزار سخت ہو بے غم بڑھے چلو

عبرت نما ہے منظرِ بحرِ رواں ہمیں
کچھ کہہ رہی ہے موجِ رواں کی زباں ہمیں
درسِ عمل ہے رنگِ زمین و زماں ہمیں
ہر چیز ہے یہاں کی تقاضا کناں ہمیں
اسرارِ دہر کے ہو جو محرم بڑھے چلو

ہمت کرو تو فتح ہے نزدیک لاکلام
عزم قوی سے ہوتے ہیں پختہ خیال خام
محنت کئے ہی ملتی ہے راحت علی الدوام
کوشش کرو تو طائرِ مقصد ہو زیرِ دام
طاقت اگرچہ طاق ہے تاہم بڑھے چلو

وہ سامنے ہے منزلِ مقصود جلوہ گر
قائم رکھو تم ایک جگہ نقطۂ نظر
حائل ہو راہ میں نہ کوئی خوف کوئی ڈر
پھیرے نہ تم کو سیل حوادث ادھر ادھر
آگے کی طرف صورتِ ضیغم بڑھے چلو

ابھرو کچھ ایسے جوش سے ایسی امنگ سے
تاخیر سے گریز ہو نفرت درنگ سے
ظاہر رواداری ہو قمر رنگ ڈھنگ سے
الجھے نہ پاؤں خار سے اٹکے نہ سنگ سے
ہاں ہم رکاب عزم مصمم بڑھے چلو

ٹیڑھی اینٹ کی یاد

(از جناب حضرت مولانا قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مستوفی الریاستہ قلات)

۲۵۵ (نمبر ۱)

جہاں اب امرتسر آباد ہے۔ وہاں آج سے تین سو تیس سال پیشتر جنگل اور ویرانہ تھا۔ جسکی تمامتر کائنات مختلف اقسام کے جنگلی درخت۔ گھنی جھاڑیاں۔ اور پانی کی ایک چھوٹی سی چھپڑی تھی۔

جب گورو رامداس ۱۵۷۴ء میں گدی نشین ہوئے تو بیان کیا گیا ہے کہ ایک روز[1] برسبیل تذکرہ کسی شخص نے گورو مذکور کے روبرو ذکر کیا۔ کہ سلطان ونڈ اور تنگ کے نزدیک پانی کی ایک چھوٹی سی چھپڑی ہے جس کے پانی میں نہانے سے دو[2] سیاہ زاغ سفید ہو گئے۔ یہ بات سنکر گورو جی کو اس چھپڑی کے دیکھنے کا شوق دامنگیر ہوا۔ اور چند خدام کیساتھ جاکر اس کو دیکھا۔ کچھ تو وہ جگہ پسند آئی۔ اور کچھ اس وجہ سے کہ گورو نانک صاحب ہاں اکثر آیا کرتے تھے۔ آپ نے وہاں ہی سکونت اختیار کرلی۔ اور چھپڑی کے کنارے سمت ۱۶۲۷ بکرمی ۱۳ ہاڑ بدی کو اپنی منڈہی (جھونپڑی یا کٹیا) بناکر وہاں ایک گاؤں کی بنیاد ڈالی جس کی زمین مواضعات سلطان ونڈ، تنگ گمٹالہ اور گل والی کی مشترکہ اور سانجھی تھی۔ گاؤں کا نام گورو کا چک رکھا ہے۔ آجکل بھی سکھ اس کو گورو کی نگری کہتے ہیں۔ نظیر)

سمت ۱۶۳۰ بکرمی ساتت ماہ کاتک کو اس چھپڑی کی کھدائی کا کام زیر ہدایت گورو مذکور شروع ہوا۔ تاکہ چھپڑی کو تالاب کی صورت دیجائے۔ کھدائی قریباً ۵ سال تک جاری رہی۔ مگر سمت ۱۶۳۵ بکرمی ماہ ہاڑ میں گورو ارجن دیو نے پختہ تالاب بنوانے کی غرض سے پکی اینٹیں جمع کرائیں اور تعمیر کا کام شروع کرایا۔ اور تالاب کے بیچوں بیچ ایک مندر بنوانا چاہا۔ چنانچہ اس موقعہ کے لئے دو روز دیک کے پیر وفقیر اور خدا رسیدہ بزرگ مدعو اور جمع کئے۔

اور ارادت عقیدت و عظمت کے لحاظ سے جو جناب حضرت میاں میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی کے متعلق گورو صاحب کے دل میں موجود تھی۔ اس مندر کا سنگ بنیاد آپ نے ۱۰۰۱ ہجری ماہ کاتک پورن ماشی کے دن حضرت میاں میر صاحب ہی کے دست مبارک سے رکھوایا۔

اتفاق کی بات ہے کہ جو بنیادی اینٹ حضرت نے رکھی۔ وہ "ٹیڑھی" تھی۔ معمار نے اسے اکھاڑ کر سیدھا کر دیا۔ گورو صاحب نے فرمایا کہ "حضرت کے ہاتھ کی اینٹ ہلادی گئی ہے۔ مندر ایک دفعہ گر کر رہیگا"۔

جناب حضرت میاں میر صاحب کا اسم گرامی دراصل شیخ محمدؐ ہے۔ اور لقب میاں میر۔ آپ جناب حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد سے ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت کا فخر ۹۵۷ھ میں شہر سیستان کی سرزمین کو حاصل ہوا۔ آپ کے والد بزرگوار کا اسم شریف قاضی سائیں دتا اور آپ کی والدہ ماجدہ

سلہ۔ تاریخ پنجاب مطبوعہ ۱۸۷۷ء مولفہ رائے بہادر کنہیالال صاحب۔

سلہ ۲۔ گورپور پرکاش گرنتھ۔

سلہ ۳۔ "سکھ اور مسلمان" موئفہ مولوی محمد انشاء اللہ صاحب

کا نام عفت پناہ بی بی فاطمہ بنت قاضی قادن ہے۔ آپ چار بھائی تھے۔ قاضی بولن۔ قاضی عثمان۔ قاضی طاہر اور حضرت میاں میر۔

آپ تمام عمر مجرد رہے۔ اور شادی نہ کی۔ اس لئے آپ کی صلبی اولاد نہیں ہوئی۔ آپ کے زہد و ریاضت اور کشف و کرامت کے حالات و واقعات اکثر کتب سیر میں مذکور ہیں۔ آپ ساٹھ سال کی عمر میں لاہور تشریف فرما ہوئے۔ اٹھاسی سال کی عمر پائی۔ اور ۱۰۴۵ھ کو نماز ظہر کے وقت بتاریخ سات ربیع الاول جنت الفردوس کو سدھارے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

سنگ بنیاد رکھے جانے کے بعد مندر کی عمارت کا کام جاری رہا۔ جو ۱۰۲۰ھ کو بتاریخ یکم بیساکھ ختم ہوا۔ اور اسی دن گورو ارجن دیو نے اس مندر میں بیٹھ کر کا نام بجائے گورو چک کے "سدھا سر" رکھا۔ سدھا بمعنی امرت یعنی آبحیات اور سر بمعنی تالاب مگر اس تالاب کی شہرت عامہ "امرت سر" یعنی سنسکرت کے ان دو لفظوں پر واقعہ ہوئی جس کی وجہ سے اس قصبہ کا نام ہی امرتسر پڑ گیا۔ اور سکھوں نے اس کو مقدس سمجھ کر زیادہ رونق دینی شروع کر دی۔ اب مندر کو عام لوگ دربار صاحب بھی کہتے ہیں جس میں دیوالی کی رات کو خوب روشنی ہوتی ہے۔

کسی تختہ زمین کی آبادی یا غیر آبادی کے اصل اسباب تو مسبب الاسباب ہی خوب جانتا ہے۔ مگر بہت اسباب بظاہر یہ اظہر من الشمس ہے۔ کہ ایک سو باسٹھ [۱۶۲] کے لمبے عرصے کے بعد بالآخر زمانے نے پلٹا کھایا۔ واقعات نے رنگ بدلا اور ۱۱۸۰ھ ہجری مطابق ۱۷۶۶ء عیسوی۔ مطابق سمت ۱۸۱۸ بکرمی کو وہ وقت بھی آپہنچا جو اس مندر کے گرائے جانے کے متعلق قضاء و قدر کے دفتر میں لکھا جا چکا تھا۔ اور جس کی نسبت ظاہری الفاظ میں ۱۰۱۸ھ ماہ کاتک پورن ماشی کو پیش گوئی ہو چکی تھی۔

اس اجمال کی کیفیت یوں ہے کہ سکھ مذہبی گروہ اور مذہبی فرقہ ہونے کی بجائے۔ جوں جوں جنگ جو فرقہ بنتے گئے۔ توں توں سفاکی۔ قزاقی۔ اور قطاع الطریقی میں بڑھتے جانے کے علاوہ اسلام اور اہل اسلام سے متعلق ان کے مذہبی عناد اور تعصب قومی میں بھی روز افزوں اضافہ ہوتا گیا۔

گورو گوبند سنگھ اور اس کے چیلے بندا کے ایام میں تو لوٹ کھسوٹ اور جور و جبر کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ گورو[1] کے سکھ جو اپنے گھروں میں بیٹھے موقع دیکھ رہے تھے۔ جوق در جوق جمع ہو کر بندا کے پاس پہنچے ان کا گروہ جدھر جاتا شہروں کے شہر ویران اور برباد کر دیتا۔ ان کے خوف سے سب لوگ اپنے گھر چھوڑ کر بھاگ جاتے جس گاؤں میں جاتے اور کسی آدمی کو موجود نہ پاتے تو گاؤں کو آگ لگا دیتے جو مسلمان ان کے سامنے آتا جانبر نہ ہوتا۔ کیونکہ بموجب گفتہ گورو گوبند سنگھ کے مسلمان کے قتل کرنے کو وہ ثواب عظیم اور اپنی نجات کا موجب[3] تصور کرتے تھے۔"

ایسے زہرہ گداز اور جگر پاش حالات کی موجودگی میں جبکہ دوسری طرف سے آخری مغل سلاطین ہند میں ملکداری کے انتظام کی کمزوری آچکی تھی۔ اور باوجود اپنی امکانی کوششوں کے بوجوہات چند سکھوں کی کما حقہ سرکوبی پر پورا قابو نہ پا سکے تھے۔ تو غیرت ملی کی بنا پر

---

[1] گورو پرکاش گرنتھ۔ [2] تاریخ پنجاب ۱۸۷۷ء
[3] کپور سنگھ فیض اللہ پوریہ فخر کیا کرتا تھا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے پانچ سو مسلمانوں کو قتل کیا ہے۔ جو یہ عمل میری نجات کا موجب ہوگا۔ کہ میں نے گورو گوبند سنگھ کے حکم کی پوری پوری تعمیل کی ہے۔
(تاریخ پنجاب ۱۸۷۷ء)

اہل اسلام کو از دستِ کفار (مرہٹہ و سکھ) بچائے جانے کے لئے ہمارے جد امجد حضرت مولانا قاضی غلام محمد صاحب فاروقی نور اللہ مرقدہٗ نے جو اس وقت منصب قضا و افتا پر فائز تھے۔ آخری علمبردارِ اسلام غازی احمد شاہ درانی پادشاہ کابل کو ضروری دعوت بھیجی۔ کہ ہندوستان میں آکر مسلمانوں کو کفار کے ظلم و ستم سے پناہ دیجئے۔ اور مملکت کا انتظام اور امن کی تجویز کیجئے۔ اس دعوت کو احمد شاہ نے بسر و چشم قبول کیا اور اس پر عمل بھی کیا۔ اگرچہ یہ کام نہایت نازک اور جان جوکھوں کا سا تھا۔ کیونکہ اس میں ہندوستان کی آیندہ قسمت کا ایک آخری فیصلہ ہونا تھا۔ مگر علامہ ممدوح نے محبت اسلام میں سب کچھ اپنے پر گوارا کر لیا۔ اور اس کے نتیجہ میں آگے چل کر جہاں اسلامی حکومت پنجاب میں تغیر عظیم واقعہ ہوا۔ وہاں آپ کی ذاتی اور خاندانی وجاہت و حیثیت میں بھی بلحاظ کثیر انقلاب اور رنج و الم عظیم رونما ہوئے بغیر نہ رہ سکا

کسی نہج پر یہ راز فاش ہو گیا۔ اور دشمنانِ اسلام (سکھ) اس سے باخبر اور مطلع ہو گئے۔ اور انتقام و آزار کے درپے ہو گئے۔ (باقی)

باب التاریخ

تاریخ اسلام کا ایک غیر معروف صفحہ

ملک حبش میں اسلامی حکومت

ساتویں اور آٹھویں صدی کے چند مجاہدین

(نمبر ۵)

سلطان کی ہزیمت اور شہادت کے بعد قوائے اسلامیہ پارہ پارہ کر دئے گئے۔ مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ بلاد اسلامیہ ویران کر دئے گئے۔ مسجدیں منہدم کی گئیں۔ مسلمان بچے غلام بنا کر فروخت کئے گئے۔ سلطان کا خاندان پھر حبش سے بھاگ کر پناہ گزین ہوا۔ اور وہ سب کچھ ہوا جو کسی اسلامی آبادی کے ساتھ مسیحی استیلاؤ تسلط کے بعد ہونا چاہئے۔

سلطان صبر الدین ثانی

ان مظالم و بربریت نصرانیہ کا سلسلہ بیس برس تک ممتد رہا۔ اکیسویں برس امیریمن ملک الناصر احمد بن اشرف اسماعیل نے تھوڑی فوج دیگر سلطان زادوں کو حبش روانہ کیا۔ اس مرتبہ پہلے ہی معرکہ میں جو مقام سبارہ میں پیش آیا مسلمان مظفر و منصور ہوئے۔ سلطان کا بڑا بیٹا صبر الدین علی باپ کا جانشین ہوا۔ شوق جہاد فی سبیل اللہ نے ۲۰ برس کے مصائب و آلام کے بعد بھی سکون و راحت کی فرصت نہ دی۔ فوراً آگے بڑھا۔ کہ مسیح کے گلوں سے ان درندگی و سبعیت کا انتقام لے۔

ذکرا لرہ اور سرجان وغیرہ کے متعدد مقامات فتح کر کے اس نے اور آگے کا رخ کیا۔ شاہ حبش نے اپنی تمام فوجی طاقت یکجا جمع کی۔ دس سرداروں کے ماتحت بیس بیس ہزار فوج دیگر ان کو روانہ کیا۔ اور اس جمع عظیم کا قائد عمومی جنرل کمانڈر ایک حبشی سردار کو قرار دیا جسکا نام "بخت نقل" تھا۔

یہ سپاہ دل بادل مسلمانوں کے ایک ایک شہر پر چھا گیا۔ سلطان صبر الدین نے دیکھا۔ کہ اتنی بڑی جمعیت کے مقابلہ میں باقاعدہ جنگ مفید نہ ہوگی۔ اس لئے بے قاعدہ و غیر منتظم جنگ کا سامان کیا۔ اور اس طرح ایک سال کامل انتشار و پریشانی و بے اطمینانی کے عالم میں بسر ہوا۔

تاریخ اسلام عجائب گوناگوں کا ہمیشہ مجموعہ رہی ہے۔ جب کبھی غرور کثرت میں وہ اپنے خدا کو بھولے ہیں۔ انہوں نے شکست کھائی ہے۔ اور پریشانی و بے سامانی اور قلت و ضعف کے عالم میں جب کبھی اس بات کو یاد آیا ہے۔ تو نصرت الٰہی نے بھی ان کا ساتھ دیا ہے۔

سلطان صبر الدین نے ایک سال کی آوارہ گردی

ویرانی کے بعد اس کو آباد کیا۔ جس کو بھولا ہوا سلطان
کا بھائی محمد علمبردار جہاد بن کر باہر نکلا۔ حب جوش جو ایک
نومسلم حبشی سردار تھا۔ امیر محمد کے ساتھ تھا۔ پہلا معرکہ
شہر ترمی پر پیش آیا۔ بالآخر حبشیوں کے تعاقب سے سردار کام
آئے۔ اور اس کی فوج کا بڑا حصہ مقتول اور باقی
مجروح ہوا۔

سلطان صبر الدین ایک قلیل توقف و آرام کے بعد خود
پایہ تخت حملہ آور ہو کر بڑھا۔ حبشی کا ایک بہت افسر مقابل ہوا
اور کام آیا۔ شہر کے وہ دروازے جن سے ہمیشہ اس کے
سفاک حریفوں کی فوجیں نکلا کرتی تھیں۔ اب خود اس کی
آمد کے منتظر تھے۔ فوج نے جب دیکھا کہ قصر شاہی کی
حفاظت ممکن نہیں۔ تو اس میں آگ لگا دی۔ سلطان کا
ایک بھائی قلعہ بروت کے بچاؤ کے پر متعین ہوا۔ اور
بصلح اس کو زیر اطاعت کرا لیا۔ ایک اور مسلمان امیر "عمر"
صوبہ سجد کی تسخیر کا عازم ہوا۔ حبشی وہاں اپنی ٹڈی دل فوج
لئے پڑا تھا۔ ایک شدید معرکہ پیش آیا۔ جس میں خون کے
سیلاب بہہ گئے۔ اور ایک ایک مسلمان سپاہی نے مر کر
جان دی۔

میدان طرابلس و بلقان اور ایران میں جو کچھ نظر آیا۔
وہ ان لوگوں کے لئے بیشک عجیب ہے۔ جو مسیحیت کے
کے پائندہ سلسلہ کارنامہ ہائے مظالم و سفاکی کی تاریخ
سے نا آشنا ہیں۔ ممکن تھا کہ دنیا اس تاریخ کو بھلا دیتی
مگر وہ خود بار بار دنیا میں اپنے ان کارناموں کا اعادہ
کرتی ہے۔ تاکہ دنیا میں اس کی خونخواری و طبیعت صفتی
کو فراموش نہ کرے۔ یہی دنیا بھلائی تو نہیں۔ مگر مسیح کے
اس قول کو یاد کرے کہ "تو اپنے بھائی کو سات بار نہیں
بلکہ ستر کے سات بار تک معاف کر" ہمیشہ معاف کر دیتی ہے

مسلمان سپاہی ایک ایک کر کے بے رحمی سے مار
ڈالے گئے تھے۔ اب قساوت و شقاوت کی کونسی منزل
باقی تھی۔ جو طے کر لی گئی! جان نہ تھی لیکن لاشوں کے
ڈھیر تھے۔ حبشی نصرانیوں نے وحشی درندوں کی طرح
اپنی تلواروں سے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

سلطان صبر الدین کو اس کے بعد ایک دوسرے معرکہ
میں شکست ہوئی۔ غنیم قریب آ گیا۔ مگر سلطان پیچھے نہ ہٹا۔
قریب تھا کہ دشمن گھیر کر اس کو ہاتھوں سے لیں۔ لیکن
وفا گھوڑے نے ہمت کی۔ دس ہاتھ کی چوڑی ایک
کھائی تھی جست لگا کے اس کے پار پہنچ گیا۔

اس سلطان کا طرز حکومت ہر دلعزیز تھا۔ اس نے
۸ برس کی حکومت کے بعد ۸۲۵ھ کے حدود میں
وفات پائی۔

سلطان منصور سلطان صبر الدین کا بھائی اور
سلطان سعد الدین کا بیٹا تھا۔ سلطان منصور ایسے وقت
میں تخت نشین ہوا۔ جب دشمنوں سے جنگ چھڑی ہوئی
تھی۔ سلطان نے عدایہ پر حملہ کیا۔ جو حبشی کا ایک دوسرا
مقام حکومت تھا۔ حبشی کا ایک رکن خاندان اس وقت یہیں
مقیم تھا۔ جنگ میں اہل حبشہ کو شکست ہوئی۔ اور بادشاہ
کا ایک رشتہ دار مسلمانوں کے ہاتھ گرفتار ہو کر بہت سے
ہمراہیوں کے ساتھ مقتول ہوا۔

۳۰ ہزار حبشی بھاگ کر ایک کوہی قلعہ میں پناہ گزین
ہوئے۔ مسلمان دو مہینے سے زیادہ محاصرہ کئے پڑے
رہے۔ اس اثناء میں جنگ کا سلسلہ روزانہ جاری رہا۔
اب قلعہ کی رسد ختم ہو گئی۔ اور اب وہ آخری دن آ گیا
جب تمام فوج محاصرہ کی بھوک اور انتظار فتح کے شدائد سے
بے قابو ہو کر مجنون ہو جاتی ہے (باقی)

اطلاع:۔ خط و کتابت کے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں
ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔ جواب کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ
کا آنا ضروری ہے "مینیجر"

قلمرو دکن

حضور نظام کا فرمان

ایک غیر معمولی جریدہ میں حضور نظام کا ایک اہم فرمان شائع ہوا ہے جس میں تحریر ہے کہ گو اس کمشن کی رپورٹ جو فسادات گلبرگہ کی تحقیقات کے لئے مقرر ہوا تھا۔ ابھی تک پیش نہیں ہوا۔ اور تا حال مجلس انتظامی کے زیر غور ہے۔ مگر حضور نظام نے اس تنازعہ کے جواب میں فیصلہ کر دیا ہے جس میں گلبرگہ کے ہندوؤں نے التجا کی تھی کہ ہمیں مندروں کی مرمت اور ان میں عبادت کرنے کی اجازت دی جائے۔ کیونکہ کمیشن نے اس کے متعلق کوئی خاص فیصلہ نہیں کیا ہے۔ اور ہم اب تک عبادت کرنے سے محروم ہیں۔

سرکاری افسروں کے بیان کے مطابق نقصانات کا اندازہ ۲۵۰۰۰ ہزار روپیہ ہے مگر ایک دو مندروں کے بغیر باقی تمام مندر چھوٹے چھوٹے اور کچے بنے ہوئے ہیں۔ جنہیں بمشکل مندر کہا جا سکتا ہے۔ حضور نظام نے ہندوؤں کو اس شرط پر مرمت کرنے اور ان کی سفیدی کرنے اور ان میں عبادت کرنے کی اجازت عطا کی ہے کہ اخراجات مرمت کے حسابات پیش کئے جائیں۔ اگر یہ شرط پوری نہ کی گئی۔ تو مرمت مندر کا کام ہندوؤں کی منشا اور ان کی خواہشات کے مطابق حکومت خود اپنے ہاتھ میں لے لیگی۔ حضور نظام نے حکم دیا کہ مندرجہ بالا شرائط میں سے جو بھی ہندو قبول کریں۔ اس کے مطابق کام شروع کر دیا جائیگا۔

ہندوؤں کی یہ درخواست منظور نہیں کی گئی۔ کہ بڑے بڑے مندروں پر کلس بنانے کی اجازت دیجائے۔ کیونکہ اس سے پہلے مندر مذکور پر کوئی کلس نہیں تھی۔ مسلمانوں کی ایک مقدس درسگاہ پر کلس زمانہ قدیم سے موجود ہے۔ اس لئے مذہبی نقطہ نگاہ سے بھی ایک شہر میں دو کلسوں کی موجودگی خطرناک ہے۔

ان بدمعاشوں کو سزا دینے کے متعلق جو فسادات کے بانی مبانی تھے۔ ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ مگر کمیشن تحقیقات جن نتائج پر پہنچے۔ ان کے مطابق جو کارروائی ضروری ہوگی کیجائیگی۔

حضور نظام نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ مستقبل میں فرقہ وارانہ فسادات کے سدباب کے لئے ایک گذشتہ جریدہ میں احکام جاری کر دئے گئے ہیں۔ اور اس معاملہ کے متعلق رپورٹ کرنے کی غرض سے ایک کمیشن مقرر کیا گیا ہے۔

حضور نظام اور اہل وطن

شہریار دکن دام اقبالہ کی بے تعصبی کی اس سے روشن تر دلیل کیا ہو سکتی ہے۔ کہ ان کے قلمرو میں مندر گرائے گئے۔ تو آپ نے ان کو از سر نو تعمیر کئے جانے کا حکم صادر فرمایا۔ لیکن جو لوگ حضور نظام کی مخالفت بعض اس وجہ سے کرتے ہیں۔ کہ وہ ایک مسلمان والئی ریاست ہیں۔ کہ ان کے نزدیک مندروں کی تعمیر کوئی حقیقت نہیں رکھتی کیونکہ ایک مندر پر کلس چڑھانے کی اجازت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ کیا خوبی کی بات ہے۔ کہ مندروں کی تعمیر پر تو شکریہ ادا نہیں کیا جاتا۔ مگر کلس کی اجازت نہ ملنے پر فوراً اعتراض کیا جاتا ہے۔ اسی پر اکتفا نہیں بلکہ مطالبہ کیا جاتا ہے۔ کہ حضور نظام اپنی ریاست میں ایک نمائندہ مجلس قائم کریں۔ معزز معاصر ”مسلم آؤٹ لک“ نے اس کے جواب میں بجا مطالبہ کیا ہے۔ کہ پہلے مرہٹہ ریاستوں میں نمائندہ مجالس قائم کراؤ۔ پھر حضور نظام سے اس کا مطالبہ کرنا۔ دیکھنا چاہئے کہ اس کا کیا جواب دیا جاتا ہے۔

مسئلہ برار اور وائسرائے

برار قلمرو نظام کا ایک حصہ ہے۔ جو لارڈ کرزن کی مہربانی سے الگ ہوا۔ میر محبوب علی خاں مرحوم کو اس کا بیحد صدمہ ہوا۔ ان کے جانشین میر عثمان علی خاں کے دل میں اس کا درد تھا۔ اور انہوں نے نہایت معقول مدلل وجوہ کے ساتھ اسکی واپسی کا مطالبہ کیا۔ سر علی امام ولایت گئے۔ انہوں نے سعی و رہبر کوشش کی۔ چند ماہ کے غور و فکر کے بعد آخر گورنر جنرل باجلاس کونسل نے حضور نظام کا مطالبہ مسترد کر دیا۔ اور برار واپس کرنے سے انکار کر دیا۔

برار کی واپسی کے لئے حضور نظام کا مطالبہ بالکل جائز تھا۔ وہ ان کے ملک کا ایک ضروری حصہ ہے۔ لیکن معلوم نہیں۔ انگلستان کے سابق لارڈ چیف جسٹس کے انصاف نے یہ فیصلہ کیوں مناسب سمجھا۔ کیا برار اپنی موجودہ پوزیشن اور برطانوی مفاد کی وجہ سے حقدار کو اپنے حق سے محروم ہونا نہیں پڑا؟ اسلامی دنیا اس فیصلہ پر حیران ہے۔ کہ برٹش گورنمنٹ نے اپنے "یار وفادار" کی خواہشات کو بے اعتنائی سے ٹھکرا کر بے وفائی کا ثبوت دیا ہے۔ کیا اس فیصلہ پر نظر ثانی ہونا ممکن نہیں ہے۔

حضور نظام کی سالگرہ

سکندرآباد ۔۲۶ ۔جنوری۔ آج حضور نظام کی سالگرہ کی تقریب پر انبوہ کثیر میدان میں باقاعدہ فوج کی پریڈ دیکھنے کو موجود تھا۔ حضور ممدوح۔ شہزادے اور شہزادیاں بھی موجود تھیں۔ اور ایک بلند چبوترے سے پریڈ کا نظارہ فرمایا۔

اس کے بعد حضور ممدوح بذات خود رفاہ عام کی طرف تشریف لے گئے۔ اور ایک مسجد اور حیدرآبادی نمائش کا افتتاح فرمایا۔

زندہ قوموں کی جدوجہد
قریشیوں کے لئے قابل تقلید مثال
انجمن اتحاد مسلم راجپوتان

اس انجمن نے قلیل ترین عرصہ میں جو ترقی کی ہے۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ قوم نہایت بیدار ہے۔ اور اپنی ضرورتوں کا بوجہ احسن احساس رکھتی ہے۔ انجمن کے پیر سال مگر جوان ہمت صدر سر رحیم بخش صاحب کے۔ سی۔ آئی۔ ای جس ہمت و استقلال سے کام کر رہے ہیں۔ وہ قابل ستائش ہے۔

اب اس انجمن کا سالانہ جلسہ گوجرانوالہ کے مقام پر ۹-۱۰ مارچ ۱۹۲۵ء کو ہونے والا ہے۔ مکرمی راجہ عنایت اللہ خانصاحب محترم راجپوت۔ عالم خانصاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مرحوم کے فرزند اکبر گوجرانوالہ کے رئیس و جنجوعہ قبیلہ کے چشم و چراغ اور اپنے نامی خاندان کی بہترین یادگار ہیں۔ قومی کاموں میں انہماک آپ کی عادت مستمرہ ہے۔ آپ اس کانفرنس کی استقبالیہ کمیٹی کے سیکرٹری ہیں۔ جو کانفرنس کی کامیابی کی گارنٹی ہے۔

آپ کے چھوٹے بھائی راجہ ظفر حسین خانصاحب۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی (علیگ) ایم۔ اے۔ آکسن۔ بی (لنڈن) آئی۔ سی۔ ایس۔ آر [illegible] ایس ہیں۔ جو حال ہی میں انگلینڈ۔ سوئٹزرلینڈ۔ فرانس اور مصر کی سیاحت سے مراجعت فرما ہوئے ہیں۔ ان سے چھوٹے بھائی راجہ نذیر احمد خانصاحب بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی وکیل منٹگمری ہیں۔ جو پارسال مسلم ایجوکیشنل کانفرنس پنجاب کی استقبالیہ کمیٹی کے سیکرٹری تھے۔ اور سب سے چھوٹے راجہ بشیر احمد خانصاحب ممبر ڈسٹرکٹ بورڈ و آنریری اسسٹنٹ کو آپریٹو سوسائٹی اور وائس پریسیڈنٹ سنٹرل بنک ہیں۔ غرضیکہ ہر بچہ آفتاب است کا مضمون ہے۔ جس انجمن کی استقبالیہ کمیٹی کے سیکرٹری اس وجاہت اور اعلیٰ درجے کے شخص ہوں۔ عروج و اقبال ہمیشہ اس کی قدم بوسی کے لئے تیار رہتا ہے۔ کاش قریشیوں میں کبھی یہ احساس پیدا ہوتا۔

قومی جرائد و رسائل کی امداد

قومی رسائل و اخبارات اپنے محدود مقاصد کی وجہ سے امید و بیم کی حالت میں ناکام زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور تاوقتیکہ ان کی اشاعت پر خاص طور پر مدد نہ کی جائے۔ وہ اپنے بہترین مجوزہ مقاصد کو انجام نہیں دے سکتے۔ القریش کی دو سالہ عمر میں یہ پہلا موقعہ ہے۔ کہ اس کے معاونین میں سے کسی ایک نے یکمشت ۱۲ خریداروں کی امداد کی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ القریش اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ بحمد اللہ کہ اب مولانا قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی رئیس اعظم مستوفی الریاست قلات (گوجرانوالہ) اور مولوی امام الدین صاحب قریشی ایسے معاونین کی کرم فرمائی سے یہ گردش کے دائرہ سے آزاد ہوتے نظر آتا ہے۔ اگر جملہ ناظرین کرام ایک دفعہ اسی طرح دست امداد بڑھا کر توسیع اشاعت میں امداد دیں تو [illegible] سلسلہ جاری کر سکیں گے [illegible]

داستان درد

(از جناب مولوی محمد رفعت اللہ صاحب رفعت)

حال دل یا قصۂ خواب عدم کہنے کو ہیں
دوستو کچھ داستان درد ہم کہنے کو ہیں

کچھ دکھانا ہم کو ہے کھویا ہوا اپنا وقار
قصۂ عمر رواں کچھ حال غم کہنے کو ہیں

کوئی عیسیٰ نفس کوئی ہمدم ہم نفس ملتا نہیں
ہم شب غم کا فسانہ صبحدم کہنے کو ہیں

کیا کہیں کس سے کہیں کس کی کہانی کس طرح
یہ کیا خون ہو کے دل یا چشم نم کہنے کو ہیں

ہمنشینو کان دہر کر سن لو دیوانہ کی بات
مٹ چکے ہیں اپنے ہاتھوں گرچہ ہم کہنے کو ہیں

کیا ہوئے اسلاف اپنے کیا ہوئے وہ کر و فر
کیا ہمیں ان کے خلف اہل ستم کہنے کو ہیں

نام آبا کو لگا ہے داغ اپنے نام سے
آبرو کیا رہ گئی جباد و حشم کہنے کو ہیں

کہہ دیا ہمت کو اور جرأت کو ہم نے خیرباد
دین و ایمان کو بھی اب تو ہم عدم کہنے کو ہیں

وہ حیا وہ شرم وہ غیرت حمیت کیا ہوئی
ہو چلے سب ہم سے رخصت اور ہم کہنے کو ہیں

ہوں تونگر لاکھ عالم میں مگر بے فیض ہوں
گر سخی کہدو تو کیا اہل کرم کہنے کو ہیں

گر نہ آئے کام دین دولت خدا کی راہ میں
سنگ و زر یکساں ہیں گو دام و درم کہنے کو ہیں

جوہر حکمت نہ دکھلائیں مرض میں گر حکیم
کب ہیں وہ اہل حکم اہل حکم کہنے کو ہیں

ہم نے مانا جوہر صدق و صفا کی کان ہو
حکمت و فضل و ہنر تم میں بہم کہنے کو ہیں

کام کرنے کا تمہارے کون سا دن آئے گا
کام کرنا ہو کرو اٹھتے دم قدم کہنے کو ہیں

جانتے ہیں آپ ہم اس بزم میں آئے ہیں کیوں
قوم کی بدحالیاں بے کیف و کم کہنے کو ہیں

تشنہ کامی قوم کی لائی ہے ہم کو آپ تک
ہم تمہیں بحر سخا بحر کرم کہنے کو ہیں

ہم سنانے کو ہیں تم کو رحمت حق کی نوید
ہم تمہیں اب فرقۂ خلد و ارم کہنے کو ہیں

یہ جو ہیں عالم یہاں پر سب ہیں دین متین
اپنی ہستی کو یہاں پر سب عدم کہنے کو ہیں

مٹ گئے ہیں گرچہ یہ سب دین حق کی راہ میں
شوخیاں کہتی ہیں کچھ نقش قدم کہنے کو ہیں

مان لو ان کی نصیحت پیروی ہے دین کی
ورنہ رفعت سن ہی لوگے جو کہ ہم کہنے کو ہیں

تنقید و تقریظ

پیام امین:- مولانا محمد عبد اللہ صاحب منہاس ایڈیٹر مسلم راجپوت کی یہ تازہ تالیف صوری و معنوی خوبیوں میں دبے مثل ہے۔ قرآن کریم کی حفظ و کتابت اور نشر و اشاعت کی جامع و بالغ تاریخ۔ یعنی یہ کہ اس متبرک کتاب (قرآن مجید کی) اشاعت دنیا کے مختلف حصوں اور خصوصاً یورپ میں کیونکر اور کن ذرائع سے ہوئی۔ اس کے ترجمے مشرق و مغرب میں کہاں کہاں کس طرح اور کب ہوئے۔ مصنفوں اور پادریوں کی رائیں۔ قرآن مجید کے متعلق کیا ہے۔ ان کی تلاش و ڈھونڈ میں جو محنت اور کاوش آپ نے برداشت کی۔ وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔ اور اس کے لئے آپ مبارکباد کے مستحق ہیں۔

پیام امین میں بتایا گیا ہے۔ کہ قرآن مجید کو مختلف پہلوؤں سے مختلف مذاہب کے محققین نے دنیا کی بہترین کتاب تسلیم کیا ہے۔ راسخ الاعتقاد اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لئے پیام امین کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ ہم اپنے ناظرین سے سفارش کرتے ہیں۔ کہ وہ اس بہترین تالیف کی قدر کریں۔ ایک روپیہ قیمت زیادہ نہیں۔ کاغذ سفید چکنا۔ کتابت و طباعت قابل تعریف۔

تنظیم بکڈپو امرتسر سے منگائیے

القاسم:- پیرزادہ محمد بہار الحق صاحب قاسمی الازہری کی ادارت میں یہ بہترین مذہبی رسالہ اخبار کی شکل میں پندرہ روزہ شائع ہوتا تھا۔ جو مالی کمزوری اور انتہائی تکلیف کے باوصف سال بھر برابر اپنے بہترین فرائض بوجہ احسن انجام دیتا رہا۔ اور بالآخر مسلمانوں کی مشہور بے پناہی اور ناظرین کی بے التفاتی کا شکار ہو کر رہ گیا پیرزادہ صاحب کو اس دار و گیر اور ارتداد کے زمانہ میں جبکہ دین حقہ کی خدمت سے باز رہنا اور خاموشی میں وقت بسر کرنا گوارا نہ تھا۔ اس لئے آپ بتوکلت علی اللہ ایک دفعہ پھر اس میدان میں کود پڑے۔ اور اس کی اشاعت دوبارہ شروع کر دی۔ احباب نے جو مدد کی۔ چونکہ بایں حالات وہ کافی نہ تھی۔ اس لئے آپ نے مجبور ہو کر اب اسے ماہوار رسالہ کی شکل میں نکالنا شروع کر دیا ہے جس کا پہلا نمبر اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ رسالہ علاوہ سرورق ۴۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ جو تین حصوں میں منقسم ہے۔ پہلا حصہ تاجدار مدینہ کی عظمت و جلالت اور حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم کی تاریخی کرامت ایسے مختلف پیرایہ کے مفید مضامین پر مشتمل ہے۔ باقی دو حصے "دستِ پرکاش" و "حقیقت اللہ" سے متعلق ہیں۔ جو یہ مسلسل بالاقساط شائع ہو کر بعد میں کتابی صورت اختیار کر کے مفید ترین نتائج کا موجب ہونگے۔ القاسم کی سالانہ قیمت ۳ صرف تمام ہی مقرر ہے۔ کاغذ طباعت کتابت عمدہ۔ نمونہ ۳ ٹکٹ بھیج کر مینجر صاحب رسالہ "القاسم" امرتسر سے طلب کیجئے۔

کیلنڈر ۱۹۲۵ء:- ایشیا ہومیوپیتھک فارمیسی لاہور نے بڑے سائز کے چکنے اور موٹے کاغذ پر ۱۹۲۵ء کا نہایت خوبصورت کیلنڈر بغرض ریویو ہمیں بھیجا ہے۔ ہومیوپیتھک طریق علاج کے بانی کے علاوہ پانچ اور فوٹو اس پر دئے گئے ہیں۔ تاریخیں اور فہرست تعطیلات واضح طور پر دکھائی گئی ہیں۔ کیلنڈر کے نیچے اور اوپر لکڑی کی خوشنما پٹیاں لگی ہوئی

نمونہ کا پرچہ

ملاحظہ کرنیوالے احباب سے گذارش

جن برادرانِ گرامی کی خدمت میں ان مطالب پر پالیسی مہربانی سے ایسا سہ القریش نمونتہ ارسال ہوتا ہے ان کا

قومی و اخلاقی فرض

اس بات کا مقتضی ہے۔ کہ وہ قومی سود و بہبود کے خیال سے قومی آرگن کی سرپرستی قبول کریں۔ اپنے احباب و اعزا کو خریداری و اعانت کی ترغیب دیں۔ کیونکہ کسی اصلاح و فلاح اور ترقی کا راز اسی میں مضمر ہے۔ کہ وہ اپنے قومی اخبار کے حلقہ کو وسیع کرنے میں اپنی تمام تر کوشش طاقت صرف کریں

بفرضِ محال

کوئی صاحب کسی وجہ سے معذور ہوں۔ تو انہیں چاہئے کہ مہربانی کرکے وہ اپنے ارادہ خریداری سے دفتر کو فوراً مطلع کر دیں۔ تاکہ وی۔پی کی واپسی زیر باری کا موجب نہ ہو۔
خاموشی رضامندی پر محمول کر کے آیندہ اشاعت کا پرچہ بصیغہ وی۔پی روانہ کرنیکا دفتر کو حق حاصل ہوگا

قیمت سالانہ

متمول حضرات سے للعہ متوسط احباب سے عہ طلباء سے عہ فی پرچہ ۱۴ امتیازی قیمت سے ۳

رعایتیں

(۱) کم از کم چار خریدار دنیوالے احباب کو مفت (۲) قلمی معاونین بشرطیکہ مقاصد کا لحاظ کرتے ہوئے۔ علی التواتر عمدہ چیدہ مضامین ارسال کریں۔ علی الدوام بلاقیمت (۳) قومی حالات اور قوم سے متعلق مختصر خبریں ارسال کرنے والے احباب بھی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں (۴) کم از کم ایک سو علمی مذاق رکھنے والے قریشیوں کے نام و مقام کے مفصل حالات بھجوانے والے احباب کو ۶ ماہ بلاقیمت۔

مینیجر القریش امرتسر

(رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۴۷)

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

اسلامی اصلاحی اور قومی ماہوار رسالہ

القریش

امرتسر

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

قیمت فی پرچہ ۴ر

ثنائیہ برقی پریس امرتسر میں مولوی محمد عبداللہ منہاس صاحب پرنٹر کے اہتمام سے قریشی محمد علی صاحب رونق صدیقی پبلشر کیلئے چھپکر دفتر القریش سے شائع ہوا

مقاصد

افراد قوم میں اتحاد و اتفاق اور محبت و مودت کا رشتہ قائم کرنے اور نوجوانان قوم کو صبر و استقلال، فیاضی و ثابت قدمی، صلہ رحمی و ایثار نفسی، محنت و جفاکشی، احسان و مروت، خاندان کی عزت و مہمان نوازی کا سبق دینے اور رسومات قبیحہ سے بچنے کی تلقین کرنا؛

اگر آپ

کو ان مقاصد سے اتفاق ہے۔ اور اپنی قوم کیلئے انکی تکمیل کو مفید سمجھتے ہیں تو

آپ کا فرض

ہے کہ آپ اخوت و یگانگت، ہمدردی اور مروت سے اپنے قومی نقارہ (القریش) کی آواز کو بلند کرنے اور افراد قوم کے کانوں تک پہنچانے میں کارپردازان القریش کا بطریق ذیل ساتھ دیں؛۔

(۱) قلمی اعانت (یعنی اصلاحی اور ایسے مضامین کی ترسیل جن سے مقاصد مجوزہ متذکرہ کی تکمیل مقصود ہو۔

(۲) ترقی اشاعت (یعنی حلقہ اثر اور دیگر ذرائع سے خریدار بنا کر)

(۳) القریش کی آواز پر کان دھرنے کے دیئے خو کر اور تجاویز مفیدہ پر عامل ہو کر دکیونکہ کسی پس افتادہ قوم کی شیرازہ بندی کا راز اسی میں مضمر ہے۔

منیجر القریش امرتسر

(پنجاب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترانۂ حمد

اے خدائے پاک اے شیرازہ بند دو جہاں — اے کہ تیرے فیض سے سرسبز ہے باغ حیات

تیری خوشبو سے معطر ہے ہوائے روزگار — تیرے جلووں سے منور ہے فضائے کائنات

کاشفِ سرِ حیات و موت ہے تیرا کلام — رازِ موجودات کی تفسیر تیری بات بات

ہے ازل سے دہر میں تیری شہنشاہی وہی — اور مٹے ہو ہو کے پیدا سینکڑوں لات و منات

تیرا ہر حسن ہے صبح ازل سے جلوہ گر — تیری ذات پاک کو شام ابد تک ہے ثبات

دامنِ ہستی سے تیرے دور ہے لوث وجود — عالم ہستی میں تو ہے نیک نام و پاک ذات

شبہ تیری ذات میں بیشک دلیل گمرہی — تیری ہستی کا یقین خضر بیابان نجات

دہر میں ہر چیز تیرے نور سے معمور ہے
دیدۂ بینا کو ہر ذرہ چراغ طور ہے

(نظیر لدھیانوی)

کانفرنس قریشیان ہند

ایک ضروری اطلاع

القریش ماہ فروری میں اعلان کیا گیا تھا کہ قومی دربار ۲-۳- اور ۴- مئی کو منعقد ہوگا۔ اور اس کیلئے پیہم کوششیں بھی جاری وساری تھیں کہ معاً رنجدہ والمناک حادثات شروع ہو گئے ۱۷/ فروری کو قاضی عنایت علیصاحب جنرل سکرٹری کے جوان اور لایق بھائی نے داغ مفارقت دیتے ہوئے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور ۱۸/ کو منشی عمرالدین اگزکٹو ممبر کے خالہ زاد اور ۲۱/ کو آپ کے حقیقی بھائی نے انتقال کیا چند ایک اور واقعات بھی پیش آئے۔ جو انتظامیہ و استقبالیہ مجالس کے کاروبار میں سخت ترین رکاوٹ کا باعث ہوئے۔ چنانچہ انہی پریشانیوں میں ۱۴/ فروری کے بعد کوئی میٹنگ نہیں ہو سکی اور نہ ہی دفتر متعلقہ کوئی کام ہو سکا۔

رمضان المبارک کے مہینہ میں چونکہ کوئی کام ہو سکیگا۔ اور اسمیں صرف چند دنوں کا وقفہ ہے۔ لہذا التوائے تواریخ اجلاس کیلئے ہم مجبور ہیں پس اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ برادران قریش فروری کے اعلان کو منسوخ سمجھیں۔ اب انشاء اللہ تعالیٰ ۲۲/ مارچ کو اجلاس ہونیوالا ہے۔ جسمیں جو تواریخ مقرر ہونگی۔ اس سے معزز جناب کو واضح و مطلع کیا جائیگا۔ اور اگر فضل ایزدی شامل حال رہا وقت نے مساعدت کی تو مطبوعہ مراسلات کا اجرا بھی ساتھ ہی شروع ہو جائیگا۔ احباب نوٹ کریں۔ والسلام۔ خاکسار جوائنٹ سکرٹری۔ ۶/ مارچ سنہ ۱۹۲۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القریش امرتسر

جلد ۱۱ | بابت ماہ مارچ ۱۹۲۵ء مطابق رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ | نمبر ۳

موعظہ و ذکریٰ

تذکار نزول قرآن

اسوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

شھر رمضان الذی انزل فیہ القران

یا ایھا الذین امنو کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون (بقرہ) مسلمانو! تم پر روزے اسی طرح لکھے گئے جسطرح تم سے پہلی امتوں اور قوموں پر لکھے گئے تھے۔ تا کہ تقوی تم میں پیدا ہو۔

شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس وبینات من الھدی والفرقان فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ ۔ ومن کان مریضاً او علی سفر فعدۃ من ایام اُخر یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر ولتکملوا العدۃ ولتکبروا اللہ علی ما ھداکم ولعلکم تشکرون (بقرہ) ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اترا۔ جو لوگوں کے لئے سرتاپا ہدایت ہے۔ جو ہدایت وتمیز حق و باطل کی نشانی ہے پس جو اس مہینہ میں زندہ موجود ہے وہ روزہ رکھے اور جو مریض یا مسافر ہو وہ ان کے بدلے دوسرے دنوں میں روزے رکھے۔ خدا آسانی چاہتا ہے سختی نہیں چاہتا۔ تا کہ تم روزوں کی تعداد پوری کرسکو۔ اور روزے اس لئے فرض ہوئے کہ تم اس عطائے ہدایت پر خدا کی بڑائی کرو اور شکر بجالاؤ۔

مکہ سے تین میل کی مسافت پر کوہ حرا واقع ہے۔ آج سے ۱۳۴۴ برس پہلے ایام رمضان میں جب سخت گرمی کے دن تھے۔ اور شدت حرارت سے ریگستانی بطحیٰ کا ذرہ ذرہ تنور بن رہا تھا۔ اسی کوہ حرا کے ایک تیرہ و تاریک غار میں مادیات عالم سے ایک کنارہ کش انسان سر بزانو تھا۔

وہ بھوکا تھا۔ لیکن بھوکا نہ تھا کہ اس کے پاس کھانے کی وہ چیز تھی جس کو کھا کر پھر انسان کبھی بھوکا نہیں ہوتا۔ وہ پیاسا تھا لیکن پیاسا نہ تھا۔ کہ اس کے پاس پینے کی وہ چیز تھی۔ جس کو پی کر انسان پھر کبھی پیاسا نہیں ہوتا۔ وہ تین تین چار چار دن کھانا پینا چھوڑ دیتا تھا۔ اس کے جانثار بھی اس کی محبت میں کھانا پینا چھوڑ دیتے تھے۔ لیکن وہ ان کو منع کرتا تھا۔

کوہ حرا کا مقدس عزلت نشین اس طرح بھوکا پیاسا سر بزانو تھا۔ کہ ایک نور بے کیف نے تیرہ و تار غار کو روشن کر دیا۔ وہ نور بے کیف کیا تھا ہدایت و فرقان کا ایک آفتاب تھا۔ جو مطلع

حظیرۃ القدس سے طلوع ہو کر اس کے سینہ میں غروب ہو گیا۔ فانہ نزلہ علی قلبک۔ اور پھر اس کے سینہ سے نکلکر تمام عالم کو اس کی شعاعوں نے روشن کر دیا۔ وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین۔ وہ آفتاب جس کا مطلع حظیرۃ القدس تھا۔ وہ آفتاب جس نے عالم کو منور کیا۔ قرآن مجید تھا۔ جو ماہ مقدس کی شب مبارک میں آسمان سے زمین پر نازل ہونا شروع ہوا۔ وہ کونسا ماہ مقدس تھا جس میں خدا کا کلام بندوں کو پہنچنا شروع ہوا؟ وہ ماہ رمضان تھا۔

پس ان ایام میں ہماری بھوک، ہماری پیاس، ہمارا مادیات عالم سے اجتناب اس یادگار میں ہے۔ کہ ہم تک جو خدا کا پیغام لایا۔ وہ ان دنوں بھوکا اور پیاسا تھا۔ اور وہ تمام [illegible] مادی سے مجتنب تھا۔

یہ اس کا حال تھا۔ جو کوہ فاران کی چوٹی سے جلوہ گر ہوا تھا (محمد صلعم) لیکن وہ جو سینا سے آیا (موسیٰ عم) وہ بھی توراۃ لینے کے لئے جب پہاڑ پر چڑھا تھا۔ وہاں چالیس روز بدلی کے درمیان خداوند کے حضور رہا تھا۔ (خروج ۲۴ - ۱۸) اسی طرح وہ بھی جو کوہ سعیر (کوہ زیتون) سے طلوع ہوا تھا (مسیح عم) اس سے پہلے کہ وہ خدا کی منادی شروع کرے جنگل میں چالیس روز دن رات بھوکا اور پیاسا رہا تھا (متی ۴ - ۲) یہیں ضرور تھا کہ وہ جو کوہ فاران سے جلوہ گر ہونے والا تھا وہ بھی اس سے پہلے کہ دس ہزار قدسیوں کیساتھ وہ آئے۔ اور اس کے داہنے ہاتھ میں آتشیں شریعت ہو۔ وہ خداوند کے حضور بھوکا اور پیاسا رہے تاکہ جو لکھا گیا ہے وہ پورا ہو۔

پس رمضان کی حقیقت کیا ہے؟ وہ ماہ مقدس جس میں داعی اسلام حسب اتباع مذاہب حقہ تحمل نزول قرآن کیلئے ضروریات مادیہ عالم سے مستغنی رہا۔ اور اس لئے ضروری ہوا کہ پیروان ملت اسلامیہ اور متبعین طریقت محمدؐ بھی ان ایام میں ضروریات مادیۂ عالم سے مستغنی رہیں۔ کہ اس توفیق و ہدایت کا شکریہ و ممنونیت اور اظہار اطاعت و عبودیت ہو جو ان کو اس ماہ مقدس میں عطا ہوئی۔

ہم کو صاف بتا دیا گیا۔ کہ مفروضیت صیام رمضان صرف اس لئے ہے کہ ہم اس عطائے ناموس فرقان و ھدی (قرآن) پر خدا کا شکر بجا لائیں۔ اور اس کے نام کی تقدیس کریں۔ پس کون مسلم ہے۔ جو خدا کے اس احسان اکبر اور نعمت عظیمہ کے شکریہ کیلئے تیار نہیں؟ اور اس کی تقدیس کیلئے آمادہ نہیں۔ اس کی تقدیس و تمجید میں خود کو فراموش کرو۔ اس کے کلام کی عظمت کو یاد کرو جس نے تم جیسی نزار و نزار و کمزور قوم کو اپنی تسلی سے قوی کیا۔ جو پھر کبھی کمزور نہ ہوگی۔ بیتے ۱۳۴۴ ہوئے کہ توحید کی آگ تمہارے سینوں میں روشن کی جو پھر کبھی نہیں بجھے گی۔ جس نے تمہارے سر پر تاج خیر الامم رکھا جو کبھی نہیں اتر سکتا۔

غرض ماہ صیام کی اصل حقیقت نزول قرآن کی یادگار و تذکار اور حاصل قانون علیہ الصلوۃ والسلام کے اسوہ حسنہ اور سنت مستحسنہ کی اتباع و تقلید ہے۔ کہ ان ایام میں آپ اسی طرح غار حرا میں قیام فرماتے تھے۔ اور اسی اثنائے ایام میں وہ نامۂ خیر و برکت اور دستور و ہدایت و قرآن ہمیں عنایت ہوا۔ جس سے ہم نے جسم کی زندگی اور روح کی تسلی پائی۔ پس یہ یوم اکبر یعنی یوم نزول قرآن جو لیلۃ القدر اسلام کا عہد اکبر ہے۔ اور حق ہے کہ تمام بندگان اسلام اور شیفتگان اسوہ محمد ہر ان ایام مقدسہ میں وہ زندگی بسر کریں۔ جو قرآن کا مطلوب اور حاصل قرآن کا نمونہ ہو۔

قرآن مجید کے حکم صیام کے موقع پر جیسا کہ آیات سر عنوان میں مذکور ہے۔ ہم کو صوم کے تین نتائج کی اطلاع دی ہے۔

لعلکم تتقون	تاکہ تم متقی ہو۔
لتکبروا اللہ علی ما ھداکم	تاکہ تم اس عطائے ہدایت پر خدا کی تکبیر و تقدیس کرو۔
ولعلکم تشکرون	تاکہ تم اس نزول خیر و برکت اور اس عطائے فرقان پر خدا کا شکر بجا لاؤ۔

اس سے ثابت ہوا۔ کہ صوم کی حقیقت تین اجزاء سے مرکب ہے۔ اتقاء، تکبیر و تقدیس اور حمد و تشکر۔ پس جس طرح حقیقت مرکبہ کا وجود بعین اجزاء کا وجود ہے کہ بغیر وجود اجزاء حقیقت معدوم ہے

صوم بغیر وجود اجزائے ثلاثہ مذکورہ معدوم و مفقود ہو جاتا ہے۔

اعمال انسانیہ کا وجود حقیقی ان کے نتائج و آثار کا وجود ہے اگر نتائج و آثار وجود پذیر نہ ہوئے تو یہ نہ کہو کہ ان اعمال کا وجود تھا اگر ہم دوڑتے ہیں۔ کہ مسافت قطع اور منزل قریب ہو۔ لیکن ہم بھٹک کر دوسرے راستہ پر جا پڑتے ہیں۔ جس سے ہماری مسافت دور تر اور منزل بعید تر ہوتی جاتی ہے۔ تو ہماری سعی لاحاصل اور ہماری تگا پو عبث ہے۔ اگر ایک طبیب اپنے مریض کے لئے ایک دوا تجویز کرتا ہے لیکن جس فائدہ کے مترتب ہونے کی امید کرتا ہے۔ وہ مترتب نہیں ہوتا تو یہ نہ سمجھو کہ طبیب نے دوا تجویز کی اور نہ کہو کہ مریض نے دوا کھائی۔

پس صیام جو ہمارا علاج روحانی ہے۔ اگر اس سے شفائے روحانی حاصل نہ ہو۔ تو حقیقت میں وہ صیام نہیں فاقہ ہے اور ایسے صائم اور روزہ دار جن کے صوم میں اتقا تقدس اور شکر کے عناصر ثلاثہ نہیں وہ فاقہ کش ہیں جن کی تشنگی اور گرسنگی ایک پھول ہے جس میں رنگ و بو نہیں۔ ایک گوہر ہے جس میں آب نہیں۔ ایک آئینہ ہے جس میں جلا نہیں۔ اور ایک جسم ہے جس میں روح نہیں اور کون نہیں جانتا کہ گل بے رنگ و بو۔ ایک گوہر بے آب۔ ایک آئینہ بے جوہر۔ ایک جسم بے روح بے حقیقت ہستیاں ہیں جنکی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

پس اچھی طرح سمجھ لو کہ صوم کی حقیقت کیا ہے۔ وہ ایک حالت ملکوتی کے ظہور کا نام ہے۔ صائم کا جسم انسان ہوتا ہے لیکن اس کی روح فرشتوں کی زندگی بسر کرتی ہے۔ جو نہ کھاتے نہ پیتے ہیں۔ وہ تمام مادیات عالم سے پاک اور ضروریات دنیاوی سے منزہ ہیں۔ ان کی زندگی کا فقط ایک مقصد ہوتا ہے۔ اطاعت اور ذکر الٰہی۔ اس لئے صائم نہ کھاتا نہ پیتا ہے۔ وہ مادیات سے پاک اور ضروریات دنیاوی سے منزہ رہنے کی۔ جہاں تک اسکی خلقت و فطرت اجازت دیتی ہے۔ کوشش کرتا ہے۔

پس مبارک ہے وہ جو ان ایام میں بھوکا رہتا ہے کہ وہ آسودہ ہوگا۔ مبارک ہے جو ان ایام میں پیاسا رہتا ہے۔ کہ وہ سیراب ہوگا۔ سبوح قدوس ربنا و رب الملئکۃ والروح۔

یاد رکھئے

کہ رسالہ کی تاریخ اشاعت ہر انگریزی مہینہ کی ۲ مقرر ہے۔ اور کوشش کی جاتی ہے۔ کہ صحیح تاریخ پر ڈاک میں ڈال دیا جائے۔ تاہم ایک دو دنوں کی کمی بیشی کبھی ہو ہی جاتی ہے۔ اس لئے احباب عدم رسیدگی رسالہ کی شکایت ایک ہفتہ کے انتظار کے بعد کیا کریں۔ اس عرصہ میں اگر نہ پہنچے۔ تو دوسرے ہفتہ کے اندر اندر منگا لیں تیسرے ہفتہ اور اس کے بعد دفتر رسالہ بہم پہنچانے کا ذمہ وار نہ ہوگا۔

مینیجر

مراسلت

زندہ قوموں کی جدوجہد

قریشی بھائیوں سے ایک سوال

مسلم گوجر کانفرنس کے گذشتہ اجلاس میں نواح کے مختلف مقامات سے رئیس۔ تاجر۔ عہدیدار اور ہر قسم کے لوگ اپنی برادری کے نمائندگان کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ اور باوجود افتتاحی اجلاس ہونے کے ان کی تعداد اس قدر زیادہ تھی۔ کہ پنڈال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ اور کوئی نشست کسی آنے والے کے انتظار میں خالی نہ تھی۔ انجمن قریشیان ہند مدت کے لحاظ سے گیارہ بارہ برس سے قائم ہے۔ آجتک اپنے کسی اجلاس میں دو سو سے زیادہ ممبر شامل نہیں کرسکی۔ اس لئے نہیں کہ اس میں رئیس نہیں۔ جاگیردار نہیں۔ عہدیدار نہیں۔ سب طرح اور ہر حیثیت کے لوگ موجود ہیں۔ ہاں اگر نہیں تو احساس نہیں۔ خودداری نہیں۔ مروت نہیں۔ محبت نہیں۔ اس برادری کے اعلیٰ طبقہ کے لوگ کسی مرکز کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ وہ اپنے حال میں مست ہیں۔ حالانکہ زمانہ کی پے در پے ضربات مجموعی حیثیت میں انکی قومیت کا بند بند علیحدہ کرکے پائمال کر رہے ہیں۔

اقوام عالم حتیٰ کہ چوڑھے اور چمار تک تو آج "ذاتی قومیت" کو قائم و برقرار رکھنے اور عظمت رفتہ کو حاصل کرنے کے لئے میدان عمل میں آگئے ہیں۔ اگر احساس نہیں تو لے دیکر ایک ہماری قوم ہے۔ جو باین خواری و خستہ حالی اپنے وقار اور عزت سے بے نیاز ہے۔ اور پائمالی کی پرواہ نہیں کرتی ہے

الٰہی انتہا بھی ہے کوئی اس پائمالی کی!

جہاں میں داستانیں ہیں ہماری خستہ حالی کی

اب قومی کانفرنس کا اجلاس آرہا ہے۔ اراکین انجمن اور خصوصاً ایڈیٹر صاحب اور پھر مولانا قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کی کوششیں اس کے لئے برابر جاری و ساری ہیں۔ کیا برادران اضلاع سرگودہ مظفرگڈھ۔ فیروزپور۔ جالندھر اور ملتان مجھے بذریعہ القریش یہ بتانے کی تکلیف کرینگے۔ کہ انہوں نے اس ضرورت کا کیا کچھ احساس کیا۔ اور اس ضرورت پر غور کرنے میں انہوں نے کتنا وقت صرف کیا۔ اور آخر وہ کس نتیجہ پر پہنچے۔

فروری کے القریش کی مطالعہ خصوصاً "زندہ قوموں کی جدوجہد" کے مضمون نے ان کے قلوب پر کیا اثر کیا۔ ارائین اور راجپوت برادری جو اس وقت عزت، شہرت، دولت اور ثروت کی ضرورتوں سے بے نیاز ہے۔ ایکٹ انتقال اراضی کی کسی شق کے وہ محتاج نہیں تعلیم کی ان میں کمی نہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ سر محمد شفیع اور سر رحیم بخش ایسے لوگ انجمن اور قوم کے لئے مارے مارے پھرتے ہیں۔ آپ نے اس پر کچھ غور کیا؟ اگر کیا تو آپ کیا بتا سکتے ہیں۔ کہ آپ کو انجمن کی شرکت میں کونسا امر مانع ہے؟ جس حالت میں کہ آپ کی قوم علم۔ دولت ملازمت، اتفاق اور ہر کام کی چیز سے محروم ہے۔

چوڑھے اور چمار کی مثال محض مثال ہی نہیں۔ بلکہ امر واقع ہے۔ اور یہ صحیح ہے۔ کہ وہ اس وقت "قومی اصلاح" کے لئے مصروف عمل ہیں۔ جمشید ضلع جالندھر میں بھنگیوں نے اپنی کانفرنس کے ایک شاندار اجلاس میں اردگرد کے دیہات سے کئی سو بھنگی اکٹھے ہوئے۔ کانفرنس میں یہ ریزولیوشن پاس ہوا۔ کہ جو لوگ عیسائی ہو گئے ہیں۔ وہ یا تو واپس اپنے دھرم میں آجائیں۔ یا برادری سے خارج کئے جائیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک گاؤں کے ۲۱ عیسائی شدہ گھرانوں میں سے بیس شدھ ہو گئے ہیں۔ اور صرف ایک گھر باقی رہ گیا ہے۔

کانفرنس کا بہت اچھا اثر پڑا۔ اس موقعہ پر حشمت صاحب جمشید نے بہت اعلیٰ مثال پیش کی ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنی جیب سے اکیہزار روپیہ کانفرنس مذکور کے لئے بھنگیوں کو دیا۔

میں سنتا ہوں کہ جالندھر میں اصلاح برادری کے لئے قریشیوں کی ایک انجمن بھی قائم ہوئی ہے۔ صدر مولوی برکت علی صاحب اور سکرٹری بابو سردار علی صاحب ہوئے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انہوں نے جلسہ میں کام کو بطریق احسن سرانجام دینے کے لئے حلفیہ دعوے بھی لئے تھے۔ سب کچھ ہوا لیکن میں دیکھتا ہوں کہ نمائش و نمود کے سوا کچھ نہیں۔ اور نہ کوئی اس کی کارروائی ظہور پذیر ہوئی۔ اور نہ کوئی عملی کام ہوا۔ کیا ایڈیٹر صاحب جنہوں نے اپنے نومبر کے رسالہ میں گرما گرم کارروائی شائع کی تھی۔ بتلائیں گے کہ یہ خواب و افسانہ تھا۔ یا اس میں کچھ اصلیت بھی تھی!

صدر اور سکرٹری صاحبان سے بے ادبی کی معافی چاہتا ہوا۔ کہاں یہ عرض کرنے کی جرأت کر سکتا ہوں۔ کہ کم از کم وہ اپنے بھنگیوں ہی کو دیکھیں اور چشم بصیرت وا کرکے زمانہ کی ہوا کا ملاحظہ فرمائیں۔ خدا کرے میری التجا کو قبولیت کا درجہ حاصل ہو۔ اور جواب سے اطمینان!

نیازمند محمد اسحٰق قریشی

تذکرہ برادری

انجمن قریشیان ہند

امرتسر۔ ۱۰ مارچ۔ آج اگزیکٹو کمیٹی کا ایک ضروری اجلاس اہم اور خاص معاملات پر غور کرنے کے لئے بزیر صدارت جناب حکیم مسعود عالم صاحب دفتر القریش میں منعقد ہوا۔ مقامی و غیر مقامی ممبران کی موجودگی میں ایک بجے کارروائی شروع ہوئی۔

سب سے پہلے جناب قریشی محمد علی صاحب مؤلف مدیر رسالہ "القریش" کی تحریک پر قاضی عنایت علی۔ منشی قمر الدین۔ بابو محمد لطیف شرر ان تمام احباب سے اظہار ہمدردی کیا گیا جن کے عزیز گذشتہ دنوں رحلت کر گئے تھے۔ مرحومین کے حق میں دعائے مغفرت کی گئی۔ اور تجویز ہوا کہ متعلقین کی خدمت میں دفتر سے ہمدردی کے خطوط جاری ہوں۔

اس کے بعد حسب ایجنڈا کارروائی شروع ہوئی۔ اور جلسہ بخیر و خوبی پانچ بجے دعائے خیر اور حاضرین کے شکریہ کے ساتھ ختم ہوا۔

عنایت علی جنرل سکرٹری

انجمن قریشیہ جالندھر

۱۰ نومبر ۱۹۲۴ء کے بعد اس انجمن کی کوئی کارروائی موصول نہیں ہوئی۔ اس کے متعلق ایک مراسلت میں استفسار بھی کیا گیا ہے۔ جس کے جواب کا بوجہ کارکنان انجمن کے ذمہ ہے۔ ہمیں مولوی عطا محمد صاحب جالندھری کے ایک مراسلہ سے جو کل ہی موصول ہوا۔ معلوم ہوا ہے کہ بابو سردار علی صاحب سکرٹری انجمن مذکور کی اہلیہ مرض دق میں مبتلا ہوئیں۔ اور چار مہینے متواتر بیمار رہ کر گذشتہ دنوں انتقال کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ آپ کوئی کام نہ کر سکے۔ مولوی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ خدا کا فضل و کرم شامل حال رہا۔ تو اب کام شروع کر دیا جائیگا۔

ہمیں بابو سردار علی صاحب سے دلی ہمدردی ہے۔ ہم آپکے اس رنج میں شریک ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ میاں مرحومہ کو جوار رحمت میں جگہ دے۔ آمین

یہ خبر دلی رنج اور قلق سے سنی جائیگی کہ اس انجمن کے سرگرم رکن بلکہ روح رواں حاجی مولوی محمد شاہ صاحب گورنمنٹ پنشنر و رئیس متھو بھی انہی ایام میں دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ نہایت شریف الطبع، منکسر المزاج اور دردمند قوم تھے۔ اصلاحی امور میں آپ کو گہری دلچسپی تھی ایسے قابل بزرگ کا اٹھ جانا ناقابل تلافی صدمہ ہے۔ ہمیں آپ کے پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے۔ دعا ہے کہ خدائے تبارک و تعالیٰ مرحوم کو جنت اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔ آمین

شکریہ احباب

ذیل کے احباب نے اس مہینہ میں توسیع اشاعت میں حصہ لیکر ہمیں مشکور فرمایا۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء

فروری میں رفتار اشاعت تسلی بخش اور حوصلہ افزا تھی۔ احباب اگر اپنی کوششیں بدستور جاری و ساری رکھتے۔ اپنے قومی منکرین کی آواز میں گونج پیدا کرنے میں ساعی رہتے تو ممکن تھا۔ تو ممکن تھا کہ چند ہی ماہ میں قوم کے خیالات میں عظیم تغیر و تبدل واقع ہو کر شیرازہ بندی میں آسانی ہوتی۔ کیا ہی خواہان قوم و معاونین القریش اس ضرورت اور اہم ضرورت کو پورا کرنے کیطرف توجہ دیں گے!

(۱) جناب مخدوم مولوی غلام قادر صاحب بتوسل جناب قاضی عنایت علی صاحب جنرل سکرٹری انجمن قریشیان ہند۔

(۲) جناب شیخ عبد العزیز خاں صاحب محرر اسلحہ بتوسل جناب قاضی سید عالم خاں صاحب تحصیلدار۔

(۳) جناب قاضی غلام مصطفیٰ صاحب چک دوکان بتوسل جناب قاضی نذیر حسین صاحب فاروقی۔

(۴) جناب منشی محمد اقبال صاحب فاروقی بتوسل جناب قاضی سید عالم صاحب بی۔ او۔ ایل

مراسلت

قریشی محمد اسحٰق صاحب کا ایک ضروری خط "مراسلت" کے عنوان سے اسی اشاعت میں شائع ہوا ہے۔ آپ نے بعض ان اضلاع کے قریشی بھائیوں سے کچھ سوالات کئے ہیں۔ جن میں قریشی آبادی بکثرت ہے۔ اور بالعموم وہ سب اعلیٰ حیثیت رکھتے ہیں۔ چونکہ بعض حالتوں میں سوالات متذکرہ کے جوابات قوم اور بالخصوص آئندہ اجلاس کے لئے مفید ثابت ہونے کی توقع کی جاتی ہے۔ اس لئے احباب متعلقہ کی عنان توجہ ہم مراسلت کی طرف معطوف کرتے ہوئے سفارش کرتے ہیں۔ کہ وہ بعنایت مخلصانہ قریشی صاحب کے سوالات کو بنظر عمیق مطالعہ فرما کر مفصل جوابات کی بہت جلد تکلیف گوارا فرمائیں۔

کیا آپ کو معلوم ہے؟

کہ سالانہ اجلاس اب کے کانفرنس کی صورت میں بڑے پیمانہ پر منعقد کرنے کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ اور کیا آپ کو معلوم ہے۔ کہ دنیا کی قومیں آپ کو ذلت کے پاؤں میں روندتی ہوئی۔ شاہراہ ترقی پر گامزن ہیں! کیا آپ کو معلوم ہے۔ کہ آپ کو اس خاموشی سے قومیت فنا ہو رہی ہے۔ اور نام مٹ رہا ہے۔ اگر معلوم ہے۔ تو کیا آپ (ناظرین القریش) یہ بتانے کی تکلیف گوارا کریں گے۔ کہ وہ کونسی ایسی رکاوٹ مجبوری ہے۔ کہ آپ نے اس کے متعلق اس وقت تک اپنی تائیدی آواز سے کارکنان کی حوصلہ افزائی نہیں کی۔ ان سوالات کا جواب القریش کے ان معاونین کرام کے ذمہ ہے۔ جو القریش کو پڑھتے۔ اور قوم کی افسوسناک پسماندگی سے واقف ہیں۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ احباب نام بنام مراسلات کے اجرا کا بار کسی قومی فنڈ پر نہ ڈالیں۔ اور اسی اشارہ پر اپنی اپنی آراء کے اظہار فرما کر کارکنان انجمن کی حوصلہ افزائی کا موجب ہوں۔ اور جلسہ کو شاندار بنانے کے لئے اپنی اپنی کوششوں میں لگ جائیں۔

وفائے عہد

کرتے ہیں یہ بیان ابو رفعؓ ایک دن — میرا مدینۂ نبویؐ میں ہوا گذر
صلح (حدیبیہ) کے لئے جب قریش نے — پیش نبیؐ جو بھیجا بنا کر پیام بر
دیکھا جو جلوۂ رخ پُر نور شاہِ دین — اسلام کی جو شان تھی وہ آ گئی نظر
شمع رخ حضور کا پروانہ بن گیا — قابو سے میرے ہو گئے باہر دل و جگر
کی عرض ہاتھ جوڑ کے اے فخر انبیاءؐ — جاؤنگا ہیں نہ اب در اقدس کو چھوڑ کر

حاضر رہیگا خدمتِ اقدس میں یہ غلام
ہو گی یہیں پہ عمر دو روزہ مری بسر

فرمایا سنکے حضرت خیر الانامؐ نے — ہرگز کسی سے عہد نہ توڑینگے عمر بھر
ہم سے نہ ہو سکیگا کہ قاصد کو روک لیں — جاؤ ابھی کہ آئے ہو بن کر پیام بر

دیکر جواب نامہ پلٹنا پھر اس طرف
دل میں خدا رسولؐ کی الفت رہے اگر

کہتے ہیں حضرت ابو رافعؓ کہ جا کے میں — پہنچا قریش میں کہ نہ پہنچائیں پھر ضرر
دیکر جواب خط جو سوئے مصطفیٰؐ پھرا — چاروں طرف تھا نیّر اسلام جلوہ گر

سینے سے کفر و شرک مٹایا رسولؐ نے
ذرّے سے آفتاب بنایا رسولؐ نے

(حافظ محمد یعقوب اوچ گیاوی)

ٹیڑھی اینٹ کی یاد

(نمبر۲)

۱۷۶۲ء میں جب خواجہ[1] (عابد) عبید اللہ خاں حاکم لاہور نے چڑت سنگھ سکر چکیہ پر گوجرانوالہ میں یورش کی۔ تو خواجہ کی فوج کے سکھ سپاہی بپاسِ مذہب (ازراہِ غداری و نمکحرامی بھی۔ نظیر) چڑت سنگھ سے جا ملے اور خواجہ کا ساتھ تہ دیا۔ جس کی وجہ سے خواجہ عبید کامیاب نہ ہو سکا۔ تو اس سے سکھوں کے حوصلے بڑھے۔ اور ان کے جم غفیر نے اتفاق کرکے یہ عزم بالجزم کیا۔ کہ مسلمانوں کو مار کر (پنجاب۔ سے) نکال دیا جائے۔ چنانچہ ان کا ایک بڑا مجمع امرتسر میں ہوا۔ اور باہم یہ صلاح ٹھیری کہ "ایمن آباد کو لوٹا جائے کیونکہ وہاں کے قاضی احمد شاہ ابدالی کے ممد و معاون ہیں۔ اور سکھوں کی بیخکنی کے خواہاں"۔ یہ بھی قرار پایا کہ "گورو نرنجنی[2] کو بھی جو جنڈیالہ میں رہتا ہے۔ اور شاہ درانی کا خیر طلب ہے سزا دیجائے"۔

پرچہ نویس (بمنزلہ سی۔ آئی۔ ڈی) تو حسب معمول شاہ درانی کو اس طرف کے حالات و واقعات کی اطلاع دیا ہی کرتے ہوئے رہتے تھے۔ مگر ان مخصوص حالات کی اطلاع اپنے انتظام پر بذریعہ شتر سوار غازی احمد شاہ کو کابل میں بھجوادی گئی۔ جسمیں خواہش استمداد بھی کیگئی۔

بجزم عشق توام میکشند غوغا الیست

تونیز برسر بام آکہ خوش تماشا الیست

چنانچہ احمد شاہ اطلاع کے ملتے ہی غضبناک ہو کر شیر ببر کی طرح چنگھاڑتا ہوا چالیس ہزار سوار لیکر یکو بیچ بلغر پنجاب میں آیا اور سرہند پر جسقدر سکھ مقابل ہوئے ان کا کچومر نکالدیا۔ پچیس ہزار تو موقع پر قتل ہوئے۔ بیشمار زخمی اور نیم جان ہو کے سسکتے ہوئے میدان میں رہے۔ اور باقی بھاگ گئے۔ سکھوں نے اپنی اصطلاح میں اس لڑائی کا نام بزبان پنجابی "گھلوگھارا" یعنی قتل عام رکھا ہوا ہے۔

اس فتح سے فارغ ہو کر جب غازی عالی ہمت لاہور میں آیا۔ تو انہی ایام دیوالی کا تیوہار آپہنچا۔ اور سکھ امرتسر میں جمع ہونے شروع ہوئے۔ غازی موصوف فوراً امرتسر میں بمعہ فوج جا پہنچا۔ چونکہ وہ سکھ قوم سے (اقوام ہنود میں سے عموماً جاٹ اور غریب طبقہ کے اروڑے۔ ترکھان۔ کمہار اور سنار وغیرہ لوٹ مار کے لالچ پر اس وقت پاہل (اصطباغ) لے کر بن جاتے۔ پیشہ قزاقی اختیار کرتے اور اس گروہ میں شامل ہو جاتے تھے۔ جو حکومت کے خلاف ہوتا۔ اس لئے ان کی باغیانہ اور سفاکانہ بداعمالیوں کی وجہ سے نظیر) غایت درجہ ناراض تھا۔ اور ان کا تدارک واقعی اس کو بجا و دل منظور تھا۔ کیونکہ کوئی دانا گورنمنٹ اپنے خلاف اسباب بغاوت کے ترقی پذیر ہونے کو ہرگز روا نہیں رکھ سکتی۔ نظیر) اس لئے اس نے امرتسر میں پہنچکر سکھوں کے معبدگاہ کو جہاں سے کہ بنا اس فساد کی پڑی تھی۔ (یعنی جسمیں مجتمع ہو کر ایمن آباد کے خاندان قضات کو لوٹنے کا منصوبہ باندھا گیا تھا۔ نظیر) مسمار کرادیا۔ اور تالاب میں بیلوں اور گایوں کا خون ڈلوا دیا کیونکہ عناد و فساد کی بنیاد حد سے زیادہ مضبوط تھی۔

---

[1] قلمی نسخہ تاریخ حال سکھاں مصنفہ شیخ غلام مرتضیٰ صاحب قریشی دگواجرانوالیہ تحصیلدار مرحوم [2] رائے بہادر کنہیا لال نے عاقل داس مہنت جنڈیالہ لکھا ہے [3] اس بابت کا ذکر کسی مطبوعہ تاریخ میں میری نظر سے نہیں گذرا صرف شیخ غلام مرتضیٰ صاحب تحصیلدار مرحوم اپنے قلمی نسخہ "حال سکھاں" میں ایسا لکھتے ہیں۔ قلمی نسخہ کی ابتداء میں ان کا دعوے ہے (باقی بر صفحہ ۱۳ کالم ۲)

تاریخ پنجاب میں مذکور ہے۔ کہ احمد شاہ کے جانے کی خبر پاکر سکھ بھاگ گئے۔ پادشاہ نے اپنا غضب مندر پر نکالا اور حکم دیا کہ مندر گرا یا جائے۔ اس کی بنیادیں بارود رکھ کر اڑا دیجائیں۔ تالاب کی عمارت گرا کر اس کا مغاک مٹی سے بھروا دیا جائے۔ چنانچہ فی الفور حکم کی تعمیل ہوئی۔ اور مندر کی تمام عمارت ایک دو روز میں مفقود ہوگئی۔

تاریخ خالصہ حصہ اول جلد دوم میں اس واقعہ کا حال بزبان بھاشا یوں مرقوم ہے۔

گورکا بچن ست سو بھیئو (گرو کا فرمان آخر پورا ہوا)
احمد شاہ جبھی تھاہ آئیو (احمد شاہ جب یہاں آیا)
مندر ڈھاہ تال اکھڑائیو (مندر کو گرایا۔ تالاب کو اکھاڑا)
ناہین نشان رہن اُن دائیو (اس نے ان کا کوئی نشان نہ رہنے دیا)
مٹی تال ماہیں بھروائی (تالاب کے اندر مٹی بھروا دی)
صاف کرا کھیتی بجوائی (صاف کرایا۔ کھیتی بوئی گئی)

خان بہادر شمس العلماء مولانا محمد ذکاء اللہ صاحب تاریخ ہندوستان جلد نہم میں یوں لکھتے ہیں۔ کہ گورو ارجن دیو نے امرتسر میں تالاب کے اندر جو مندر بنایا اس کی بنیاد حضرت میاں میر سے رکھوائی۔ اسی مندر کو احمد شاہ پادشاہ کابل نے سمت ۱۸۱۸ بکرمی میں منہدم کرایا تھا۔ غرضیکہ اس طریق پر جہاں گورو صاحب کی وہ پیشینگوئی اصلی معنوں میں پوری اتری۔ وہاں احمد شاہ پادشاہ کابل نے بھی ہمارے اسلاف کرام کیسا تھ بطریق متذکرہ بالا حق رفاقت پورے طور پر ادا کیا۔

مگر بیحد افسوس کا مقام ہے۔ کہ ایسے نازک وقت میں جبکہ احمد شاہ اس قدر مصروفیت کے ساتھ سکھی مظالم کے قلع وقمع اور کفر و شرک کے استیصال کے کام میں مصروف تھا۔ تو اچانک ایک وحشت انگیز خبر کابل سے موصول ہوئی۔ جس کی وجہ سے وہ فوری واپسی پر مجبور ہوا۔

تاریخ تبلاتی ہے۔ کہ ہندوستان کی اسلامی حکومت کو کفار کے ہاتھوں سے اس قدر ضرر نہیں پہنچا۔ جس قدر کہ مسلم سلاطین کی اپنی ہی خانہ جنگی اور جنگ و جدال نے نقصان عظیم پہنچایا۔ چنانچہ اس موقع پر بھی عین اس وقت یہی کلیہ پیش آیا۔ کہ آں غازی موصوف جبکہ اس صورت میں جہاد فی سبیل اللہ اور حفاظت اسلام از دست کفار جیسے ضروری اور مقدس کام میں ہمہ تن مصروف تھا۔ تو اطراف کابل کی بے محل جنبش اور بے موقعہ حرکات کی بدولت اس کو یہ اہم ترین فرض ادھورا چھوڑنا پڑا۔ بحالیکہ اس کا نتیجہ اسلامی حکومت کو ضعف اور تزائد عمل کفار ایک ظاہر امر تھا۔ یقین کیا جاتا ہے۔ کہ اگر احمد شاہ کا قیام چندے مزید اور رہتا تو اس کی اعلیٰ وارفع کوششوں کا جو عظیم الشان نتیجہ مترتب ہونے والا تھا۔ وہ ہندوستان کے اسلامی عہد حکومت کی تاریخ میں ابدالآباد تک سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہوتا ؎

من از بیگانگان ہرگز ننالم
کہ بامن ہرچہ کرد آن آشنا کردم

(باقی)

بقیہ حاشیہ صـــ۱۲

کہ میں سردست حال فروغ و ادبار حکومت سکھاں لکھتا ہوں جو چند کتب اور روزنامچہ ہائے مہاراجہ رنجیت سنگھ سے کہ آجتک اس کی ترتیب کامل کسی کے پاس نہیں ہے سلسلہ وار ترتیب دیتا ہوں"۔ پس یہ امر اگر ایسا ہوا ہو تو گمان کیا جا سکتا ہے۔ کہ تالاب کے تقدس سے متعلق روائتی عقیدت کی اصلاح مقصود ہوگی۔ کیونکہ کون نہیں جانتا۔ کہ حالیہ تہذیب جدید کے دور میں بھی اور تو بجائے خود رہے۔ ایک سکھ ریاست کے ایک تعلیم یافتہ اور معزز مسلمان عہدہ دار نے اسی تالاب کے کار صفائی کے دوران میں پار سال کیچڑ کی ٹوکری اٹھانے کی بدعت کا ارتکاب کیا۔

ببین تفاوتِ راہ از کجا است تا بکجا

نظیر

غزل

فریب نفس میں آنے کی گر نہ خو کرتا　　میں لاکھ شوق سے اپنی ہی آرزو کرتا

نماز عشق مری بھی قبول ہو جاتی　　میں خون دل سے جو اک بار بھی وضو کرتا

وہ تشنہ کام ہوں ساقی کہ حشر کے دن بھی　　اٹھوں گا کنج لحد سے سبو سبو کرتا

دکھائی وہ سب قناعت نے شکل استغنا　　میں جس کے واسطے پھرتا تھا جستجو کرتا

ہے بے نظیر یہ ایثار عشق غنچۂ گل　　سے صرف کرکے تبسم متاع بو کرتا

یہ شان زخم محبت کی ہے کہ پیر فلک　　ہے بیٹھا رشتۂ مریم سے پئے رفو کرتا

کمال عشق یہی ہے کہ خون رگ گل میں　　ہو سنج نالۂ بلبل سے رقص جو کرتا

میں بے خطر ہوں کہ ان کی نگاہ ہے مجھ پر　　بلا سے منت گردوں رہے عدو کرتا

سراپا اشک ندامت ہے سرخی رحمت　　جو ہوتا پاس تو محشر میں سرخرو کرتا

مری وہ قدر ہے تردامنی سے اے شاکر
خدا کا رحم ہی خود مجھ سے گفتگو کرتا

شاکر صدیقی

مذاکرہ و مناظرہ

صدائے حق

جرأت صداقت پر ایک نظر کے جواب میں

(از جناب شیخ غلام حسین صاحب شاکر صدیقی)

(نمبر ۳)

یا معشر قریش ان اللہ قد اذھب عنکم نخوۃ الجاھلیۃ و تعظمھا بالآباء الناس من آدم و آدم من تراب — اے قوم قریش اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار خدا نے مٹا دیا۔ تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔

اہل مکہ جن کی شقاوت قلبی نے خود حضور کو ہزار ہا قسم کی تکلیفیں دی تھیں۔ بلا کشان اسلام پر طرح طرح کے ظلم و ستم توڑے تھے۔ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور سوائے چند ایک اشتہاری بانی قتل کے باقی سب کو حضور ترجمان حق سے لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء (اب تم پر کچھ الزام نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو) کا مژدۂ جانبخش سناتے ہیں۔

حضور کا تمام امت کے اسوۂ حسنہ پر جان دینے والے سنت محمدیہ کو حرز جان بنانے والے خلفائے راشدین کا بھی اس معاملہ میں دستور العمل ٹھیک آنحضرتؐ کی پیروی ہے۔ اگرچہ اس کے بعد اس سوال کے جواب کی ضرورت نہیں لیکن یہ دکھانے کے لئے کہ وہ باوجود اپنی عالی نژادی کے۔ باوجود اپنی امارت عامہ و خلافت کے کسطرح بے دھڑک تقلید سنت میں ہر کہ و مہ سے مساویانہ سلوک کرتے تھے۔ ایک دو واقعات تمثیلاً پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت ابوبکرؓ صدیق کی شرافت نسبی مسلمہ ہے۔ ان کی توصیعت سے ناموس اکبر کے لب شناسا ہیں۔ وہ اخوت و مساوات اسلامی کو اس قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے کہ ان کا اپنا آزاد کردہ غلام بلال جس کی فطرت نور نبوت سے مستنیر تھی۔ اپنے لئے ان کے منہ سے سیدنا سیدنا کے الفاظ سن کر حیران ہو جاتا ہے۔

(۲) امیر المومنین حضرت عمرؓ مسند طراز خلافت ہیں۔ حج کے ایام میں طواف کعبہ کرتے ہوئے ایک غریب مسلمان کا پاؤں جبلہ بن ایہم شاہ غسان کی عبا پر نادانستہ پڑتا ہے۔ اس مفروضہ گستاخی پر وہ اپنی رعونت کی وجہ سے پاؤں رکھنے والے کے چہرہ پر طمانچہ مارتا ہے۔ مضروب کا دانت ٹوٹ جاتا ہے۔ مقدمہ امیر المومنین کے پاس جاتا ہے۔ ایک طرف غریب مضروب کھڑا ہوا ہے۔ دوسری طرف مغرور غسانی سردار البادہ ہے۔ روئداد مقدمہ سنی جاتی ہے۔ اور شاہ غسانی کے اظہار شرافت نسب پر بھی مساوات اسلامی کے مقابلہ میں اس کی شان و شوکت۔ اس کی خاندانی وجاہت و عظمت کو ٹھکرا کر آئین محمدی کے مطابق حکم قصاص جاری کر دیا جاتا ہے۔

(۳) امین الامت حضرت ابو عبیدہ بن جراح بیت المقدس کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں۔ شہر کے سردار اور بطریق اعظم طول محاصرہ سے تنگ آ کر خلیفۂ اسلام کے ہاتھ میں شہر کی کنجی دینے کی شرط پیش کرتے ہیں۔ امیر لشکر کی درخواست دربار خلافت میں پیش ہوتی ہے۔ باہمی مشاورت میں حضرت علیؓ کی پرجوش تائید سے وہ درخواست منظور ہو جاتی ہے۔ قیصر و کسریٰ کے دلوں میں کپکپی پیدا کر دینے والا عرب کا سادگی پسند خلیفۂ اسلام مدینہ سے ایک غلام کی معیت ستوؤں اور کھجوروں کی تھیلی ہے جس میں پانی پینے کے لئے لکڑی

کا ایک پیالہ بھی ہوتا ہے۔ اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے بیت المقدس کا رخ کرتا ہے۔ نسبی شرافت اور تفوق عزت کو پاؤں میں روندتا ہوا۔ ہر ایک قیام پر غلام کو ساتھ کھلاتا جاتا ہے۔ اور ہر ایک منزل کا نصف فاصلہ غلام کو اونٹ پر سوار کر کے خود مہار ہاتھ میں پکڑ کر پیدل چلتا ہے۔ حتیٰ کہ ایسی حالت میں بیت المقدس میں داخل ہوتا ہے۔ اور اسلامی مساوات کا درخشاں نقش لوحِ ہستی پر اپنی یادگار چھوڑ جاتا ہے۔

(۴) حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ بھی اپنے اپنے دائرہ عمل میں صبغۃ اللہ کے دلنواز رنگ میں رنگین نظر آتے ہیں۔ ان کا ایثار۔ ان کی سخاوت۔ ان کی اُخوت فی الدین آنے والی نسلوں کی رہنمائی کے لئے راہِ منزل میں اثر نقش چھوڑ جاتی ہے۔

مندرجہ بالا قرآنی آیات۔ نبوت کے زریں عہد کے قابل تقلید واقعات۔ اور شرافتِ نسبی کے مایۂ ناز ہیکروں کے سوانح حیات سے اب یہ بات ثبوت کو پہنچ گئی ہے۔ کہ ہمارا اپنی سیادت۔ اپنی شرافت اپنی عظمت کا گوش فریب راگ گا گا کر خود ہی وجد میں آنا۔ اسوۂ حسنہ کے سراسر خلاف ہے۔ قرآن کریم میں جگہ امنو وعملوا الصلحت کی تعلیم ہے۔ یہی معیار شرافت ہے۔ یہی معیار عزت ہے۔ اور اس میں امیر غریب کی۔ شریف و رذیل کی۔ مرد و عورت کی تخصیص نہیں۔ ہر جگہ مومنوں سے خطاب ہے۔ اور ان ہی مومن و صالح ہستیوں کیلئے وعید جنت ہے۔ نوید رحمت ہے۔ برخلاف اس کے قرآن مجید میں کسی جگہ بھی رب العزت و عظمت نے شرافت نسبی کا پاس کرتے ہوئے مکہ۔ طائف یا کسی اور جگہ کے کسی معزز سردار کو کسی معزز رئیس کو مخاطب نہیں فرمایا۔ اس کی ثبوت دہی کا دعوے خدائے قدوس کے احکام کی مکارانہ تکفیر ہے۔ قرآن کریم کی بیباکانہ تکذیب ہے۔ رسول اکرمؐ کی ذاتِ مجموعہ کمالات سے فریبانہ تعریض ہے۔ اگر یہی امتیاز مایۂ ناز ہوتا تو حضرت نوحؑ کا بیٹا کبھی بھی ان کی اہل کی فہرست سے خارج نہ کیا جاتا۔ لیکن قرآن کریم نے اس کو صرف اعمال حسنہ ہی سے ناآشنا ہونے کے باعث مردودِ ازلی بنا دیا۔ اور اس کے باپ کی نبوت اس کے کچھ کام نہ آئی۔

زبانِ قدرت سے یہ واقعہ سننے کے بعد یہ بات بخوبی ذہن نشین ہو سکتی ہے۔ کہ ہر ایک خاندان کا ہر ایک گروہ کا ہر ایک قبیلے کا امتیاز نسبی پر جان دینا اس صورت میں کہ شریعت حقہ اس کی موید نہ ہو۔ کہاں تک مستحسن ہے۔ کیا یہ تغلو مقاصد اسلام کے منافی نہیں۔ کیا یہ امتیاز اجزائے ملت کی پریشانی کا باعث نہیں۔ میں بلا خوف تردید کہتا ہوں کہ ہے اور ضرور ہے۔

آج اگر عباسی حضرات آل عباس کی برتری کے نقشوں کو حضرت عباسؓ کے رنگ فضیلت سے دلنواز بنا رہے ہیں۔ تو کل صدیقی صاحبان بھی زار دار نبوت کی مسلمہ عظمت یا التحقیق فوقیت کے پردے میں ان سے گوئے سبقت لیجانے کی کوشش کریں گے۔ ان کی جد و جہد سے متاثر ہو کر فاروقی اور عثمانی احباب بھی اپنی اپنی جگہ حصول تفوق میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرینگے۔ اپنی اپنی ڈفلی اور اپنے اپنے راگ کا نتیجہ بجائے عزت کے ہماری ذلت کا باعث ہوگا۔ کیونکہ اس طرح اگر آج نہیں۔ تو کل ہمارے دائرۂ اخوت کے یہی بار یک سے اندرونی خطوط ہیرا کنی کی طرح اس شیشہ کو ٹکڑوں میں تقسیم کرتے ہوئے ہمیں ہمیشہ کیلئے ایک دوسرے سے علیحدہ کر دینگے۔

میں ان اصحاب سے جو اس امتیاز پر نازاں ہیں۔ یہ پوچھنے کی جرأت کرتا ہوں کیا ہم نے میدان حشر میں خدائے قہار کے روبرو اعمال کی جوابدہی کے بدلے اپنا اپنا نسب نامہ پیش کرنا ہے۔ اگر یہی بات ہے۔ تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ لیکن اگر یہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ تو پھر ہم کیوں جان بوجھ کر دینِ محمدی میں رخنہ پیدا کرنے میں کوشاں ہیں کیوں ہم اپنے بزرگوں کے دستور العمل کی پامالی کے درپے ہیں۔ کیوں ہم اس دور روشن میں ظلمت کی طرف بھاگے جا رہے ہیں کیوں ہم دیدۂ خفاش کی مانند "سراجاً منیرا" کے حریف بن رہے ہیں۔ آہ اس یاس انگیز حالت پر کوئی آنسو نہیں بہاتا۔ اس دلخراش منظر کی طرف کسی کی نگاہ نہیں اٹھتی۔ کہ ہم میں کس قدر ایثار و اخوت کی کمی ہے۔ عمدہ اخلاق کی کمی ہے۔ اعمال حسنہ کی کمی ہے۔ پابندی شریعت کی کمی ہے۔ عہد الہیہ کی تکمیل کی کمی ہے۔ ہم اپنی خود ساختہ بے بضاعتی کی حالت میں سلم وصلم بزرگوں کی عزت بیچ رہے ہیں۔ شریعت کو پامال کر رہے ہیں۔ روئے حقیقت وصلم لوگوں کی نگاہ سے چھپا رہے ہیں۔ شرافت نسبی۔ خاندانی وجاہت کے پردہ میں دام تزویر بچھائے ہوئے خلق خدا کی راہ مار رہے ہیں۔ شرعی نکتہ نگاہ سے یہ حالت انتہائی خراب ہے۔ کہ میں اس کے مآل کے تصور سے کانپ اٹھتا ہوں (باقی)

مسدس

درجشنِ سالگرہ ہمایوں قدر قدرت اعلیحضرت ہز اگزالٹڈ ہائینس حضور نظام سلطان العلوم نواب میر عثمان علیخان بہادر دام اقبالہٗ و جلالہٗ

نگارستانِ ہستی ان دونوں آئینہ خانہ ہے
کہ خط و خال اپنے دیکھ کر حیران زمانہ ہے
یہاں جو جلوہ ہے شانِ خدا بیشک یگانہ ہے
کہ ہر اک ذرہ ناچیز رشکِ طور خانہ ہے
زمین و آسماں کو دیکھ کر میں سخت حیراں ہوں
تعجب ہے سکوتِ شب ہوں میں صبح خنداں ہوں

بہار بوستاں کا دیکھئے منظر جداگانہ
گلستاں میں گلوں کی دید کا ہے اک پری خانہ
کہیں سوسن کہیں ہے چشم نرگس محوِ جانانہ
کہیں ہیں لالہ و گل کے جدا انداز مستانہ
نسیم صبح کی اٹکھیلیاں شاخوں کا جھک پڑنا
گلوں پر گر کے شبنم کا مثالِ برق پھر اڑنا

مکلف شاں میں ناطورہ گیتی کا ساماں ہے
کہیں پر غنچہ و گل ہیں کہیں قصر چراغاں ہے
کہیں پر عندلیب زار ابھی گل بداماں ہے
کسی جا طوطیوں کا غول ہے اور ذکر یزداں ہے
کہ ہر برگ گلستاں معرفت کا ایک دفتر ہے
یہ اس کی شان ہے جس شان میں اللہ اکبر ہے

زمیں کو ناز ہے گلزار عالم کی نگہباں ہوں
زمانے کے لئے آراستہ محفل بداماں ہوں
کبھی گلبن کی صورت میں اک تصویر عریاں ہوں
کبھی بازار یوسف ہوں کبھی تخت سلیماں ہوں
میں ہر نقشے بدو ہر تو میں جلوہ دکھاتی ہوں
ہمیشہ نت نئے اس باغ میں میں گل کھلاتی ہوں

جدا ہے آسماں کو فخر ہم بھی عالم آرا ہیں
کہ میرے پاس سیارے ثوابت اور ثریا ہیں
نہ پوچھو اس خزانے میں جواہر اور کیا کیا ہیں
ہزاروں شمس اور لاکھوں قمر انوار پیما ہیں
زمیں میری بدولت رونقِ گلزار جنت ہے
نہ ہوتا میں تو اسکو خاک بھی ہونیکی صورت ہے

نیا ساماں نئے انداز سے ہے عالم آرائی
نظر مہر و مہِ غماز کی پھرتی ہے گھبرائی
زمانہ نو زمانہ سارا عالم ہے تماشائی
کہ مہر و ماہ نے کھولی ہے اب چشم تمنائی
زمین و آسماں میں فرق باہم کچھ نہیں باقی
کہ دونوں ایک ہیں کیا ہو تمیز رند اور ساقی

غزلخواں بلبلیں ہیں اور ہر جا گل مہکتے ہیں
مئے آشامی کہیں ہے اور کہیں ساغر چھلکتے ہیں
طیورانِ چمن شاخوں پہ بیٹھے کیا چہکتے ہیں
مگر سبزے تلے شاخیں شبنمی موتی ٹپکتے ہیں
سہانے وقت میں بادِ صبا کی سنبل آرائی
نہ ہو پھر چشم نرگس کس لئے چشم تماشائی

کھلا ہے رکھا رضواں اب در خلد بریں اپنا
سمجھ لو اب مقدر کھل گیا اہل زمیں اپنا
جسے تم فرش کہتے ہو وہی ہے شہ نشیں اپنا
زمیں اپنی جہاں اپنا مکاں اپنے مکیں اپنا
ہوائیں ٹھنڈی ٹھنڈی خلد سے آنے لگیں پیہم
شمیم جانفزا سے ابن آدم شاد ہے ہر دم

دکن کی سرزمین گلدستہ ہے اک باغ رضواں کا
جہاں پر آ کے پھلتا پھولتا ہے نخل انساں کا
یہ وہ گھر ہے کہ جس میں ربط ہے ہندو مسلماں کا
نہیں ہے جس جگہ فتنہ کسی کو چرخ گرداں کا
نظام اس سلطنت کا اب کسی سے جائے کیا کہئے
خدا کی شان کہئے یا اسے فضل خدا کہئے

ہمارا بادشاہ اس دور کا ہے
جو علم و فضل میں مشہور کیا مشہور عالم ہے
رعایا کے لئے بخشش میں اک ابر کرم ہے
خلائق کے لئے اک منبع فیض معظم ہے
ہے چاروں سمت شہرہ آجکل جس جود و احساں کا
وہ سب کچھ فیض ہے اس عہد میں عثمان علیخاں کا

عمارات جدیدہ سے بڑھی آرائش بلدہ
کوئی پیر فلک سے پوچھے زیبائش بلدہ
ہمیشہ شاہ کے مد نظر آسائش بلدہ
ہے زیر غور کر کچھ اور ہو افزائش بلدہ
کہیں سڑکیں کہیں پل اور کہیں پر ہیں عمارتیں
کہ جن جا روشنی سے دن نظر آتی ہیں اب راتیں

نوید جانفزا علم و عمل کے بادہ خواروں کو
کھلا ہے جامعہ عثمانیہ امیدواروں کو
کرو کوشش فلک سے توڑ لاؤ اب ستاروں کو
کرو خورشید کے مد مقابل ماہ پاروں کو
ترقی کرتے کرتے الغرض تم اوج پر جاؤ
پتہ جب علم کا پاؤ تو اس کی موج پر جاؤ

کہ ہر ہر علم و فن کی آج کل تعلیم جاری ہے
ترقی پر جو پوچھو ان دنوں قسمت ہماری ہے
حقیقت میں خدا کا فضل ہے یہ لطف باری ہے
ہمارے بادشاہ کا فیض عام اسطرح جاری ہے
ترقی پر مدارس اور علم و فن کی ارزانی
حقیقت [illegible] مبارک [illegible] دور [illegible] عثمانی

نظام الملک آصفجاہ سابع ہے میرا والی
کریم النفس فیاض زماں ہے عالی
کوئی در سے گیا جس کے نہیں ہے آج تک خالی
کہ جس نے رسم بخشش کی جدا دنیا میں ہے ڈالی
کہ فیض عام جس کا شرق سے تا غرب جا پہنچا
مری قسمت کا حصہ اے بہر خدا پہنچا

گرہ کے سال سے دنیا مسرت میں ہے سرتاسر
مسرت میں چلے ساقی بھی لے کر ہاتھ میں ساغر
کوئی گھر میں خوشی سے مست و بیخود اور کوئی باہر
اچھلتا کودتا پھرتا ہے روز عیش کو پا کر
یہ روز جشن کیا ہے خوش نصیبی کا اجالا ہے
سرور کیف سے دل اپنا اب جسم کا پالا ہے

گرہ کا سال آیا ہے۔ مبارک شادمانی ہو
مسرت خیز مجلس کی خوشی بھی جاودانی ہو
دکن میں دائماً امن امان ہو کامرانی ہو
کہ اپنا شاہ بھی فطرت میں افلاطون ثانی ہو
کہ جس کے جود و بخشش کا ہے سکہ چار سو جاری
دعا دیتے ہیں اب عرب و عجم رومی و تاتاری

گھڑی اچھی ہے ساعت نیک ہے سال ہمایوں ہے
نصیبہ خیر خواہوں کا بہت مسعود و میموں ہے
پھلا پھولا خوشی سے کھیت دل کا مثل سرسوں ہے
مگر بدخواہ کی پوچھو نہیں وہ بخت واژوں ہے
حسد میں حاسدوں کو جل کے مرنا ہی مبارک ہو
خوشی سے خیر خواہوں کو ابھرنا ہی مبارک ہو

دل ارماں طلب آرام ہے اس دور راحت میں
بسر ہوتی ہے ہر صبح و مسا اپنی فراغت میں
رعایا پل رہی ہے گود یوں اب ناز نعمت میں
ہمارا شاہ ہے ماں باپ سے بڑھ کر محبت میں
فلاح و فرز عالم کے لئے نظر کرم کافی
[illegible] ملک و ملت [illegible] ہے جس کا دم کافی

خدا کے بعد پوچھو تو مہربان پادشاہ اپنا
ترنم ریز طائر ہم گلستان پادشاہ اپنا
ہم اس کے زیر سایہ ہیں نگہبان پادشاہ اپنا
کہ ہم محتاج کل اور کل بداماں پادشاہ اپنا
خدا رکھے بڑی فیاض یہ سرکار عالی ہے
مگر کھوٹے نصیبوں کیلئے یاں جیب خالی ہے
یکم رجب المرجب ۱۳۴۳ ہجری المقدس۔

دعا ہو حق سے دائم ہم پہ شاہ کی حکمرانی ہو
کہ ہر شام و سحر دنیا میں اسکی مدح خوانی ہو
سلامت تا ابد یہ خلق میں صاحبقرانی ہو
ہمیشہ فضل و رحمت پادشاہ آسمانی ہو
تری مدحت میں نامی نے کمال اپنا دکھایا ہے
حقیقت یہ ہو وہ دل کھولکر تجھ کو سراہا ہے
از دعاگو :- نامی کوہ سوار

مولانا نامی کوہ سوار تخلص کا نام نامی ادبی دنیا میں کسی تعریف و تعارف کا محتاج نہیں۔
آپ کی اصلاحی سیاسی اخلاقی اور ادبی خدمات روز روشن کی طرح ظاہر ہیں۔
منظومہ بالا سپاسنامہ جو آپ نے دلی خلوص اور عقیدت سے اعلیحضرت ہز اگزالٹیڈ ہائینس فرمانفرمائے دکن ادام اللہ اقبالہ و اجلالہ کی سالگرہ مبارک کی تقریب پر مدون کیا ہے۔ بغرض اندراج "القریش" بھیجتے ہوئے آپ لکھتے ہیں۔ کہ "افسوس نے مجھے اس عقیدتمندانہ ہدیہ کو اپنے قدردان اور فیاض فرمانروا کی بارگاہ میں خود پیش کرنے کی طاقت نہیں ہوتی۔ اور کاش میرے پاس چند پیسے ہوتے کہ اسے میں شاہ ذیجاہ کے حضور میں پیش کرنے کے قابل بنا سکتا ہے۔ آپ اسے القریش میں شائع کر دیں۔ کیا عجب کہ نظر ہمایوں پڑ جائے۔ اور بصد ناز

آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشہ چشمے بما کنند

میرا خالی دامن گوہر مقصود سے پر ہونے کا یہی ذریعہ ہو۔"
مولانا کے یہ الفاظ پڑھ کر سخت رنج ہوا۔ خدا کی شان ہے کہ آج ایسے فاضل اور قابل لوگ زمانہ کی دستبرد سے یوں پریشان حال ہیں۔ اللھم ارحم!
ہمیں اعلیحضرت آصف جاہ کی حاتم صفتی سے و سکندر منشی سے یقین ہے۔ کہ حضور مولانا نامی کی کشت امید اپنے ابر کرم کے ایک چھینٹے سے سرسبز و شاداب کر کے ذرہ نوازی و کرم گستری کا موجب ہونگے۔

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

باب التاریخ

تاریخ اسلام کا ایک غیر معروف صفحہ

ملک حبش میں اسلامی حکومت

ساتویں اور آٹھویں صدی کے چند مجاہدین

مسلمانوں کو بھی جوش غضب میں مجنون ہو جانا چاہئے تھا اور ان کو حق تھا۔ کہ وہ ان سفاک دشمنوں سے جنہوں نے ان کے شہر ویران کئے۔ ان کا ملک تباہ کیا۔ ان کی عورتوں کو ذلیل اور ان کے بچوں کو غلام بنایا۔ ان کی عبادت گاہیں منہدم کیں۔ ان کے شہداء کی لاشوں کی بے حرمتی کی اور متعدد بار ان کے آخری سپاہی تک کو قتل کرنے میں دریغ نہ کیا۔ وقت پا کر انتقام لیں۔ اور خصوصاً اس وقت جب ذلت سے خود انہوں نے ہی اپنے سر مسلمانوں کے پاؤں کے نیچے ڈال دئے۔

لیکن اسلام کی تلوار ہمیشہ احکام الٰہیہ کے ماتحت رہی۔ وہ وہیں اٹھتی ہے۔ جہاں مذہب اسلام اس کو اٹھاتا ہے۔ اور وہ وہیں رکھی جاتی ہے۔ جہاں اسلام کا خدا اسے رکھ دینے کا حکم دیتا ہے۔ مسلمانان حبش کو ایک طرف تو اپنے دشمنوں کے مظالم اور سفاکیوں کی تازہ داستانیں مجسم ہو کر نظر آ رہی تھیں۔ دوسری طرف آیۃ کریمہ

ان جنحوا للسلم فاجنح وتوکل علی اللہ انہ ہو السمیع العلیم ویریدوا ان یخدعوک فان حسبک اللہ ھو الذی ایدک بنصرہ و بالمومنین

اگر دشمن صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ۔ ان کی شرارت سے نہ ڈرو خدا پر بھروسہ رکھو۔ وہ ان کی شرارتوں کو خوب جانتا ہے اگر وہ دھوکا دینگے تو خدا تمہارے لئے بس کرتا ہے جس نے اس سے پہلے اپنی نصرت سے اور مومنوں کی جمعیت سے تمہاری مدد کی ہے۔ کی صدائے قدسیت کانوں میں آ رہی تھی۔ مسلمانوں نے اس عین جوش و غضب کے عالم میں فرمان اسلام کے آگے سر جھکا دیا۔ اور

اپنے پیغمبر کے اس اسوہ کو یاد کیا جب اس نے کعبہ کی دیوار کے نیچے اپنے ستمگر اور جانستاں دشمنوں کو صاف کر دیا تھا۔ سلطان نے عام اعلان کیا کہ جس کا جی چاہے مسلمانوں میں شامل ہو اور جو چاہے اپنے قبیلہ و وطن کو واپس جائے کسی سے کچھ تعرض نہ ہوگا۔ اپنے شدید دشمنوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کے اس رحمت و امن عام اور اس اسرار رحم و اخلاق کریمہ کو دیکھ کر دس ہزار نصاریٰ نے اسلام کی حلقہ بگوشی اور محمد الرسول اللہ کی غلامی کا اعلان کیا۔ صلی اللہ علیک یا صاحب الخلق العظیم!

اس مضمون کا ایک حصہ یہاں ختم ہوتا ہے۔ اب دوسرا حصہ شروع ہوگا جس کا بخوف بے ربطی یہاں درج کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا۔ اور اسی پر اکتفا کرتے ہوئے بقیہ حصہ آئندہ اشاعت کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے۔

ایڈیٹر

انجمن قریشیان ہند

اس قومی انجمن کے قیام و اہتمام کا سنگ بنیاد کسی ایسی ساعت سعید میں رکھا گیا۔ کہ اس دوران میں باوجود اس کے کہ انجمن کو بہت سی دشوار گذار منزلیں طے کرنی پڑیں۔ اور اپنے مقاصد کی تکمیل میں ہر قسم کی مشکلات کا مقابلہ اور سامنا کرنا پڑا۔ مگر پایہ ہمہ اسکے استقلال۔ وقار اور ہمت میں سرمو فرق نہیں آیا۔ اور قومی ترقی واصلاح کے متعلق جن مقاصدِ عظمیٰ کو لیکر وہ اٹھی تھی۔ ان میں عہدہ برا ہونے کے لئے ہمیشہ کیطرح یکساں شغف و انہماک کیساتھ مصروف کار رہی۔

یہ ایک مسلم الثبوت امر ہے۔ کہ تمامتر قومی ترقیوں کا راز مسئلہ تنظیم میں مضمر ہے۔ کیونکہ بحالات موجودہ اس کے بغیر کوئی قوم دنیا کی مقتدر اور متمدن اقوام میں شمار نہیں ہوسکتی۔ اس لئے قوم ہی کی سود و بہبود کی غرض سے اب اس انجمن کا سالانہ جلسہ عنقریب امرتسر میں منعقد ہونے والا ہے جس کے متعلق یہ ایک سوال ہے۔ جو انجمن کے ہر ممبر اور قوم قریش کے ہر فرد و بشر کو اپنے دل سے کرنا چاہئے کہ اس نے اسے کامیاب بنانے کے لئے کیا تیاری کی ہے؟

کیونکہ سالانہ اجلاس کا یہ مقصد تو ہرگز نہیں کہ صرف چند دھواں دھار اور فصیح و بلیغ تقریریں کی جائیں۔ یا چند گھنٹوں کیلئے لچھے دار الفاظ میں سامعین کا دل بھلا دیا جائے۔ اور بس۔

بلکہ اس کا حقیقی مقصد تو یہ ہے۔ کہ یہ انجمن جن اغراض و مقاصد لیکر وجود میں آئی تھی۔ جو ناظرین سے مخفی اور پوشیدہ نہیں۔ ان کے متعلق جو فرائض ہمارے ذمہ ہیں۔ ہم نے انہیں پورا کرنے کے لئے کہاں تک کوشش کی ہے؟ اور اب اس آنیوالے سالانہ دربار قومی کو زیادہ کامیاب اور شاندار بنانے کے متعلق کتنے افراد قوم کو انجمن کا ممبر بنایا؟ کیونکہ درحقیقت انجمن افرادِ قوم مجموعہ ہی کا نام ہے۔ اور برینائے ضروریات اس وقت ضرورت اس بات کی مقتضی ہے۔ کہ یہ اجلاس تمام سابقہ اور گذشتہ جلسوں سے ہر حیثیت میں زیادہ کامیاب اور بڑھ چڑھ کر ہے۔

اجلاس کا ایک بڑا مقصد یہ بھی ہے۔ کہ باہم ایک دوسرے سے واقفیت پیدا ہو۔ آپس میں تبادلہ خیالات کیا جائے۔ قوم کے چھوٹے اور بڑے گدایان اور شاہان برابر نشیند کے مصداق ایک ہی سطح پر نظر آئیں۔ اور یکجا بیٹھ کر قوم کی سود و بہبود کی تدابیر پر غور کریں۔ اور قومی ترقی قوم کے لئے ایسی مفید عملی تجاویز سوچیں جن پر عمل پیرا ہونے سے قومی ترقی کے مقصد میں مدد مل سکے۔

یہ ایک بدیہی بات ہے۔ کہ باقتضائے حالات زمانہ کسی قوم کے اقتصادی سیاسی اور قومی حقوق کی حفاظت اس وقت تک پورے طور پر ممکن نہیں ہوسکتی۔ جب تک کہ اس قوم کی بھلائی کی دانہ نہ ہو۔ اور کوئی آواز اس وقت تک موثر اور بلند نہیں ہوسکتی۔ جب تک کہ اس قوم کا کوئی قومی آرگن نہ ہو۔

مقام مسرت ہے کہ گذشتہ دس سال سے صحیفۂ قومی (القریش) اپنی بساط سے بڑھکر قوم کی بہترین خدمات انجام دے رہا ہے۔ مگر وائے برحالِ ما۔ کہ سرزمین ہند میں قریش و سادات کی اٹھارہ لاکھ آبادی کے باوجود دس سال کے لمبے عرصہ میں وہ اب تک روزانہ تو بجائے۔ خود ہفتہ وار بھی نہیں ہو سکا۔ اور اس کے خریداروں کا نمبر اس قدر لمبی چوڑی آبادی میں ایکہزار تک بھی نہیں پہنچ سکا۔ حالانکہ زندہ قوموں کے جرائد قومی مقابلتہً ہزاروں کی تعداد میں چھپتے ہیں۔ کیا یہ قوم قریش کی سرد مہری اور حالات زمانہ سے بے اعتنائی کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟

اس وقت جس قدر قومی مقاصد انجمن قریشیان ہند کے پیش نظر ہیں۔ ان کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ہر اس غریب و امیر فرد قوم کا جو اپنے آپ کو دائرۂ قریشیت کے اندر سمجھتا ہے۔ اخلاقی اور

قومی فرض ہے کہ انجمن کی اعانت کرنے اور اس کو مالی تفکرات سے نجات دلانے کے متعلق اپنی تمامتر جائز اور امکانی کوششوں کو عمل میں لانے سے دریغ نہ کرینگے۔ اور اپنے مجوزہ پروپیگنڈا یعنی القریش کے خریداروں کی تعداد کے بڑھانے میں القریش کا دست و بازو بن جائے۔ تاکہ وہ مزید تندہی کیسا تھ قوم میں بیداری اور اتحاد پیدا کرنے کے اہم ترین فرائض کو اطمینان اور زیادہ سرگرمی کے ساتھ سرانجام دے سکے۔ کیونکہ انجمن اگر قوم کے لئے بمنزلہ جسم و دماغ کے ہے۔ تو القریش اس کے لئے بمنزلہ روح کے۔

چونکہ اجلاس سالانہ کے انعقاد میں ہنوز کافی وقفہ باقی ہے۔ اس لئے قوم کے دردمند اور متمول اصحاب کی فرض شناسی اور فیاضی سے توقع کی جاتی ہے کہ امور متذکرہ بالا کے متعلق ان کی سرگرم مساعی کامیاب نتیجہ کا موجب ہوں گی۔

وقت پر کافی ہے قطرہ ابر خورشش ہنگام کا
جل چکا جب کھیت پھر برسا تو پھر کس کام کا

قاضی نظیر حسین فاروقی
ریٹائرڈ مستوفی
از گوجرانوالہ

اطلاع

جن احباب کا سال خریداری اس رسالہ کے ساتھ ختم ہوتا ہے۔ ان کی خدمت میں اپریل کا رسالہ انشاءاللہ تعالیٰ بصیغہ وی۔پی ارسال ہوگا۔ جو صاحب کسی وجہ سے آیندہ خریداری جاری نہ رکھنا چاہیں۔ وہ وی۔پی واپس کرنے کی بجائے۔ بذریعہ پوسٹ کارڈ دفتر کو مطلع کر دیں۔ تاکہ زیر باری نہ ہو۔ (منیجر)

جو احباب کسی وجہ سے اپنا مقام تبدیل کر جائیں۔ ان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے جدید پتہ سے دفتر کو مطلع کریں۔ تاکہ رسالہ نئے پتہ پر بھیجنے کا انتظام کیا جائے۔ عام طور پر احباب تبادلہ مقام کا تو پتہ نہیں دیتے۔ لیکن جب میعاد گذرنے پر وی۔پی کیا جاتا ہے۔ تو وہ عدم رسی کی شکایت کا بہانہ کرکے واپس کر دیتے ہیں۔ حالانکہ اس عدم رسی میں وہ خود قصوروار ہوتے ہیں۔ احباب اس کا خاص لحاظ رکھیں۔ (منیجر)

اَلحُرِّیَّۃُ فِی الاِسلام

نظامِ حکومتِ اسلامیہ

وامرھم شوریٰ بینھم

(نمبر۵)

نظام جمہوری کا تیسرا رکن

امام یا خلیفہ کا تقرر اس انتخاب عام سے ہو اور دوسوں پر حقوق میں اس کو کوئی ترجیح نہ ہو۔

(۱) تاریخ شاہد ہے۔ کہ خلفائے راشدین میں سے کسی کا تقرر بحق وراثت یا باستبداد رائے نہیں ہوا۔ بلکہ مجمع عام میں مہاجرین والنصار کی کثرت رائے سے (جو بمنزلہ ارکان خاص تھے) اور عام مسلمانوں کے قبول سے ہوا۔ جو بمنزلہ ارکان عام تھے۔ حضرت ابوبکر کا انتخاب نشستگاہ بنو ساعدہ میں حضرت عمر کی تحریک۔ مہاجرین وانصار کی تائید اور عامہ مسلمین کی پسندیدگی سے ہوا۔ انصار اور عامہ مسلمین کی تائید وقبول سے ہوا۔ حضرت عثمان کو عبدالرحمان بن عوف وغیرہ کی ایک مجلس نیابی کا انتخاب اور عام اہل مدینہ کے مشورہ سے خلیفہ بنایا گیا۔ اسی طرح حضرت امیر اہل مصر واہل مدینہ کی تجویز وقبولی سے خلیفہ منتخب ہوئے۔

حضرت عمرؓ نے تو صاف فرما دیا۔ "لا خلافۃ الا عن مشورۃ" (کنز العمال ج ۳ ص ۱۲۹) یعنی خلافت صرف عام مشورہ سے طے ہو سکتی ہے۔ شریعت میں اس کے تعین کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔

واقعہ تحکیم میں حضرت امیر علیہ السلام اور امیر معاویہ کی معزولی میں بھی قوم ہی کی رائے سے مدد لینی پڑی۔ گو اس میں امیر معاویہ کے نائب نے مکر وفریب سے کام لیا تھا۔ اور قوم کو دھوکا دینا چاہا تھا۔

حضرت امیر کی تصریح

امیر معاویہ نے حضرت علیہ السلام کو لکھا تھا۔ کہ تم کو خلیفہ کس نے بنایا؟ حضرت جواب میں فرماتے ہیں۔

جس قوم نے ابوبکر وعمر وعثمان کی بیعت کی تھی۔ اور جن شرائط پر بیعت کی تھی۔ اسی نے انہی شرائط پر میری بھی بیعت کی۔ جو مجلس انتخاب میں موجود ہو۔ اس کو حق نہیں کہ اپنی رائے پر اڑا رہے۔ اور جو غیر حاضر ہو اس کو حق نہیں کہ اپنی غیر حاضری کی بنا پر انتخاب عام کو رد کر دے۔ حق مشورہ مہاجرین وانصار کو ہے۔ اگر وہ کسی ایک شخص پر متفق الرائے ہو جائیں اور اس کو امام مقرر کر دیں تو یہ ان کی رضائے عام پر دال ہے۔ پس اگر ان کی کوئی متفق علیہ رائے سے کسی طعن یا بدعت کے سبب سے علیحدہ ہو تو ان پر واجب ہوگا۔ کہ جس سے وہ علیحدہ ہوا۔ اس کے قبول پر مجبور کیا جائے۔ اگر وہ اب بھی نہ مانے تو اجماع رائے مسلمین کی مخالفت کی بنا پر اس پر جنگ کریں۔

حقیقت یہ ہے کہ جناب امیر نے ان چند فقروں میں انتخاب خلافت وجمہوریت کے تمام ارکان کی بہترین تفصیل کر دی ہے۔ اور اسی تفصیل، جس سے بہتر تفصیل آج بھی نہیں ہو سکتی

یزید کی خلافت سے انکار

امیر معاویہ کے عامل نے جب یزید کی نسبت مدینے میں خطبہ پڑھا اور کہا کہ خلافت کے لئے امیر المومنین یزید حسب سنت اسلام خلیفہ ہوتے ہیں۔ تو فوراً ایک مسلمان نے علانیہ کھڑے ہو کر کہہ دیا۔ کہ تم جھوٹے ہو۔ اسلام سے (اس) استبداد اور وراثت کو کیا تعلق؟ یوں کہو کہ وہ شاہانِ روم وفارس کی طرح بادشاہ ہوتا ہے۔

یہ واقعہ تمام تاریخوں میں موجود ہے۔ اور مشہور ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی رئیس کا تقرر اگر بشکل انتخاب نہ ہو تو وہ مسلمانوں کے نزدیک امام اسلام نہیں ہوسکتا تھا بلکہ قیصر و کسریٰ اسلام سمجھا جاتا تھا آنحضرت نے اپنی مشہور حدیث میں اسی قسم کی حکومت کو "ملک عضوض" فرمایا ہے۔ اسی لئے حضرت عمرؓ نے انتقال کے وقت فرمادیا کہ میرے بیٹے عبداللہ کا خلافت میں کوئی حصہ نہیں۔

بنو امیہ

خلافت راشدہ کے بعد بنو امیہ کا دور فتن و بدعات شروع ہوتا ہے۔ جنہوں نے نظام حکومت اسلامی کی بنیادیں متزلزل کردیں۔ تاہم جب انہی میں قاطع بدعت محی السنت۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوئے۔ تو گو حسب سنت "ملک عضوض" سلیمان بن عبدالملک نے انہیں اپنا جانشین مقرر کردیا تھا۔ تاہم چونکہ از روئے شریعت کسی امام کے نصب کے لئے اس قدر کافی نہ تھا۔ اس لئے انہوں نے مسجد عام میں فرمایا۔ مسلمانو! چونکہ از روئے اسلام تمہارے انتخاب عام سے میرا تعین نہیں ہوا۔ اس لئے میں خلیفہ نہیں ہوں۔ تمہیں حق ہے کہ میرے سوا کسی اور انتخاب کرلو۔ ان کے اصل الفاظ یہ تھے۔

لوگو میں اپنی رائے اور خواہش اور مسلمانوں کے عام مشورہ کے بغیر امارت کے عذاب میں مبتلا ہوگیا ہوں اس لئے میں تم کو اپنی بیعت کے بارے سبکدوش کردیتا ہوں۔ اب تم اپنی رائے میں بالکل مختار ہو۔ میرے سوا جس کو چاہو اپنا امام بنالو۔

طریق بیعت بقیہ شوریٰ ہے

جس طرح ارتقائے انسانی کے بعض گذشتہ اعضائے اثر یہ کام جز باقی رہ گیا ہے۔ بعینہ اسی طرح گو بعد کی اسلامی حکومتوں خصوصیات حکومت اسلامیہ ایک ایک کرکے رخصت ہوگئیں۔ تاہم گذشتہ طرز حکومت کے بعض اعضائے اثریہ کا وجود ابھی تک باقی ہے۔ میری مراد اس سے "بیعت" ہے۔ بیعت کے یہ معنی ہیں۔ کہ تمام افراد ملک اپنے اپنے ذی حکام شہر کے دربار میں جمع ہوکر بادشاہ کی حکومت تسلیم کرلینے کا اقرار کریں۔ اور دارالحکومت میں بھی عہدہ داران کبار مثلاً وزراء۔ سرداران فوج۔ قضاۃ۔ امراء و حکام۔ اعیان بلد۔ بادشاہ کے حضور میں اگر اعتراف حکومت و وعدہ و اطاعت کریں۔ دولت امویہ۔ دولت عباسیہ اور تمام اسلامی سلطنتوں میں ہمیشہ اس پر عمل رہا۔ ہندوستان کی دولت مغلیہ کی تاریخ اس پر شاہد ہے۔ اور ٹرکی میں ہر نئے سلطان کی تخت نشینی کے بعد اولین دربار بیعت کا ہوتا ہے۔

فقہاء و متکلمین

فقہاء و متکلمین اسلام نے "امامت و حکومت" کی جو شرطیں قرار دی ہیں۔ ان سے بھی مسئلہ "انتخاب امام" پر روشنی پڑتی ہے۔ مگر انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ صرف حضرت ابوبکر و عمر کے طریق انتخاب کو اصول قرار دیکر لکھا ہے۔ تاہم انتخاب اور شوریٰ کو اصول اسلامی تسلیم کرتے ہیں۔

قاضی "ماوردی" المتوفی ۴۵۰ھ لکھتے ہیں۔

خلافت چند طریقوں سے منعقد ہوتی چاہیئے۔ ایک تو ملک کے اہل الرائے اشخاص کے انتخاب سے دوسرے اس سے کہ امام سابق خود کسی کا نام متعین کردے۔

علامہ "تفتازانیؒ" شرح مقاصد میں لکھتے ہیں۔

خلافت چند طریقوں سے منعقد رہتی ہے۔ ایک یہ کہ معززین قوم روساء اور علماء وغیرہ اہل الرائے اشخاص کی بیعت کریں۔

سید سند اور قاضی عضدالدین مواقف و شرح مواقف میں جو عقائد اہلسنت کی موثق ترین تصنیف لکھتے ہیں۔

خلافت رسول اور امام سابق کی تعیین سے اجماعً اور اہل حل و عقد ملک کی بیعت سے منعقد ہوتی ہے۔ اہلسنت و الجماعت۔ معتزلہ اور صالحیہ زیدیہ کے نزدیک البیاہی ہے۔

دوسری جگہ اسی کتاب میں مذکور ہے۔

قوم کو حق حاصل ہے۔ کہ کسی سبب سے خلیفہ کو معزول کرادے مثلاً اس سبب سے کہ مسلمانوں کے حالات اور امور دین کے انتظامات و تدابیر اس کے باعث خلل پذیر ہو جائیں جس طرح کہ اسکو خلیفہ سے

تقرر و انتخاب کا حق امور اسلامیہ کے انتظام و ترقی کیلئے تھا۔ اسی طرح اور خلل احوال مسلمین، ان دونوں میں سے جس کا تقرر کم ہو، اس کو معزول کا کیسی ہے۔ اور اسکی معزولی سے فتنہ برپا ہو۔ تو پھر معزولی برداشت کر لی جائے

(باقی آئندہ)

صدائے مسلم

(از جناب ثاقب کانپوری)

توحید کے نعروں سے مغرب کو ہلا دو تم
پھر دہر میں الہامی آواز سنا دو تم

پھر زیب بلندی ہو اسلام کا سیارہ
پھر شمع کلیسا کو مغرب میں بجھا دو تم

پھر جوش بھڑک اُٹھے مسلم کی رگِ جاں میں
سینے میں محبت کی اک آگ لگا دو تم

اُجڑی ہوئی بستی ہو آباد نئے سر سے
پردے میں ترقی کے انوار دکھا دو تم

پُر درد صداؤں کا مشتاق ہو اک عالم
"اقرأ" کے ترانوں سے دیوانہ بنا دو تم

ہو رسم کہن جاری مشرق میں ہو بیداری
غافل ہے وہ مذہب سے ملت کو جگا دو تم

کیا شان ہے بطحیٰ کی کیا حال عرب کا ہے
لِلّٰہ ذرا رخ سے پردے کو ہٹا دو تم

بچھڑے ہوئے فرقوں میں ہو جنگ و جدل تا کَے
بھٹکی ہوئی قوموں کو رستے پہ لگا دو تم

وہ قوم کبھی جس نے بیٹا تھا جہالت کو
جذبہ ہو وہی دل میں گر آگ لگا دو تم

اقبال ہو جب رخصت پھر خاک جئیں ثاقب
باہم رہیں عزت سے باہم کو مٹا دو تم

اسلامی ایثار و مساوات

(از مولوی احسان اللہ صاحب)

دنیا مساوات کا کوئی نمونہ ایسا پیش نہیں کرسکتی جیسا اسلام نے کر دکھایا۔ قومی ہمدردی، مساوات اپنے آرام کو قومی منافع پر قربان کردینا۔ یہ اوصاف حمیدہ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین میں بدرجۂ اتم موجود تھے۔ موسیو گستاؤلی بان جو فرانس کا مشہور مورخ ہے۔ اپنی تصنیف تمدن عرب میں حالات صحابہؓ میں لکھتا ہے:۔

یہ سب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ تھے۔ اور ان میں پیغمبر خدا کی سخت زندگی اور سادہ عادتیں موجود تھیں۔ اور کسی قسم کی شان حکومت ان میں موجود نہ تھی۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی وفات کے وقت کل تین چیزیں چھوڑی تھیں۔ ایک جوڑا کپڑا جو آپ پہنتے تھے۔ ایک اونٹ جس پر آپ سوار ہوتے تھے۔ ایک غلام جو آپ کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیت المال سے اپنے اخراجات کے لئے روزانہ پانچ درہم لیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ بجائے اس کے کہ فتوحات کی بیش بہا غنیمتوں میں حصہ لیں محض ایک عبا کے مالک تھے جس میں متعدد پیوند تھے۔ اور آپ رات کو مسجد میں سیڑھیوں پر فقیروں کے ساتھ سویا کرتے تھے۔ خلفائے راشدین (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے زمانہ میں ہر شخص برابر سمجھا جاتا تھا۔ اور ایک قانون سب کے لئے تھا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلیفہ چہارم خود بنفس نفیس ایک عدالت کے سامنے مدعی بنکر آئے اور ایک ایسے شخص پر دعویٰ کیا جس نے آپ کی زرہ چرائی تھی جس وقت غسان کا نصرانی بادشاہ جو مسلمان ہوگیا تھا حضرت عمرؓ سے ملنے کے لئے آیا حسب اتفاق ایک عرب نے اوسکو دھکا دیدیا۔

اس پر بادشاہ نے خفا ہوکر اسے مارا عرب کو سخت ضرب آئی حضرت عمرؓ نے فیصلہ کیا کہ وہ بھی بادشاہ سے بدلہ لے اس پر بادشاہ نے کہا کہ اے امیر المومنین ایسا کہاں ہوسکتا ہے کہ ایک معمولی آدمی بادشاہ کو مارے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ اسلام کا یہی قانون ہے۔ اسلام میں نہ دولت کی عزت ہے نہ ذات کی ہمارے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نظر میں سب مسلمان برابر تھے۔ ان کے خلفاء کی نظر میں بھی یہی مساوات قائم رہیگی

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب صحابہ بیعت کرچکے تو آپ نے فرمایا کہ اے برادران اسلام! مجھے حکومت کرنیکی خدمت سپرد ہوئی ہے۔ اگر میں اچھا کام کروں میری اعانت کرو۔ اگر میں غلطی کروں مجھے روکو جس شخص کے ہاتھ میں حکومت ہو۔ اس سے صحیح بات کہنا عبادت ہے۔ اور سچ کا چھپانا معصیت میرے سامنے قوی اور ضعیف مساوی ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ ہر ایک کے ساتھ بلا رورعایت انصاف کروں۔ اگر کسی وقت بھی میں اپنے کو حکم خدا رسول سے منحرف کرو تو اسی وقت تم لوگ میری اطاعت سے بری الذمہ ہوجاؤ گے۔ یہ ہے مساوات کی صحیح تعلیم۔ اور کیوں نہ ہو جبکہ قرآن مجید میں موجود ہے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم خدا کے نزدیک معزز تم میں سے وہ شخص ہے۔ جو متقی زیادہ ہو خواہ وہ قبیلۂ قریش کا کوئی دوسرا سردار ہو یا روم و حبش کا کوئی بردہ پیغمبر علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم نے لیس لعربی علی عجمی فضل عربی کو غیر عربی پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔ فرمایا اس مساوات کو فضول کیا ایثار و عدل و انصاف دیکھئے تو اس کا منبع بھی اسلام ہی ہے۔ تاریخ پر سرسری نظر ڈالنے سے عدل و انصاف و ایثار کی بہت سی ایسی جزئیات نظر آتی ہیں۔ جنہیں دیکھ کر ہم حیرت زدہ ہوجاتے ہیں۔

بیت المقدس کا صلحنامہ تیار کرنے کیلئے جب خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جانیکا قصد کیا۔ تو ایک اونٹ سواری کیلئے آیا اور ایک غلام ہمراہ تھا۔ راستہ میں کچھ دور آپ خود سوار ہوتے ہوتے تھے اور غلام نکیل تھامتا تھا۔ اور کچھ دور غلام سوار ہوتا تھا۔ اور آپ بنفس نفیس نکیل تھامتے

تھے ۔ جب کفار میں پہنچنے کا وقت قریب آگیا۔ تو اتفاق سے غلام کے سوار ہونے اور آقا کے مہار تھامنے کی باری تھی۔ غلام نے نہایت التجا سے عرض کیا کہ اے میرے مالک رکاب الامام اس وقت آپ کا سوار ہونا اور میرا نکیل تھامنا زیادہ مناسب ہے۔ مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہم انصاف سے ذرا ہٹنا نہیں چاہتے چنانچہ اسی ہیئت سے کفار میں داخل ہوئے۔ ایثار و ہمدردی کی مثال اس سے زیادہ کیا ہوگی۔ کہ حضرت خالد ابن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک غزوہ میں شریک تھا کہ ایک صحابی زخمی ہوکر گرا اور تڑپنے لگا۔ اس دم توڑنے کی حالت میں اس نے مجھ سے پانی مانگا۔ میں پانی لایا ابھی اس نے کٹورہ ہونٹوں سے لگایا تھا کہ ایک دوسرا مسلمان زخمی ہوکر گرا اور اس نے بھی پانی طلب کیا۔ اس پہلے شخص نے اس کی پیاس کا لحاظ کرکے خود پانی نہ پیا۔ اور کہا کہ دیکھو وہ میرا بھائی پیاسا تڑپ رہا ہے۔ پہلے اسے پلاؤ۔ میں اس کے پاس پانی لے گیا کہ تیسرا شخص زخمی ہوکر گرا۔ اور اس نے پانی مانگا۔ اس دوسرے شخص نے بھی یہی کہا۔ کہ پہلے اس شخص کو پانی پلاؤ جو ابھی گرا ہے۔ حتیٰ کہ سات مسلمان زخمی ہوکر گرے۔ اور سب نے پانی طلب کیا۔ مگر اپنے دوسرے بھائی کی پیاس کا لحاظ کرکے خود پانی نہیں پیا۔ جب آخیر شخص نے بھی نہ پیا۔ تو میں اول شخص کے پاس پانی لایا۔ دیکھا تو وہ شہید ہو چکا تھا۔ دوسرے کے پاس لے گیا تو وہ بھی اپنی زندگی کے سانس پورے کر چکا تھا۔ غرضیکہ ساتوں کے ساتوں نے محض دوسرے بھائی کی ہمدردی کرکے جام شہادت پر ہی قناعت کی۔ آج کوئی قوم، کوئی مذہب ایثار و ہمدردی کا ایسا نمونہ نہیں پیش کرسکتا۔ یہ اسلام ہی کی پاکیزہ تعلیم پر کاربند ہونے کا نتیجہ تھا۔ کہ اخلاقی ترقی میں وہ لوگ متمدن اقوام سے گوئے سبقت لیگئے۔ ہر قوم کی ترقی اور تنزل کا دارومدار اس کی اخلاقی حالت صحت و سقم پر ہے جس قوم میں اخلاقی تعلیم اعلیٰ پیمانہ پر دی جاتی ہو۔ وہی قوم رأس الاقوام کہلائے جانے کی مستحق ہے۔ اور وہی دین فطری کہلاتا ہے جس کے اصول اعمال فطرت کے مطابق ہوں۔ فطرۃ کا مقتضی عدل، احسان، صلہ رحمی برے کاموں سے اجتناب ہے۔ قرآن کریم میں یہ اخلاقی تعلیم موجود ہے۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی۔ خدا تعالیٰ حکم کرتا ہے عدل و احسان اور اہل قرابت کیساتھ صلہ رحمی کا اور روکتا ہے لغو و منکر حرکات و فساد سے۔

رسوم بد کا اثر

ذیل کی نظم میں قبیحہ رسوم کے برے نتائج کا جو نقشہ پیش کیا گیا ہے بلا مبالغہ وہ ایک حقیقت ہے۔ لاریب رسم و رواج کی تباہ کن علت نے مسلمانوں کو فنا کر دیا ہے۔ برادرانِ اسلام کا پہلا فرض ہے۔ کہ وہ اسکی ناپاک آلائشوں سے اپنے آپکو صاف و پاک کرنیکی کوشش کریں۔

کل ایک راجپوت سے پوچھا جو میں نے حال — اس نے کہا کہ بیاہ نے ہے کر دیا نڈھال
مجھ کو تو کتخدائی مبارک نہیں ہوئی — عیش اور شادمانی کے بدلے ملا ملال
پہلے زمین کو رہن کیا تو بری بنی — پھر قرض سے برات کا سامان بنا مآل
دقت سے میہمانوں کی آؤ بھگت ہوئی — ان کو علیحدہ کوفت سفر کی ہوئی کمال
کھانا برادری کو کھلایا بمشکلات — جو بچ گیا کمینوں نے اس کو لیا سنبھال
بے خرچ اک رواج بھی دیکھا نہیں گیا — دیوالہ اک بیاہ نے میرا دیا نکال
کہنا نہ چاہیے تھا ولیکن جناب من — سن لو جگر کو تھام کے تھوڑا سا اور حال
جورو کے ناز و نخرے تو مشہور ہیں مگر — مجھ سے تو سب سے پہلے یہ اس نے کیا سوال
پہناؤ مجھ کو خوب ہی بنوا کے زیورات — پہلے ہی سن چکی ہوں کہ ہیں آپ اہل مال
نائن میرا سیوں نے کہا تھا پکار کر — سونا ہی سونا گھر میں ہے عزت بھی ہو کمال
دائم رہوں گی ساس خسر سے الگ تھلگ — دکھلاؤں تاکہ عقل کا سامان بے مثال
آرام چاہتے ہو تو تنہا رہو مدام — مل کر کسی سے رہنا ہے میرے لئے محال
سن کر یہ بات میں نے متانت سے یہ کہا — اچھا نہیں ہے آپ کو اس قسم کا خیال
بولی کہ شادیوں میں یہی ہے رواج قوم — زیور ہو اور پوشش زیبا ہو خوشخصال
میں بھی تو والدین سے اپنے جدا ہوئی — پھر کیوں نہ آپ بھی ہوں علیحدہ میری مثال
میں نے کہا کہ لاؤں کہاں سے میں زیورات — شادی میں صرف ہو گیا میرا تو مال ٹال
جھنجلا کے بولی، ہوش سنبھالو ذرا میاں — کہنا مرا نہ مانو۔ تو رہنا مرا محال
گہنا بھی لونگی اور اکیلی رہوں گی میں — پورا کروں گی اس کو جو منہ سے دیا نکال

اے فضل! غیر قوم بھی کہتی ہے ہنس کے یہ
لعنت ہے ایسی رسموں پہ جن سے پڑے وبال

(مسلم راجہ

تحفظِ نسب

تاریخ اسلام اس بات کی شہادت دیتی ہے۔ کہ عربوں میں قدیم ہی سے علم انساب کا اس قدر چرچا تھا۔ اور انساب کے متعلق ان میں سے ہر ایک کو بجائے خود ایسا فخر و ناز تھا۔ کہ اسلامی اخوت بھی اس پر متصرف اور قابض نہ ہو سکی۔ چنانچہ یہ ایک ظاہر امر ہے کہ ہر متنفس اپنا نسب نامہ جناب حضرت ابو البشر آدم علیہ السلام تک یاد رکھنا اور اپنے خاندانی نسب کی حفاظت کرنا اپنے لئے باعث فخر بھی سمجھتا تھا۔ کیونکہ جس طرح مختلف اقسام کے دانے باہم ملا دیے جائیں۔ اور پھر بوقت ضرورت ان کو الگ الگ کر لیا جائے۔ اسی طرح اہل عرب ایک ہی سرزمین میں باہم رہنے سہنے کے باوجود اپنی قومیت کو ہمیشہ علیحدہ دکھا دینے پر مستعد و قادر رہتے تھے اور زمانہ کو ایسا موقع نہیں دیتے تھے۔ کہ مختلف دانوں کو اپنی چکی میں پیس کر ایک کر دے جس سے پھر ان کے درمیان قومی تفریق اور نسبی امتیاز نہ ہو سکے۔

تاریخ یہ بھی بتاتی ہے۔ کہ باوجودیکہ مختلف قبیلوں میں ضمنی تقسیمیں بھی ہوتی رہیں۔ مگر ہر قبیلہ جد مشترک ہی کے نام سے موسوم ہوتا۔

مذہبی نقطۂ نگاہ سے اگرچہ کسی مشہور و معروف خاندان یا نسل سے ہونا کسی برتری یا ترجیح کا موجب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بدون صلاحیت عمل شرافت نسب کفایت نہیں کر سکتی۔ اور اس ارشاد خداوندی نے کہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ صاف طور پر بتلا دیا ہے۔ کہ ذاتی رتبہ تقوی اور پرہیزگاری پر ہی منحصر ہے۔ مگر باوجود اس کے پھر بھی شناخت اور تمیز نسل کے لئے اسلام خاندانی حیثیتوں کو تسلیم کرتا ہے۔ اگرچہ کسی غرور یا فخر کے لئے نہیں کیونکہ انسان ہونے کی حیثیت میں سب انسان یکساں ہیں۔ لیکن دنیا اسلام میں اسلام نے اس مساوات کو قائم کر دینے کے باوجود اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہے کہ انسانی نسلوں کو پاک و صاف رکھا جائے۔ اس لئے مساوات کا مفہوم یہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کہ اپنی پرائی کفو کا امتیاز ہی باقی نہ رہے۔ اگر ایسا ہوتا تو مذہب اور سوسائٹی کا انتظام درہم برہم ہو جاتا۔ اور یہ مساوات بجائے مفید اور رحمت ہونے کے مضر اور زحمت ہو جاتی۔ اس لئے کمال حکمت و فراست کی بنا پر ہی نوع انسان کے مفاد کی خاطر وحیٔ خدا نے خاندانوں اور نسلوں کی تمیز کو اس حد تک جائز قرار دیا۔ جس حد تک کہ ان کے درمیان باہمی شناخت کا تعلق تھا۔

اس وقت ہندوستان میں سکونت رکھنے والے صحیح النسب قریش اگرچہ سینکڑوں سال سے ملک عرب سے الگ اور دور ہیں۔ مگر ان کے خیالات بھی اس خصوص میں اب تک وہی ہیں۔ جو عرب سے روانہ ہونے کے وقت ان کے اسلاف کرام میں موجود تھے۔

یہ ایک حقیقت بیّنہ ہے۔ کہ سرزمین ہند میں اسلامی سلطنت کے زوال و انحطاط کے بعد باسباب مختلف "قومیت قریش" پر جو افتاد پڑی وہ بعینہٖ اس امر کی مصداق ہے ؎

هر بلائے کز آسمان آید گرچہ بر دیگراں قضا باشد
بر زمین نارسیدہ می پرسد خانۂ انوری کجا باشد

کون نہیں جانتا کہ اصولاً و عملاً ایکٹ انتقال اراضی کے ذریعہ سرزمین پنجاب میں مسلم زراعت پیشہ اقوام کو جنہیں قریش بھی شامل ہیں۔ بہت کچھ فوائد حاصل ہوئے۔ لیکن اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔ کہ بعض لوگوں کو اپنی ہی غلط روش کی وجہ سے قومیت قریش کو بھی اس ضمن میں ایک حد تک صدمہ کا متحمل ہونا پڑا۔ کیونکہ قریش کے بعض خاندانوں میں اس قسم کی مثالیں رونما ہو چکی ہیں۔ جن سے گنگا کا الٹے رخ کبھی بہنا پایا جاتا ہے۔ چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ گجرات پنجاب میں ایک فاروقی الاصل خاندان کا ایک جزو اپنے آپ کو گوندل زمیندار کے

نام سے موسوم کرتا ہے۔

دور کیوں جائیے ہمارے اپنے خاندان کی ایک مختصر سی شاخ
حزو سیات زمانہ کی بنا پر ان زمینداران کے زمرہ میں شامل ہو چکی
ہے۔ حالانکہ باقی تمام خاندان قریشی الفاروقی ہے۔ قطع نظر اسکے
یہ اظہر من الشمس ہے۔ کہ قریش کا سلسلہ کبریٰ بطور فرع کے حضور
سرور کائنات مفخر موجودات جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کے شجرۂ طیبہ سے پھیلا ہے۔ اس لئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ کوئی شخص
اپنی نسبت کا پیوند لگا کر غلطی میں مبتلا ہو۔ کیونکہ ارشاد نبوی ہے
ہے۔ ان من اعظم الفرا ان یدعی الرجل الی غیر ابیہ او یری عینیہ مالم
تریا او یقول علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالم یقل یعنی یہ افترائے
عظیم میں سے ہے۔ کہ کوئی شخص دعوے کرے غیر باپ پدر خود۔
یا بیان کرے جو کچھ آنکھوں نے نہ دیکھا ہو۔ یا منسوب کرے رسول
اللہ صلعم پر جو کہ حضور نے نہ فرمایا ہو (صحیح بخاری)

مگر بے حد افسوس کا مقام ہے۔ کہ فی زمانہ ہر ایک ہندی
الاصل مسلم گروہ موقر بننے کی خواہش پر خواہ مخواہ اپنی نسل کا ناطہ
نامورانِ عرب کو قرار دینے میں سعی لاحاصل سے دریغ نہیں کرتا
اس پہلو میں ہمیں کسی خاص جماعت کی عادات سے تعلق نہیں۔
اور نہ کوئی شخص یا اشخاص اس کے مشار الیہ ہی ہیں۔ بلکہ
ہمیں تو تاریخی حیثیت میں ملحانا اصول مسئلہ تحفظ نسب پر تبصرہ مقصود
ہے۔ کیونکہ جہانتک ہماری معلومات ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔
ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس وقت سرزمین ہند
میں بحالاتِ موجودہ "قریشیت" سے زیادہ تر نرغے کے عالم
میں ہے۔ جس پر داخلی اور خارجی دونوں طرح کے پیہم حملے ہو رہے
ہیں۔ اور جس ہندی نژاد مسلم قوم کا جہانتک داؤ چلتا ہے۔ وہ
اس پر چڑ کر نکالنے سے دریغ نہیں کرتی۔

چند یوم کا واقعہ ہے کہ میں نے ایک قریشی النسب لڑکے
سے بطور سوال اسکے دریافت کیا کہ قریشی کون ہوتے ہیں؟ ایک
قریب کھڑا ہوا ہندو معاً بول اٹھا کہ قریشی ارائیں ہوتے ہیں۔ جب
یہ پوچھا گیا۔ کہ کس طرح؟ تو کہنے لگا کہ ہمارے ضلع میں جس قدر
ارائیں ہیں وہ اب قریشی کہلاتے ہیں۔ اس لئے قریشی ارائیں ہی
ہوتے ہونگے۔ اس ہندو کے اس بے ساختہ جواب سے میری
حیرت و استعجاب کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اور قومی زوال کے نکبت
وادبار کا عبرت افزا نظارہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔

بت کریں آرزو خدائی کی
شان ہے تیری کبریائی کی

پنجاب کی اس قدیم ضرب المثل کو کون نہیں جانتا کہ "مال کا ہیں
اور رعیت ارائیں" مگر کہا جاتا ہے کہ ترقی کن زمانہ کی یہ ایک
ایجاد ہے۔ کہ لفظی تغیر کے جزوی ہیر پھیر کے ذریعہ لفظ ارائیں
"راعین" میں مبدل ہو گیا۔

اسی طرح یہ بھی استماع میں آیا ہے۔ کہ بعض افراد لفظ بکری
کو طیبتی ابابکر (صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کے اسم گرامی کیساتھ کرنے
لگ گئے جن کے متعلق کہا جاتا ہے۔ ایکٹ انتقال اراضی کے سلسلہ
کی کوئی ضرورت اس اختراع کا موجب ہوئی ہے۔

بہرکیف کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اگر یہ بات درست ہے تو سمجھنا
چاہئے۔ کہ قریشیت کے دامن پر ایک بدنما ہے۔ جو ازیں قبیل
حالات کے ایسے مسلک کی تمام حقیقت کو پردہ برانداز کر دیتا ہے۔
اس لئے ازیں قبیل نظائر و حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے
بھی خوا ہان قوم قریش کی توجہ عالی اس امر کی طرف منعطف کرانا
اپنا اخلاقی اور قومی فرض سمجھتا ہوں۔ کہ اب چونکہ انڈیا قریشی
کانفرنس امرتسر کا سالانہ قومی دربار قریب آ رہا ہے۔ اور اس
تقریب سعید کے لئے انجمن اور استقبالیہ کمیٹی کے ممبران بنائے جا چکے
ہیں لہذا ازبس ضرورت ہے تاکہ اجلاس شاندار اور کامیاب ہے
بنا بریں ممبران کے تجویز کرتے وقت [illegible] جانچ و پڑتال
احتیاط مزید کیساتھ ملحوظ رہے تاکہ [illegible] ہماری
درمیان وابستہ شدہ کا مصداق نہ ہو [illegible] اور تحفظ نسب
کی عہدہ داری اور اس کے مراتب و مدارج بدستور قائم و برقرار رہیں۔

اس پہلو میں جہانتک حالات و واقعات کا تعلق ہے۔ انجمن
قریشیان ہند کا دامن بالکل پاک و صاف ہے۔ اور وہ اپنے

فرائض متعلقہ کو مستعدی کیساتھ دیانتدارانہ طریق پر سرانجام دے رہی ہے جس کا صلہ قوم کی طرف سے مروت و اعانت کی شکل میں اسے ملنا چاہئے ۔ نہ کہ امتحان اور صبر آزمائی کی صورت میں ۔

پس اب ہندوستان کے طول و عرض میں ہر ایک قریشی النسب کا خواہ وہ کہیں ہو ۔ یہ ذمگی فرض ہے ۔ کہ اپنی ذمہ داری اور قومی فرض کی ادائیگی کو پورے طور پر محسوس کرے ۔ اور اس مدعا کی تکمیل کے لئے اس بات کا عزم بالجزم کرے ۔

بیا کہ قاعدۂ آسمان بگردانیم
قضا بگردشِ رطلِ گراں بگردانیم

خاکسار قاضی نظیر حسین فاروقی
ریٹائرڈ مستوفی از گوجرانوالہ

قلمرِ دکن

حضور نظام کی فیاضی

حیدرآباد دکن میں باغ عام (پبلک گارڈن) ایک بہت بڑا اور مشہور باغ ہے ۔ جہاں شام کے وقت باشندگان شہر بکثرت سیر و تفریح کے لئے جاتے ہیں مگر وہاں کوئی مسجد نہ تھی ۔ جس سے مسلمانوں کو مغرب کی نماز کی خصوصیت کیساتھ تکلیف ہوتی تھی ۔ اور لوگ گھاس کے اوپر جگہ بجگہ نماز پڑھتے نظر آتے تھے ۔ اور نمازیوں کے آگے غیر مسلم تماشائی بے تکلف گذرتے ہوئے چلے جاتے تھے ۔ حامی اسلام سلطان العلوم اعلیحضرت حضور نظام نے مسلمانوں کی اس خاص ضرورت کو محسوس فرماکر پچاس ہزار روپے کی لاگت سے ایک شاندار مسجد باغ عام میں تعمیر کرا دی ہے ۔ جس کا افتتاح یکم رجب ۱۳۴۳ھ کو بادشاہ اسلام کی سالگرہ کے دن نہایت شان و شوکت سے ہوا ۔ اور بادشاہ اسلام نے خود معہ شہزادوں اور لشکر کے کئی نمازیں اس مسجد میں ادا فرمائیں ۔

یہ مسجد مصری نقشہ پر بنائی گئی ہے ۔ اور اس قدر خوبصورت ہے کہ اس نقشہ کی ہندوستان بھر میں کوئی مسجد نہ ہوگی ۔ میں بھی مسجد کی افتتاحی تقریب میں شامل تھا ۔ مسجد کی پیشانی پر دو تاریخیں کندہ ہیں ۔ اردو کی حسب ذیل ہے ۔

حسب فرمانِ اقدس اعلیٰ کی بنا احترام کی مسجد
سال تعمیر عرض کر عارف بن گئی باغ عام کی مسجد ۱۳۴۳ھ

دوسری تاریخ خود بادشاہ اسلام نے قرآن شریف کی آیت سے نکالی ہے ۔ اور اس سے ۱۳۳۴ فصلی ظاہر ہوتا ہے ۔ جو حسب ذیل ہے :-

قضا علیکم حفاًمن ودن ۔ ان یر تاب ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتاباً موقوتاہ

ان یرتاب سے تخرجہ کیا گیا ہے ۔ مسجد کیلئے نماز کی آیت شریف سے تاریخ نکالنا بادشاہ اسلام کے متعلق قرآن مجید کو اچھی طرح ظاہر کرسکتا ہے (راقم عبدالحمید ریڈ ویڈ ایڈیٹر رسالہ درویش دہلی)

فسادات گلبرگہ اخبار "مرتبہ" کا معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حضور نظام نے فسادات گلبرگہ کے جو کمیشن مقرر کیا تھا اسکے فیصلے میں اختلاف رائے ہو ۔ جناب صدر نے سفارش کی ہے ۔ کہ تمام ملزم رہا کر دئے جائیں اور باقی ارکان نے انہیں مجرم قرار دیا ۔ اور سفارش کی ہو کہ انہیں سزا نہ دیجائے حضور نظام نے صدر کی رائے سے اتفاق کیا اور تمام ملزموں کی رہائی کے احکام صادر فرما دئے

جو لوگ فسادات دہلی کے مقدمات سے بری ہونیوالے ملزموں کی رہائی پر معترض ہیں ۔ وہ ممکن ہے کہ اس فیصلے کو بھی منصفانہ قرار ندیں لیکن جب تحقیقات کا نتیجہ ملزموں کے حق میں ہو ۔ اور وہ اسکے بعد کسی سزا کے مستوجب نہوں تو انہیں چھوڑ دینا ہی ہونا واجب ہے ۔ انصاف و عدل پر کوئی دھبہ نہیں آتا بلکہ ثابت ہوتا

کانفرنس قریشیان ہند کا اجلاس

اقوام عالم ترقی کے میدان میں جس سرعت و تیز گامی سے آگے بڑھی جا رہی ہیں اور اس تگ و دو میں جو کامیابی انہیں حاصل ہوئی ہے۔ وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ فی زمانہ وہی قومیں زندہ رہ سکتی ہیں۔ جو میدان عمل میں نکلکر اپنی ہستی قائم کرنے کیلئے جد و جہد سے کام لیں۔ قریشیوں کو اب بیدار ہو کر زندہ قوموں کے دوش بدوش چلنے کی بڑی ضرورت ہے انکی موجودہ حالت اس امر کی مقتضی ہے۔ کہ وہ اقوام کی دوڑ دھوپ سے متاثر ہو کر میدان عمل میں گامزن ہونے کیلئے بیکدم بیدار ہو جائیں۔

کانفرنس کی مجلس منتظمہ

نے ان حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے۔ قومی دربار کے انعقاد کی سخت ضرورت محسوس کی ہے۔ اور تجویز کیا ہے۔ کہ

امرتسر کے مقام پر

ایک شاندار قومی اجلاس ہو۔ استقبالیہ کمیٹی کا انتخاب عمل میں آگیا ہے جسکے سکرٹری حکیم شہاب الدین صاحب امرتسری اور صدر محترم حکیم محبوب عالم صاحب مہتمم شفاخانہ مقصود عالم جنکی تجربہ سے آل انڈیا ویدک اینڈ یونانی طبی کانفرنس کے اجلاس کو نمایاں کامیابی ہوئی تھی۔ منتخب ہوئے ہیں۔

استقبالیہ کمیٹی کی ممبری کی فیس پانچ روپے تجویز ہوئی ہیں۔ صوبہ پنجاب کے مشہور مقامات اور مضافات سے قریشی احباب اسکے ممبر منتخب کئے جائینگے۔ لہذا اسکولوں اور کالجوں کے قریشی طلباء استاد اور دیگر وہ تمام اصحاب ملازم و غیر ملازم جو قریشی النسب ہیں اپنا اپنا نام و پتہ اور دیگر قریشی احباب کی مکمل فہرستیں دفتر میں بھیجدیں۔ تاکہ مدعو کئے جاسکیں صوبہ پنجاب کے مختلف مقامات پر ایسے دردمندان و بہی خواہان قوم کی ضرورت ہے جنکی خدمتیں فراہمی فیس ممبری استقبالیہ کمیٹی کیلئے رسید کیں بھیجی جاسکیں اور اشاعت کے فرائض انجام دینے میں ہمارے دست و بازو بنیں امید ہے کہ احباب خاص توجہ سے کام لینگے۔

نیازمند

جوائنٹ سکرٹری استقبالیہ کمیٹی کانفرنس قریشیان ہند امرتسر

متفرقات

سلطان دکن کی رعایا نوازی

حضور نظام نے طاعون کے مریض خود ملاحظہ فرمائے

پچھلے دنوں حیدر آباد دکن میں طاعون کا سخت زور تھا اور قریباً تمام امراء اور عام پبلک شہر چھوڑ کر چلی گئی تھی۔ اعلیحضرت حضور نظام کو کہا گیا۔ کہ آپ بھی دیہاتی علاقہ چھوڑ کر چلے جائیں۔ مگر آپ نے انکار کر دیا۔ اور تمام شاہی خاندان کے ساتھ حیدر آباد ہی موجود رہے۔ اور ایک دن جبکہ طاعون کا سخت زور تھا۔ خود اس کیمپ میں چلے گئے جہیں طاعونی مریض تھے۔ اور جا کر ہر مریض کا حال پوچھا۔ بیماروں نے نالیوں کے درست نہ ہونے کی شکایت کی۔ اعلیحضرت نے محلات میں پہنچتے ہی فوراً فرمان جاری کیا کہ اگر ۲۴ گھنٹہ کے اندر نالیوں کو درست نہ کر دیا گیا۔ تو حکام متعلقہ کو موقوف کر دیا جائیگا جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ حکام نے خود اپنے ہاتھ سے نالیاں صاف کیں۔ چند گھنٹوں میں تمام کام درست ہو گیا اور بیماروں کی دقتیں رفع ہو گئیں۔ اعلیحضرت کا رعایا کی تکالیف کو اپنی تکالیف سمجھنا۔ یقیناً ہندوستان کے والیان ریاست کیلئے باعث تقلید ہے

زندہ باش سرکار نظام

مصیبت زدگان رابغ کی مالی امداد

حضور نظام نے رابغ کی بیواؤں اور یتیموں کے لئے مسلم آؤٹ لک کی تحریک پر پانچسو پونڈ کی گرانقدر رقم منظور فرمائی ہے۔ یہ رقم سر آغا خان اور سید امیر علی کے توسط سے ادا کی جائے گی۔

حج کیلئے جانا مناسب نہیں

گذشتہ ایام میں مسٹر چیمبرلین نے زیر بحث برطانیہ نے ظاہر کیا تھا۔ کہ آویزش نجد و حجاز کی وجہ سے بیت اللہ شریف کی زیارت کیلئے جانا مشکلات سے خالی نہیں ہوگا۔ ہندوستانی مسلمان بہت راسخ العقیدہ ہیں۔ وہ گذشتہ سال بھی جبکہ حالت مخدوش تھی۔ اور شریف اپنے سفیہانہ منصوبوں سے عالم اسلامی کی نگاہوں میں اپنا وقار کھو چکا تھا۔ تن بتقدیر وہاں جا پہنچے۔ اور جو کچھ تکلیفیں وہاں اٹھانا پڑیں انکی یاد سے روح کانپ اٹھتی ہے۔

حجاز کی موجودہ صورت حالات کو زیر نظر رکھتے ہوئے حکومت مصر نے اس سال غلاف اطہر اور دیگر سامان اور روپیہ جو وہ ہمیشہ ارسال کیا کرتی ہے بھیجنا بند کر دیا ہے۔ اور وہ مصر کے مفتی اعظم سے درخواست کرنیوالی ہے۔ کہ ایک فتوی شائع فرما کر حجاز کی موجودہ وقت خطرناک حالت سے مسلمانوں کو کامل طور سے آگاہ کر دیں۔ کہ اگر انہوں نے اس سال حج کا سفر کیا۔ تو اسکی تمام و کمال ذمہ داری ان کے اپنے کندھوں پر ہوگی۔

یہ اس اسلامی حکومت کا فیصلہ ہے جو حجاز کے قریب ہے۔ اور وہاں کے تمام حالات سے بخوبی واقف ہے۔ اس سے مسلمانان عالم کو فائدہ اٹھانا اور جمعیۃ العلمائے ہند کا بروقت اعلان مسلمانان ہند کو خاص توجہ سے سننا چاہئے۔ وہ فرماتے ہیں۔ کہ امیر علی کی غیر مستقیم روش اور جنگجویانہ کارروائی کی وجہ سے حجاز کی حالت ابھی تک ناقابل اطمینان ہے۔ اسی وجہ سے حجاج کی روانگی مخدوش ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جب تک حجاج کی روانگی کی قابل اطمینان اطلاع شائع نہ ہو جائے۔ تمام زائرین حج اپنے اپنے مقامات "بمبئی و کراچی وغیرہ میں پہنچ کر تکلیف اٹھائیں گے اور بیفائدہ زیر بار ہونگے۔

بحالات موجودہ حج کیلئے جانا مناسب نہیں۔ مسلمان دعا کریں کہ مشکلات دور ہوں۔ تاکہ وہ اگر اب کے نہیں۔ تو آئندہ سال آزادی کیساتھ اس فریضہ کو ادا کر سکیں۔ (تنظیم)

نمونہ کا پرچہ

ملاحظہ کرنیوالے احباب سے گذارش

جن برادرانِ گرامی کی خدمت میں ان مطالبہ پر یا کسی مہربان کے ایما سے القریش نمونۃً ارسال ہوتا ہے ان کا

قومی و اخلاقی فرض

اس بات کا مقتضی ہے۔ کہ وہ قومی سود و بہبود کے خیال سے قومی آرگن کی سرپرستی قبول کریں۔ اپنے احباب و عزا کو خریداری و اعانت کی ترغیب دیں۔ کیونکہ کسی اصلاح و فلاح اور ترقی کا راز اسی میں مضمر ہے۔ کہ وہ اپنے قومی اخبار کے حلقہ کو وسیع کرنے میں اپنی تمام قوت و طاقت صرف کر دے۔

بفرض محال

کوئی صاحب کسی وجہ سے معذور ہوں۔ تو انہیں چاہئے کہ مہربانی کر کے وہ اپنے ارادہ خریداری سے دفتر کو فوراً مطلع کر دیں۔ تا کہ وی۔ پی کی واپسی زیر باری کا موجب نہ ہو۔ خاموشی رضامندی پر محمول کر کے آیندہ اشاعت کا پرچہ بصیغہ وی۔ پی روانہ کرنیکا دفتر کو حق حاصل ہوگا

قیمت سالانہ

متمول حضرات سے للعہ؎ متوسط احباب سے ؏ طلباء سے ؏ فی پرچہ ۸ر امتیازی قیمت سے ؏

رعائتیں

(۱) کم از کم چار خریدار دینے والے احباب کو مفت (۲) قلمی معاونین بشرطیکہ مقاصد کا لحاظ کرتے ہوئے۔ علی التواتر عمدہ چیدہ مضامین ارسال کریں۔ علی الدوام بلا قیمت (۳) قومی حالات اور قوم سے متعلق مختصر خبریں ارسال کرنے والے احباب بھی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں (۴) کم از کم ایک سو علمی مذاق رکھنے والے قریشیوں کے نام و مقام کے مفصل حالات بھجوانے والے احباب کو ۶ ماہ بلا قیمت۔

مینیجر القریش امرتسر

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

اسلامی اصلاحی اور قومی ماہوار رسالہ

القریش

امرتسر

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

قیمت فی پرچہ ۴ر

آفتاب برقی پریس امرتسر میں مولوی محمد عبداللہ منہاس صاحب پرنٹر کے اہتمام سے قریشی محمد علی صاحب رونق صدیقی پبلشر کیلئے چھپکر دفتر القریش سے شائع ہوا

مقاصد

افرادِ قوم میں اتحاد و اتفاق اور محبت و مودت کا رشتہ قائم کرنے اور نوجوانانِ قوم کو صبر و استقلال، فیاضی و ثابت قدمی، صلہ رحمی و ایثارِ نفسی، محنت و جفاکشی، احسان و مروت، خاندان کی عزت و مہمان نوازی کا سبق دینے اور رسومات قبیحہ سے بچنے کی تلقین کرنا؛

اگر آپ

کو ان مقاصد سے اتفاق ہے۔ اور اپنی قوم کیلئے انکی تکمیل کو مفید سمجھتے ہیں تو

آپ کا فرض

ہے کہ آپ اخوت و یگانگت، ہمدردی اور مروت سے اپنے قومی نقارہ (القریش) کی آواز کو بلند کرنے اور افرادِ قوم کے کانوں تک پہنچانے میں کارپردازانِ القریش کا بطریق ذیل ساتھ دیں :-

(۱) قلمی اعانت (یعنی اصلاحی اور ایسے مضامین کی ترسیل جن سے مقاصد مجوزہ متذکرہ کی تکمیل مقصود ہو۔

(۲) ترقی اشاعت (یعنی حلقۂ اثر اور دیگر ذرائع سے خریدار بنا کر)

(۳) القریش کی آواز پر کان دینے خوگر اور تجاویز مفیدہ پر عامل ہو کر دکھیونکہ کسی پس افتادہ قوم کی شیرازہ بندی کا راز اسی میں مضمر ہے۔

منیجر القریش امرتسر

(پنجاب)

سلطنت

(علامہ اقبال مدظلہ)

آ بتاؤں تجھ کو رمز آیۂ اِنَّ المُلُوک — سلطنت اقوامِ غالب کی ہے اک جادوگری

خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر — پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری

جادوئے محمود کی تاثیر سے چشمِ ایاز — دیکھتی ہے حلقۂ گردن میں سازِ دلبری

خون اسرائیل آجاتا ہے آخر جوش میں — توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسمِ سامری

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے — حکمراں ہے اک وہی! باقی بتانِ آزری

از غلامی فطرتِ آزاد را رسوا مکن — تا تراشی خواجۂ از برہمن کافرتری

ہے وہی سازِ کہن مغرب کا جمہوری نظام — جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب — تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

مجلسِ آئین و اصلاح و رعایات و حقوق — طبِّ مغرب میں مزے میٹھے، اثر خواب آوری

گرمیٔ گفتار اعضائے مجالس الامان — یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگِ زرگری

اس سرابِ رنگ و بو کو گلستاں سمجھا ہے تو

آہ اے ناداں قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو

شذرات

اپریل کا رسالہ شائع نہ ہونے کے مفصل اسباب مقالہ افتتاحیہ میں ذکر کر دئے گئے ہیں۔ احباب کو اس کے انتظار اور اس پر انہیں اپنے شکائتی مراسلات کے جواب نہ ملنے سے جو تکلیف ہوئی اس کا ہمیں احساس ہے۔ مگر ہماری لمبی طویل علالت سے اس قابل ہی نہ تھی کہ ہم انہیں اپنے حالات سے مطلع کر کے ان کی اس پریشانی کو رفع کرتے۔ ہم مجبور تھے۔ امید ہے کہ احباب ہمیں معذور سمجھیں گے۔

مئی کا رسالہ حاضر ہوتا ہے اس کا حجم بہت کم ہے حقیقت میں کمزوری کی وجہ سے ابھی ہم اس قابل ہی نہ ہوئے تھے کہ رسالہ کی اشاعت کا اہتمام کر سکتے۔ لیکن یاران قریش کی مزید پریشانی کے خوف سے اسی قدر نکال دیا گیا۔ اس سے کم از کم احباب کو حالات سے واقفیت ہو جائیگی۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم شامل حال رہا اور حالات نے مساعدت کی تو انشاءاللہ تعالیٰ یہ کمی بطریق احسن پوری کر دی جائیگی۔

دکن کے سفر کے لئے ہمارا عزم مصمم ہے۔ اس کی ضرورت مقالہ افتتاحیہ میں بیان کر دی گئی ہے۔ ممکن ہے۔ کہ اس لمبے سفر میں اور وہاں پہنچکر مقصد کی تلاش میں دو تین ماہ کا عرصہ درکار ہو۔ دفتر کے کاروبار کے لئے کوئی مددگار نہیں جو ہماری غیر حاضری میں کام جاری رکھ سکے۔ اس لئے ناظرین القریش میں سے اگر کوئی صاحب ہمارے بعد رسالہ کو جاری رکھنے میں مضامین وغیرہ سے ہماری مدد کر سکتے ہوں تو ہمیں اطلاع دے کر مشکور کریں۔ تاکہ اس کی کتابت و طباعت کے لئے کسی مقامی بھائی کو تکلیف دیجائی۔

مارچ کے رسالہ میں اعلان کر دیا گیا تھا۔ کہ آل انڈیا قریشی کانفرنس کے اجلاس کی مقررہ تاریخیں منسوخ کر دی گئی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ نوٹ بعض احباب کی نظر سے نہیں گذرا۔ کیونکہ دفتر میں بکثرت ایسے خطوط موصول ہوئے ہیں۔ جن میں اجلاس کی کیفیت معلوم کرنے کی خواہش کی گئی ہے۔ چونکہ دفتر جوابات سے قاصر رہا ہے۔ اس لئے ہم ان احباب سے جو جلسہ کی کیفیت معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ استدعا کرتے ہیں کہ وہ مارچ کے رسالہ کے صفحہ ۲ کو ایک دفعہ ملاحظہ کرنے کی تکلیف گوارا کر کے اپنے سوال کا جواب پالیں

کانفرنس کے اجلاس کے انعقاد کے لئے انشاءاللہ تعالیٰ ہم دکن کے سفر سے واپس آ کر کوئی عملی کارروائی کریں گے۔ خدا ہمیں توفیق دے۔ آمین!

بعض احباب اپنا مقام تبدیل کر کے مہینوں خاموش رہتے ہیں اور جب کبھی عدم رسی رسالہ کا خیال آتا ہے۔ تو اناپ شناپ لکھکر ہمیں کوستے ہیں۔ حالانکہ ہم اسمیں قطعی بےقصور ہوتے ہیں کیونکہ ہم اپنے علم کے موافق اسی پتہ پر بھیجتے رہتے ہیں۔ رسالہ شائع ہوا اور پھر کسی خاص شخص کو نہ بھیجا جائے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ احباب کو اس بات کا خود خیال ہونا چاہئے اگر انکی بے پرواہی سے ان تک نہ پہنچے تو دفتر کا اسمیں کیا گناہ؟

ہمارے ایک دوست جنہوں نے وزیرآباد میں دی سپی وصول کیا تھا اور وہیں انکے نام رسالہ جاتا رہا۔ آج بنگہ چیمہ تحصیل وزیرآباد سے عدم رسی رسالہ کی رنجیدہ الفاظ میں شکایت لکھتے ہیں۔ حالانکہ وزیرآباد سے چیمہ کو جانیکی آج سے پیشتر آپ نے دفتر کو اطلاع ہی نہیں دی۔ خیراب پتہ درست کر لیا گیا ہے۔ لیکن یہ انکا فرض تھا کہ وہ فوراً ایک پوسٹ کارڈ لکھکر دفتر کو اپنے جدید پتہ سے مطلع کرتے۔ ناظرین کرام مہربانی کر کے اس بات کا ضرور خیال رکھیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

القریش امرتسر

مطبوعہ ۱۶ مئی سنہ ۱۹۲۵ء جلد ۱ نمبر ۵

کچھ ضروری اور خاص باتیں

ناظرین القریش ٹھنڈے دل سے غور کریں

حضور معظم صاحب صبغۃ سیاسیات سرکار عالی سے اپیل

القریش کو کتم عدم سے وجود میں آئے ہوئے گیارہواں سال ہے۔ اس اثنا میں جن مصائب و مشکلات کے جبال و تراکم سے اس کا گذر ہوا۔ اور کارپردازان کو جس قدر سختیاں برداشت کرنا پڑیں۔ وہ کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ ہر کام میں خواہ وہ ملکی ہو یا قومی کچھ نہ کچھ اس کا فائدہ ضرور مضمر ہوتا ہے۔ لیکن القریش کی گیارہ سالہ عمر میں اس کے کارپردازان نے سوائے ذاتی خسارہ کے کوئی دوسری بات نہیں دیکھی۔

القریش اس قوم کا واحد قومی آرگن ہونے کے باوجود جو کم و بیش ۱۶ لاکھ کی تعداد میں ہندوستان میں پھیلی ہوئی ہے۔ بدقسمتی سے اپنا دائرہ اشاعت اس قدر وسیع نہ کر سکا کہ دفتر کے کاروبار کیلئے معاون و مددگار کی خدمات حاصل کرنا تو کجا خود اپنے طباعت وکتابت کے اخراجات ہی برداشت کرنے کے قابل ہو سکتا۔ حالانکہ اس کی خدمات کا اعتراف ہوتا رہا۔ اور صوری و معنوی خوبیاں تسلیم کی جاتی رہیں۔

قوم سمجھتی ہے۔ کہ اعلیٰحضرت (خلد اللہ ملکہٗ) کی دستگیری نے القریش کو ضروریات زمانہ کی پریشانیوں سے بے نیاز کر رکھا ہے۔ اور ہمارے خیال میں یہی وہم نہیں۔ اس کی توسیع اشاعت کیطرف اپنی توجہ معطوف کرنے سے باز رکھنے کا موجب ہے۔ اور ایک حد تک یہ صحیح بھی ہے۔ اور بلاشبہ امداد سلطانی ہی ایک ذریعہ ہے۔ جو اس کے احیا و بقا کا موجب ہے لیکن اس بات پر غور کرنے کی بڑی ضرورت ہے۔ کہ آج اس چیخ و پکار کی وجہ کیا ہے۔ ناظرین کرام اگر تھوڑی دیر کے لئے اس کے آمد و خرچ کے جائزہ پر

غور کریں۔ تو یقیناً بہت جلد ان کا یہ وہم رفع ہو سکتا ہے۔

القریش تین سو کی تعداد میں طبع ہوتا ہے۔ جس میں ایک سو پرچہ سرکار آصفیہ کے مدارس محروسہ کے لئے دو، دو روپے فی پرچہ کے حساب سے خریدا جاتا ہے۔ باقی دو سو میں سے پچاس کے قریب تبادلے میں صرف ہوتے ہیں۔ اور کم و بیش چالیس پرچے دفتر میں بچ رہتے ہیں۔ مقامی پولیس اور پوسٹ آفس وغیرہ میں دس پرچے صرف ہو جاتے ہیں۔ باقی ایک سو کی قیمت بحساب تین روپے فی پرچہ کے حساب سے تین سو روپیہ وصول ہوتی ہے۔ پانچسو روپیہ سرکار نظام عالی مقام شاہانہ امداد کے طور پر عطا کرتے ہیں۔ گویا کل آمدن تقریباً ایک ہزار روپیہ سالانہ ہے لیکن مجموعی سالانہ خرچ نو سو روپے کے قریب پہنچ جاتا ہے۔ ایک سو بقیہ روپیہ تنخواہ ایڈیٹر بحیثیت یا اتفاقیہ اخراجات دفتر۔ گویا شاہانہ امداد کا پانچسو روپیہ کبھی اس کی نذر ہو جاتا ہے۔ سوائے پریشانی کے کچھ حاصل نہیں۔ یہ ہے ہمارے آمد و خرچ کا کچا چٹھا اور یہ ہے ہماری بے نیازی! نکتہ رس اور معاملہ فہم احباب اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ ان حالات میں ہم کہاں تک برداشت کر سکتے ہیں۔

امرتسر کی ہوا آجکل خراب ہے۔ وبائی امراض کی آفت سے کوئی گھر خالی نہیں۔ وسط مارچ میں ہم بیماری میں مبتلا ہوئے۔ اپریل کا تمام مہینہ اسی تکلیف میں بسر ہوا۔ مئی کی تین تاریخ کو آرام ہوا۔ اب آرام ہے۔ لیکن اس اثنا میں پاس وہم کے اور [illegible] اخراجات پڑے وہ کہاں سے پورے ہوں۔ آخر کار [illegible] پوری [illegible] ہوتی ہیں۔ اگر کاروبار کی حالت جب ایسی ہو۔ تو کام کرنے والے کیا کریں۔ [illegible] سے لائیں۔

قوم کو منتشر اور پراگندہ شیرازہ مجتمع کرنے کے لئے ہم نے بہت زور مارا۔ سینکڑوں دردناک اور رقت خیز مضامین سپرد قلم کئے

دورے کئے قوم کو توجہ دلائی لیکن واہ رے بے حسی! اسے خواب نوشین سے نہ اٹھنا تھا اور نہ اٹھی۔ اس قدر بے حس اور گہری نیند سے ایک ایسی قوم کو جسے اپنے سود و زیاں کا احساس نہ ہو بیدار کرنے کے لئے بڑے وقت اور بڑے سرمایہ اور انتھک جد و جہد کی ضرورت ہے۔ مگر وہ جو تھک کے رہ گیا ہو۔ اس کا اس خار دار راستہ میں چل کر بایں بے سر و سامانی ان کٹھن منازل کو طے کرنا معلوم!

حضور نظام ادام اللہ اقبالہٗ و اجلالہٗ کا عطیہ نعمت عظمیٰ اور القریش کے لئے آیۂ رحمت ہے۔ لیکن شومئی بخت سے اس کی رسیدگی کے تواتر میں گذشتہ چار سال سے جو نقص پیدا ہو گیا ہے۔ وہ سخت پریشان کن ہے۔ سنہ ۱۹۱۰ء سے قبل شاہی عطیہ آغاز سال میں وصول ہو جایا کرتا تھا جس سے یہ آسانی ہو جاتی تھی۔ کہ پریس اور کاغذ وغیرہ کے جملہ حساب صاف کر کے آئندہ راہ صاف کر لی جاتی تھی لیکن اب وسط سال اور اس پر کچھ زائد مدت گذر جانے اور بیسیوں یاد دہانیوں کے باوجود محکمہ متعلقہ کی عنایت ہوتی ہے اور جب کہیں یہ رقم وصول ہوتی ہے۔ یوں تو یہ ایک معمولی بات ہے لیکن کاروباری حالت میں اس تاخیر سے جس قدر بگاڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ وہ تمام سال روبہ اصلاح نہیں ہوتا۔ اپریل کا رسالہ نہ نکلنے میں اگرچہ ہماری بیماری کو بھی بہت دخل ہے لیکن عدم رسی عطیہ بھی ضرور اس میں داخل ہوا ہے۔ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ حضور معتمد صاحب صیغہ سیاسیات سرکار عالی ہماری اس تکلیف کو ہمیشہ کے لئے بوجہ احسن رفع کر کے ہماری شکرگذاری کا موجب ہونگے۔

گذشتہ دس سال کی پیہم اور مسلسل کوششیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اب ٹھکانے لگا چاہتی تھیں۔ قوم بیداری کی طرف مائل ہو گئی تھی۔ گہری اور میٹھی نیند کے ماتوں نے آنکھیں کھول کر قوموں کو ترقی کے میدان میں دوڑتے ہوئے دیکھ پایا تھا۔ ان کے دل میں ایک گدگدی سی پیدا ہو گئی تھی۔ وہ اٹھے اور شاہراہ ترقی پر آنے کے متمنی ہوئے تھے۔ کہ مشیر قافلہ القریش کی ہمت

ٹوٹ گئی اور اس کی جان معرض خطر میں آگئی۔ اللّٰہم ارحم!

قسمت کی خوبی دیکھئے ٹوٹی کہاں کمند
دو چار ہاتھ جبکہ لب بام رہ گیا

ہمارا عزم مصمم

ہے کہ مصائب نوائب کی ان دائمی پریشانیوں سے نجات پانے کے لئے ایک بار اور وَمَنْ دَقَّ بَابَ الْكَرِيْمِ انْفَتَحَ پر عمل کریں۔ اور حاتم صفت۔ سکندر منش۔ فلاطون زماں حضور نظام عالی مقام خلد اللہ ملکہ و حشمتہ کا دروازہ کھٹکھٹائیں۔ کیا عجب کہ آپ کا لطف شاہانہ القریش کے لئے آبحیات ہو اور یہ دل کھول کر فارغ البالی سے اپنے مجوزہ مقاصد کی تکمیل میں کامیاب ہو۔ القریش بمقصد موجودہ رسائل و اخبارات سے صوری و معنوی خوبیوں میں کسی طرح کم نہیں۔ اور اس پر یہ کہ اسے حضور نظام کا قومی آرگن ہونیکا فخر حاصل ہے۔ تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ بارگاہِ ہمایوں سے ان کی شاہانہ اعانت نہ ہو۔

ہم اس ارادہ کی تکمیل کے لئے دکن کے سفر کی تیاری کر رہے ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جائیں گے۔ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ۔

مئی کے اخیر تک اگر ہم اس طویل سفر کے لئے تیار ہو سکے۔ تو جون کا رسالہ ہمارے بعد پوسٹ ہوگا۔ ورنہ خود پوسٹ کر کے جائیں گے۔ اس بات کی خاص کوشش کی جائے گی۔ کہ ہماری غیر حاضری میں القریش برابر جاری رہے۔ اور ناظرین کرام کو ہمارے سفر اور برادری کے حالات سے واقفیت ہوتی رہے۔ بفرض محال کوئی صورت نہ بنی تو پھر احباب کو دو تین ماہ صبر و شکیبائی سے کام لینا مجبوری امر ہوگا۔

احباب کا فرض

ہوگا کہ وہ ہماری اس غیر حاضری کے ایام میں القریش کے لئے قسم کھا کر پانچ پانچ خریدار مہیا کرنے کی فکر کریں۔ اور اس فرض کو قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی اور مولوی امام الدین صاحب بن کر انجام دیں۔ مقدم الذکر اس وقت تک تین سے زیادہ اور موخر الذکر بارہ سے کچھ اوپر خریدار دے چکے ہیں۔ خدانخواستہ اگر آپ یہ نہیں کر سکیں گے۔ تو القریش کا زندہ رہنا۔ اور اس پس افتادہ قوم کا اٹھنا اور میدان عمل میں بڑھنا ناممکن!

جن احباب نے ۶ ار مارچ تا ۶ ارمئی دو ماہ میں القریش کی اعانت فرمائی انکے اسمائے گرامی بہ شکریہ درج ہیں۔ اگرچہ اشاعت کی یہ رفتار تسلی بخش نہیں۔ تاہم توجہ فرمانیوالے احباب کے ہم بدل ممنون ہیں۔ مقالہ افتتاحیہ میں اس کے متعلق ایک خاص استدعا کیگئی ہے۔ امید ہے کہ بہی خواہان القریش بعنایت مخلصانہ اس پر غور کر کے ہمیں رہین منت کریں گے۔

(۱) جناب شاہ شریف شاہ صاحب سب انسپکٹر پولیس
(۲) جناب منشی عطاء اللہ صاحب قریشی ریڈر گوجرہ بتوسل جناب قریشی محمد اقبال صاحب۔
(۳) جناب قریشی حق نواز صاحب سپروائزر بتوسل جناب میر علی اصغر صاحب ضلعدار
(۴) جناب حکیم شیخ غلام محمد صاحب قریشی بتوسل جناب محمد صبغۃ اللہ صاحب نائب تحصیلدار
(۵) جناب شیخ محمد زاہد صاحب قریشی نمبردار " " "
(۶) جناب شیخ کرم حسین صاحب " " " " " "
(۷) جناب بابو غلام سرور صاحب ریلوے سب ملیٹر (بلوچستان) خود
(۸) جناب میاں محمد حسین صاحب قریشی سب انسپکٹر ریلوے ورکس (بلوچستان) خود
(۹) جناب میرزا دخانی صاحب خود۔
(۱۰) جناب سید شاہ ... صاحب ترمذی کونسلر (بلوچستان) خود
(۱۱) جناب منشی اللہ بچایا صاحب محرر پولیس " "
(۱۲) جناب سید غلام شاہ صاحب سررشتہ دار " "
(۱۳) جناب حکیم محمد حسین صاحب عباسی کوٹ باری "

جذبات نامی

(از جناب مولانا نامی کوہ سوار نظامی)

نہ چمن کی اب وہ فضا رہی نہ تو عشق بلبل زار میں
نظر آ رہا ہے جو اک جہاں کہ چھپا ہے گرد و غبار میں

اے نسیم بہر خدا تو چل کہ طبیعت اپنی خراب ہے
کہیں دل کو اپنے سکوں ہو کہیں لطف آئے بہار میں

یہ تمہارے سامنے حال ہے دل مضطرب کا گھڑی گھڑی
مجھے کیا خبر کہ یہ کیا کرے ترے ساتھ آ کے مزار میں

جو جنازہ میرا اٹھائے تھے تھا خیال وہ تیری ساتھ میں
نظر آیا مجھکو لحد میں تو کوئی ایک بھی نہ تھا چار میں

ذرا شمع جلدی سے گل کریں کوئی آنیوالا ہے پردہ پوش سا
یہ بڑی ہی لطف کی بات ہے کہ وہ آئینگے شب تار میں

ترے گوہر دندان کی تاب کوئی کیا بیان کرے بھلا
نہ دُرِ عدن میں یہ وصف ہے نہ یہ بات ہے کوئی انار میں

تری آنکھ زیر نقاب ہے مگر اسپہ خوف ہے یہ مجھے
کہیں دل الجھ کے رہے نہیں تری اس نگاہ کے تار میں

کہی اس نے خوب کہ جو بات تھی سر دار کس نے چڑھا دیا
میرا کیا لگا ٹنگے دیکھ لوں میں وہی کہونگا ہزار میں

نہیں ایک نامی ہی مبتلا ہیں ہزاروں تیرے اسیر زلف
تو چمک کے جلوہ دکھا دے پھر کہ نور ہے نار میں

حجم کی کمی کے باعث اس دفعہ "الحریۃ فی الاسلام" "باب التاریخ" اور مذاکرہ و مناظرہ ایسے ضروری مضمون نظر انداز کر دئے گئے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اشاعت گوناگوں دلچسپیوں اور بہترین مضامین سے مزین ہوگی۔ اور حجم پہلے سے ڈیوڑھا ہو گا۔ ناظرین کرام دعا کریں کہ خدائے تبارک و تعالیٰ ہمیں اپنے ارادوں میں کامیابی عطا کرے۔ آمین!

اشاعتِ اسلام

سرزمین عرب پر پادریوں کا شدید حملہ

سید غلام نبی فناہ دلدار کی مساعی جمیلہ

(جناب قریشی کے قلم سے)

(خاص الفرقان کیلئے)

اچھوت اقوام میں اشاعت اسلام کی کوشش کرنا ایک نہایت ہی مبارک کام ہے۔ افسوس ہے کہ مسلمانوں میں بہت کم لوگ اِس مقدس کام کی عظمت اور بزرگی سے واقف ہیں۔ دیہات کی حالت اکثر لوگوں کی ناواقفیت اور جہالت کا یہ عالم ہے۔ کہ اگر نیچ اقوام کے افراد اپنی رضامندی سے بھی دین اسلام کی آغوش میں آنا چاہیں۔ تو ہمارے زمیندارانِ اعظم ان لوگوں کو داخل اسلام کرنا اپنے لئے بےعزتی کا باعث سمجھتے ہیں۔

یہ زمانے کا انقلاب ہے۔ کہ زمانۂ سلف میں جو کام سب سے زیادہ مقدس اور سب سے زیادہ عظیم الشان سمجھا جاتا تھا۔ آج جہالت کے زمانے میں اس کو ذلیل اور بے وقعت خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے۔ کہ اسلام یا اس کی ترقی اور مسلمانوں کی خوشحالی کا اصلی راز اشاعت اسلام میں ہے۔ جب تک مسلمانوں نے خدا تعالیٰ کے پیغام کو خلق خدا تک پہنچایا وہ دنیا میں معظم و مکرم رہے۔ لیکن جب انہوں نے اس فرض کی ادائیگی سے منہ موڑ لیا۔ تو وہ گر گئے اور ایسے گر گئے۔ کہ آج ان میں اسلام کی کوئی شان باقی نظر نہیں آتی۔

میرے بھائیو! اشاعت اسلام کا بھولا ہوا سبق یاد کرو۔ جس نعمت کو خدا تعالیٰ نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے دنیا پر نازل کیا ہے۔ اس سے اہل دنیا سے روشناس کراؤ۔ کوئی شخص یہ خیال نہیں کر سکتا۔ کہ اگر مسلمان اشاعت اسلام کی طرف متوجہ ہوں تو انہیں کامیابی نہیں ہوگی۔ راستی اور حقانیت

اس دنیا میں ایک زبردست ترین قوت ہے۔ الحق یعلوا ولا یعلیٰ۔ حق و صداقت کو ہمیشہ غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ اور حق دنیا میں کبھی باطل سے مغلوب نہیں ہوا۔ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ اسلام "حق" ہے۔ اس لئے جو شخص بھی دنیا میں اس کی علمبرداری کریگا کامیاب ہوگا۔ افسوس کہ مسلمان کو اسلام پاک کی اصلی قوت سے آگاہی حاصل نہیں۔ اور ان کے اپنے خیالات غفلت و جہالت کے باعث اسلام سے متعلق سیدھے رستے پر نہیں رہے۔ تاہم اس حقیقت میں کچھ بھی کلام نہیں۔ کہ اگر مسلمان دلی جوش و خروش سے اشاعت اسلام کے کام میں مشغول ہو جائیں۔ تو اب بھی ہمارا دین قرآن پاک کے وعدہ کے مطابق دنیا کے تمام دینوں پر غالب آسکتا ہے۔

قرآن عظیم میں غلبہ اسلام کے متعلق مندرجہ ذیل قطعی وعدہ موجود ہے۔

ھُوَ الذی اَرْسَلَ رَسُولَہٗ	وہ پاک ذات ہے جس نے اپنے
بالھدیٰ و دین الحق لیظھرہ	رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ
علی الدین کلہ ولو کرہ المشرکون	اس لئے نازل فرمایا ہے۔ تاکہ وہ

اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے۔ خواہ یہ غلبہ مشرکین اور کفار کو کس قدر بھی ناگوار کیوں نہ گزرے۔

اس مقدس آیت میں "دین اسلام" کے ساتھ غلبے کی شرط لازمی کر دی گئی ہے۔ مقدس مذہب اسلام کی تاریخ اس غلبے کی

عمومیت پر شاہد ہے۔ مسلمان جب اللہ کی راہ میں تلوار اٹھائیں گے۔
تو غالب آئیں گے۔ اور اگر اشاعت اسلام کے لئے نکلیں گے۔
تو پھر غالب آئیں گے۔ آج ہندوستان کی صورت میں مسلمان
تلوار کے زور سے غلبے کی صورت پیدا نہیں کر سکتے لیکن اشاعت
اسلام کا میدان ان کے لئے ہر وقت کھلا ہے۔ اور میں کہتا ہوں
کہ اشاعت اسلام کا دروازہ صرف عالموں۔ صوفیوں اور مفتیوں
کے لئے ہی کشادہ نہیں ہے۔ بلکہ ہر چھوٹا اور بڑا مسلمان اس معاملے
میں پوری پوری کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔

دیہاتی لوگوں سے خطاب

صوبہ پنجاب میں دیہات کی سرزمین اشاعت اسلام کے لئے
بہت ہی موزوں ہے۔ مسلمانوں کو ان پنچ اقوام پر جو دیہات میں رہتی
ہیں۔ اور جن کی زندگی اور نیکی کا میدان نہایت ہی تنگ ہو رہا ہے۔
رحم فرمانا چاہئے۔ اور ان کے محلے میں جا کر انہیں اسلام میں داخل
ہونے کی دعوت دینی چاہئے۔ دیہات میں اشاعت اسلام کے لئے
ضروری ہے۔ کہ نمبردار۔ ذیلدار اور دوسرے ذی رسوخ اصحاب
اس کام کا بیڑا اٹھائیں اور مشترکہ اور متحدہ قوت سے پنچ اقوام
کے افراد کو اسلام کی خوبیاں سمجھا کر انہیں اسلام کے حلقہ میں داخل
کریں۔ اگر تمام دیہاتوں میں ہر جگہ یہ کام شروع ہو جائے۔ تو
اس سے اسلام کی عزت و شان کو چار چاند لگ جائیں گے۔

پادریوں کی کوشش

مسلمانوں کو عیسائی مشنریوں کی حالت پر غور کرنا چاہئے۔
عیسائی ہندوستان کے اندر صرف آٹھ ہزار کی تعداد میں آئے
تھے۔ مگر آج ان کی تعداد ۴۷ لاکھ ۴۵ ہزار ہے۔ آپ غور کریں۔
کہ وہ آٹھ ہزار کی تعداد سے ترقی کر کے کیونکر ۴۷ لاکھ تک جا پہنچے؟
اس سوال کا جواب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ ان لوگوں نے
اپنے مذہب کی تبلیغ کی اور تبلیغ کرنے کی وجہ سے انہیں عظیم الشان
کامیابی نصیب ہوئی۔ اس وقت مسلمانوں کے سامنے غور کرنے کا
سوال یہ ہے۔ کہ اگر "تین خداؤں کے ماننے والے عیسائی"
ایک صدی کے اندر آٹھ ہزار سے ترقی کر کے ۴۷ لاکھ کی جمعیت
پیدا کر لیتے ہیں۔ تو کیا مسلمانوں میں یہ طاقت موجود نہیں ہے؟
اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر مسلمان بھی اشاعت اسلام کا کام
کریں۔ اور وہ عیسائیوں کی طرح کامل محنت اور عشق کے ساتھ قرآن
پاک کی منادی کرنے لگ جائیں۔ تو انہیں خدا تعالیٰ بہت ہی بڑی
کامیابی عطا فرمائے گا۔

برادران امت! آپ عیسائیوں کی تبلیغی سرگرمیوں پر نظر
ڈالیئے۔ ہندوستان میں عیسائیوں کے کئی فرقے پنچ اقوام
میں انجیل کی منادی کر رہے ہیں۔ ایک فرقے کا نام "پراٹسٹنٹ"
ہے۔ اس فرقے کی ۱۳۶ جماعتیں رات اور دن عیسائیت کی تبلیغ
میں ڈوبی ہوئی ہیں۔ ان جماعتوں نے ہندوستان کے دیہات
اور قصبات میں تبلیغ کے لئے ۳۰ ہزار سے زیادہ تبلیغی مرکز
کھولے ہوئے ہیں۔ ۱۰ ہزار سے زیادہ کالج اور سکول ہیں۔
ایک ہزار سے زیادہ زنانہ اور مردانہ شفاخانے ہیں۔ اور ۵۰ ہزار
مبلغین رات اور دن لوگوں کو گلی اور کوچے میں پھر پھر کر انجیل کا
سبق دے رہے ہیں۔ پچھلے دنوں لمبیتھ کے مقام پر تمام دنیا کے
عیسائیوں کی کانفرنس ہوئی تھی۔ اس کانفرنس میں بڑی بڑی
حکومتوں نے چندہ دیا۔ اور ۹۰ لاکھ پونڈ جمع ہو گیا جس سے
ایک لاکھ جدید مشنری بھرتی کئے گئے۔ اور انہیں مختلف اسلامی
ممالک میں بھیجا گیا۔ تاکہ وہ مسلمانوں کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کے سایۂ رحمت سے نکال کر عیسائیت کا غلام بنائیں۔
یہ صرف ایک واقعہ ہے۔ جو میں نے اپنے مسلمان بھائیوں
کی تنبیہ کے لئے درج کر دیا ہے۔ ورنہ دنیائے عیسائیت میں
اس قسم کے صدہا واقعات روزمرہ پیش آتے ہیں۔ اور ان سے
مسلمانان ہندوستان کو کچھ بھی آگاہی حاصل نہیں۔

سرزمین عرب پر آخری ضرب

عیسائی پادری مسلمانوں کو شکست دینے کے لئے اپنی
پوری قوت صرف کر رہے ہیں۔ یہ چند روز کا واقعہ ہے۔ کہ
انہوں نے مسلمانوں پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے ایک آخری
تدبیر پر عمل کر لیا ہے۔ عیسائیت کے بڑے رکن بہت بڑے غور

کے بعد اس نتیجے تک پہنچے ہیں۔ کہ جب تک مکہ معظمہ۔ مدینہ منورہ اور سرزمین عرب کو اسلام و قرآن سے منحرف نہ کیا جائیگا اسلام کی زندگی کی آگ منقطع نہ ہوگی۔ چنانچہ انہوں نے بڑے زور شور سے عربوں میں عیسائیت کی تبلیغ شروع کر دی۔ گذشتہ سال ۹۹۸ عربی عیسائی مذہب اختیار کر چکے ہیں۔ عیسائی پادریوں نے عدن کی بندرگاہ کو اپنا مرکز بنالیا ہے۔ اور اس وقت پندرہ سولہ آدمیوں کا ایک قافلہ جس میں پادری۔ راہب اور کنواریاں شامل ہیں۔ عربی قبائل میں عیسائیت کی تبلیغ کر رہا ہے۔ میں خداوند پاک کے نام پر مسلمانوں سے یہ سوال کرتا ہوں۔ کہ کیا یہ حالات ناقابل برداشت نہیں ہیں؟ کیا یہ مسلمانوں کا فرض نہیں ہے۔ کہ وہ اسلام و قرآن کی عزت کو عیسائیوں کے ہاتھ سے بچانے کے لئے سربکف ہوکر کام کرنے لگیں۔ اگر مسلمانوں نے اپنی غفلت کا علاج نہ کیا۔ تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ اس دنیا میں حرف غلط کی طرح نیست و نابود ہو جائیں۔

مسلمانان ہندوستان کا فرض

آپ مجھ سے یہ سوال کر سکتے ہیں۔ کہ ہم اسلام کو عیسائی دنیا کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لئے کیا کریں؟ میرے عزیز بھائیو! میں کہتا ہوں کہ تمہارے دیہات اور قصبات میں جو اچھوت لوگ اس وقت آباد ہیں۔ اگر تم نے ان کو اسلام کی غلامی میں داخل نہ کیا۔ تو بلاشبہ ایک دن عیسائیت ان کو نگل جائے گی۔ میں لکھ چکا ہوں کہ عیسائی ہندوستان میں ۸ ہزار کی تعداد میں آئے تھے۔ لیکن آج ان کی تعداد ۷۰ لاکھ سے زیادہ ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی ہندوستان اچھوت اقوام کی تعداد ۷ کروڑ سے زیادہ ہے۔ اور عیسائی کوشش کر رہے ہیں کہ ان ۷ کروڑ اچھوتوں کو نگل جائیں۔ اگر عیسائیوں کی یہ کوشش کامیاب ہوگئی۔ اور انہوں نے دیہات کی نیچ اقوام کو بھی عیسائی بنالیا تو میں مسلمان زمینداروں۔ نمبرداروں اور دوسرے بزرگوں سے پوچھتا ہوں۔ کہ وہ اپنی زمینداریوں کو جاری رکھنے کی کیا تجویز کریں گے۔ اس وقت ہندوستان میں عیسائیوں کا راج ہے۔ جو شخص عیسائی مذہب قبول کر لیتا ہے۔ وہ حکومت کی حفاظت میں آجاتا ہے۔ اور کوئی بڑے سے بڑا زمیندار بھی اس سے ایک ذرہ بھر خدمت نہیں لے سکتا۔ لیکن آج جو حالت ہے کل اس سے بھی بدتر ہو جائیگی۔ اور مجھے اندیشہ ہے کہ جن لوگوں کو ہم دیہات میں "نیچ اقوام" خیال کرتے ہیں۔ انہیں اسلام میں داخل نہ کیا گیا۔ اور وہ پادریوں کی کوشش سے عیسائی ہو گئے۔ تو ایک زمانہ ایسا آئے گا۔ جبکہ مسلمانوں کو انہی "نیچ قوموں" کی خدمت کرنی پڑے گی۔ اس مصیبت سے بچنے کا بہترین علاج یہ ہے۔ کہ آپ سے جس قدر جلد ممکن ہو۔ نیچ اقوام کو اسلام میں داخل کریں۔ اور اس طرح آئندہ مسلمانوں کی نسلوں کو خطرے سے بچالیں۔

سید غلام نبی شاہ مدظلہ العالی

میں اس وقت نہایت ہی ادب و احترام کے ساتھ سید غلام نبی شاہ صاحب قریشی ذیلدار مئی والا کی مثال پیش کرنی چاہتا ہوں۔ آپ نے اپنے علاقہ میں جو نمونہ قائم کیا ہے۔ وہ اس قابل ہے کہ ہر سچا مسلمان اس پر فخر کرے۔ گذشتہ ڈیڑھ سال کے اندر آپ نے اپنے علاقہ میں پندرہ سو سے زیادہ خاکروبوں کو توحید کا سبق پڑھایا ہے۔ اور حضرت محمد صلعم کی غلامی کے حلقہ میں داخل کیا ہے۔ اگر پنجاب کی ہر ایک تحصیل میں ایک ایک غلام نبی شاہ پیدا ہو جائے۔ تو آج ہی مسلمانوں کی تمام مصیبتیں حل ہو جاتی ہیں۔ میں شاہ صاحب موصوف کی خدمت میں یہ مودبانہ استدعا کرتا ہوں۔ کہ وہ گھوڑے کو چابک لگاتے جائیں۔ یورپ۔ مصر۔ عرب اور فلسطین سے اسلام اور عیسائیت کی ٹکر کے متعلق جو تازہ ترین خبریں آرہی ہیں۔ وہ بیحد حوصلہ شکن ہیں۔ تاہم اگر مسلمان خدا کی راہ میں کھڑے ہو جائیں۔ تو مطلع بہت جلد صاف ہو سکتا ہے میں دوسرے مسلمان کارکنوں کی خدمت میں مودبانہ عرض کرتا ہوں کہ وہ سید غلام نبی شاہ صاحب کے نمونے کی پیروی کریں۔ ممکن ہے کہ ہماری کوششیں بار آور ہوں۔ انوار الٰہی کی درخشندہ کرنیں دنیا کے چہرے کو از سر نو درخشاں کر دیں۔ اور ہمیں پہلا سا اقبال و عروج نصیب ہو۔ دلا

نالۂ دلسوز

بجواب

فرید ہاشمی نامم - بنی عم رسول ہستم
قریشی خاندانم ہم چہ غم دارم چہ غم دارم

برا ہے بزمِ عالم میں اسیرِ ناکسی ہونا — مگر ہے اس سے بھی بدتر ہوا کا مدعی ہونا

مساوات و اخوت کی بجائے وائے بدبختی — ہمیں بھایا گرفتارِ ابوبکرؓ و علیؓ ہونا

نہ کام آیا تکبر ہے کسی کے اور نہ آئے گا — نصیبِ سرکشاں قرآن میں ہے دوزخی ہونا

یہ فرماتے تھے خود خیر النساء سے سرورِ عالم — نبوت پر مری - بیٹی! نہ غرہ تو کبھی ہونا

عطا عالم کو سجادہ نشینو! ہو گئیں آنکھیں — نظر اب آ رہا ہے آپ کا سب کو ولی ہونا

قدم بولہب کے چومے گی آ کر شوق سے جنت — نجاتِ حشر کا ساماں اگر ہے ہاشمی ہونا

دماغوں میں انانیت - دلوں میں دقیانوسیت — شرافت کا عجب منطق ہے اس پر مدعی ہونا

فرعونیت کی مستی میں ہماری شانِ رعنائی — گوارا کر نہیں سکتی - ہمارا آدمی ہونا

شرف حاصل بنی عم نبی ہونے کا ہے لیکن — صحیح معنوں میں کاش آتا ہمیں بھی امتی ہونا

بٹھایا ہے ہمیں فخرِ نسب یوں کہ مشکل ہے — ہمارا اب شریکِ کارزارِ زندگی ہونا

فدایانِ محمد کیا ہیں وہ اسلام سے خارج — نہیں لکھا خدا نے جن کے حق میں ابطحی ہونا

جہاں بھر کا نہاں ہو خوف جن کے گوشۂ دل میں — اسے کیا تقویت دے گا - بزرگوں کا جری ہونا

نظر آئے ہمیں کیوں مہرِ جرأت اور صداقت کا — ہے جب خفاش سا ہم میں حریفِ روشنی ہونا

ہوا سر میں ہمارے یوں سمائی فرقہ بندی کی — دکھایا اک جہاں کو ہم نے گلشن کا کلی ہونا

قریشیت کو فرمانِ رہائی جاننے والو — خدا کے ہاں ہے معیارِ کرامت متقی ہونا

بجز حسنِ عمل شاکر اصالت ہیچ ہے سب کی
نہ آیا ابنِ نوح کے کام فرزندِ نبی ہونا

شاکر صدیقی

ان اکرمکم عند اللہ اتقکم

ایک خط

ناظرین القریش کی خدمت میں

کہوں کس سے میں کہ کیا شبِ غم بُری بلا ہے
مجھے کیا بُرا تھا مرنا - اگر ایک بار ہوتا

یا معشر القریش!

القریش کی مالی حالت کے ناگفتہ بہ ہونے کے متعلق جس جگر سوز پیرایہ میں حضرت رونق نے مجھے اپنے ایک گرامی نامہ میں اطلاع بخشی ہے - اگر اس نوازشنامہ کے چند ایک امور اخفا کے قابل نہ ہوتے - تو میں حضرت رونق کی رضامندی حاصل کئے بغیر آپ کی نکتہ نواز نگاہ کو دعوت کے لئے پیش کر دیتا -

القریش کو عالم وجود میں آئے آج تقریباً ساڑھے ۱۰ برس ہونے کو ہیں - اس مدت میں اس پر ہزاروں مصیبتیں آئیں طرح طرح کی بجلیاں ٹوٹیں - لیکن یہ دُھن کا پکا حضرت رونق کے دامن کی آڑ میں بچتا بچاتا اور حضور نظام خلد اللہ ملکہٗ کی فیاضی کے گیت گاتا آج تک فضائے ہند میں دم لیتا رہا - اب جو حالت بیان کی گئی ہے - اگر چند سے اور یہی رہی تو پھر اس کا جنازہ نکلنے میں کچھ شبہ نہیں -

اس طویل مدت میں نہ تو القریش نے ہی اپنی مالی حالت کی کمزوری کے اظہار میں کوتاہی کی اور نہ ہی آپ پنبہ در گوش رہے آپ نے اس کی درد بھری داستان کو اس کے دل مجروح کی فریاد کو اس کے نالۂ نیم شبی کو سنا اور جی بھر کر سنا - لیکن اس طریقہ پر جو نہ سننے سے بدتر تھا - اس نے ہر ممکن طریقہ سے اپنے دلی جذبات کو آپ کے کانوں تک پہنچانے کی کوشش کی لیکن آپ کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی - اس نے ہزار سر پٹکا - لیکن آپ نے توجہ نہ دی - اور یہی وجہ ہے - کہ آپ کی بے اعتنائی کا یہ شکار آپ کی عدم توجہی کا یہ شہید - آجکل حقیقی معنوں میں کس مپرسی کی حالت میں ہے -

یوں تو ہندوستان کے بر اعظم میں آپ کی قومیت کو برقرار رکھنے والا یہی آرگن ہے - اور لکھوکھا سیدوں اور قریشیوں کا علمبردار ہے - لیکن حقیقت میں آپ نے آجتک اسے وہ وقعت دینے کی طرف خیال ہی نہیں کیا - جس کا یہ مستحق ہے - اگر میری یہ تحریر قابل پذیرائی نہ ہو - تو حضرت رونق سے پوچھ دیکھئے - کہ اس کی اشاعت کتنی ہے - اور کتنے صاحب ایسے ہیں - جو ان کی سیر چشمی سے مستفیض ہو رہے ہیں - جو قوم شرافت و تفاخر نسب کے دعویٰ میں دنیا بھر کی قوموں کو بنگاہ .... دیکھتی ہو - اس کا اپنے قومی اخبار کو اس طرح ذلیل کرنا پرلے درجہ کی بیرحمی اور نہایت درجہ کی ..... نہیں تو کیا ہے -

میں اس ضمن میں اپنے نالے زیادہ بلند نہیں کرتا - کیونکہ جو کان دس سال میں رونق کے آہن گداز نالوں سے متاثر نہ ہو سکے ہوں وہ میرے شیون پر کب ہمہ تن توجہ ہو سکتے ہیں - لیکن اتنا عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا - کہ

اے خدائے قدوس کے برگزیدہ نبی کے ہم ہونے کے دعویدارو - اے غار حرا کے رفیق - صدیق اکبر کی اولاد ہونیکے مدعیو - اے فاروق اعظم کی یادگارو - اے شیر خدا کی مسلمہ

عظمت و فضیلت کے پرستارو ۔ ذرا اپنی آنکھیں تو کھولو اور
دیکھو کہ تم کس جگہ بادۂ غفلت سے مدہوش پھر رہے ہو ۔ تمہارے
پھسلنے کی دیر ہے کہ آنے والی نسلوں کو تمہارا نشان تک ملنا
ناممکن ہو جائیگا ۔ تمہاری حالت وکنتم علی شفا حفرۃ من النار
کی تصویر ہے ۔ اگر تم نے سنبھلنے کی کوشش نہ کی ۔ تو تمہارا
جل بھن کر راکھ ہو جانا یقینی ہے ۔ تمہارے اباؤ اجداد نے
دنیا کی ہر قوم کے لئے اپنا دروازہ کھلا رکھا ہوا تھا ۔ لیکن تم
غیر تو درکنار اپنے ہی خون کے پیاسے ہو ۔ فرقہ وار تعصب نے
تمہیں اندھا کر دیا ہے ۔ اور تمہیں وہ راہ حقیقت جس پر چلنا
خدا اور رسول سے جنگ کرنا ہے ۔ نظر نہیں آتی ۔

اے دنیا کی بے پرواہ ہستیو ! اب وہ وقت بھی دور
نہیں ۔ کہ تم پھر ممتاز بن جاؤ ۔ خدا کی عزت کا صدقہ اپنی اس
خواب خرگوش سے ہوش میں آؤ ۔ وہ قومیں جو تمہارے زعم میں
ذلیل ترین ہیں ۔ تم سے منزلوں آگے نکلی جا رہی ہیں ۔ ان کے
دلوں میں احساس ہے ۔ اُن کے کان ان کے رہنماؤں کی آواز
پر لگے ہوئے ہیں ۔ ان کی آنکھیں ان کے گرد و پیش کے نشیب و فراز
کو دیکھتی جاتی ہیں ۔ ان میں یگانگت ہے خلوص ہے ۔ ایثار ملت
ہے ۔ محبت و اخوت ہے ۔ وہ تم پر حقارت کی نگاہ ڈال رہی ہیں ۔

اگر تم میں حس مر نہیں گئی ۔ تو یہ ذلت محسوس کرو ۔ کہ تم اقوام
جہاں کی نگاہ میں کیا درجہ رکھتے ہو ۔ قبروں کی نیازوں، گداگری
کے ٹکڑوں اور تعویذ نویسی سے کب تک زندگی بسر کرو گے ۔ تمہارا
اس طرح رہنا مرنے سے بدتر ہے ؎

نظر اس دور میں جھک کر ترا جینا نظر نہیں آتا
کہ صہبائے محبت کا تجھے پینا نہیں آتا

غیر کے ٹکڑوں پر بسر کرنا زندگی نہیں ہے ۔ سجادہ نشینی کا اب
وقت نہیں ۔ تمام دن کے شام کو زنبیل لیکر در بدر خراب ہو کر
قوت حاصل کرنے کا دور نہیں ۔ اب وقت درس عمل کا ہے ۔
اٹھو عزائم بن کر اٹھو ۔ پھر جہان سے دُرِ مقصد نکالو اپنے دامن
بھرو ۔ اور دوسروں کو مرہون منت بناؤ ۔

لیکن یہ تمام باتیں یکجہتی اور یگانگت کی آغوش میں سوتی
ہیں ۔ ان کے جگانے کی تدبیر سوچو ۔ وہ آواز پیدا کرو جو ان کو
جگا سکے ۔ وہ بہت سی ۔ ملکی ۔ شیریں ۔ اور مترنم آوازوں کا مجموعہ
ہو ۔ اور اپنے اندر اثر کی جھلک لئے ہوئے ہو ۔

باقی اقوام عالم نے اس مقصد کو اپنے قومی اخبارات کے
ذریعے سے جو حقیقت میں ان سب کی متفقہ آواز ہیں ۔ حاصل کیا
ہے ۔ تم بھی القریش کو اپنی آواز بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھو ۔
تم دنیا کی زندہ قوموں میں شمار ہو گے ۔ اگر یہ تجویز دل لگتی نہیں
تو اپنے اظہار تعزیت کے لئے ہی اسے بازار کا کاغذ بنائے رکھو ۔ خدانخواستہ
اگر یہ بند ہو گیا ۔ اور تم نے اس کا جنازہ اٹھانے کی ٹھان لی ۔
تو پھر تمہاری داستانیں دھری کی دھری رہ جائیں گی ۔

آؤ خدا کے لئے آؤ ۔ رونق کا ہاتھ بٹاؤ ۔ اس کا بوجھ
ہلکا کرو ۔ اگر تم میں سے کوئی اکیلا ان کا ممد نہیں ہو سکتا ۔ تو اپنے
ساتھ اور حامی تلاش کرو ۔ اور جی نہ چراؤ کیونکہ یہ وقت پیچھے
ہٹنے کا نہیں ۔ شریفوں کی فطرت میں یہ بات قدرت نے ودیعت کی
ہوئی ہے ۔ کہ وہ کسی کو اخیر تک نہیں دیا کرتے ۔ تمہارا اصول یہی
ہونا چاہئے کیونکہ تم شرافت کے مدعی ہو ۔ اگر تم القریش کی
زیادہ مدد نہیں کر سکتے تو کم از کم ایک ایک خریدار اس کے لئے
پیدا کرو ۔ جو تم میں سے اس تلاش کو بوجھ سمجھتا ہو وہ خود یہ بار اٹھائے ۔
اور تم سے جن جن کو سجادہ نشین حضرات سے تعلق ہے ۔ وہ ان کو
مجبور کریں ۔ کہ وہ سب ایک ایک یوم کی آمدنی اپنے قوم کے اخبار
کی نذر کریں ۔ اور اس کے علاوہ اپنے مریدوں کو اس کی خریداری
پر مجبور کریں ۔ اگرچہ دل میں خیالات کا دریا موجزن ہے ۔ لیکن اسی پر
اکتفا کرتا ہوں ؎

سوئیں لمبی تان کر ہرگز نہ اب اہل سخا
ہو گیا اس وقت تک جیسے گذارہ ہو گیا

از
شاکر صدیقی

قضا اور قریش

(نمبر ۲)

(سلسلہ کے لئے دیکھو القریش ماہ جنوری ۱۹۲۵ء)

مگر بایں ہمہ قاضی جس کو جج اور جسٹس کہا جا سکتا ہے۔ اگرچہ بہت بڑی ذمہ داری کا منصب تھا لیکن جس قدر یہ منصب وسیع تھا۔ ہر ایک وقت میں اس کے اختیارات اور وسعت کا دائرہ اس قدر نہیں رہا۔ کیونکہ جب خلافت اسلامی دینی رنگ سے بدل کر سیاسی رنگ میں رنگی گئی۔ اور حکومت کا معاملہ شاہی صورت اختیار کر گیا۔ تو پھر رفتہ رفتہ قاضیوں کے اختیارات اور فرائض بھی محدود ہوتے گئے۔ حتیٰ کہ ایسا بھی ہوا کہ قضا کا عہدہ التزام میں داخل ہو گیا۔ جس کی وجہ سے قاضی قضا کی آمدنی کو خلیفہ یا سلطانِ وقت سے ایک مقدار مال کے معاوضہ میں جو وہ کیا کرتے تھے ضمانتہً حاصل کرتے۔ چنانچہ عبداللہ بن حسن بن ابی الشوارب پہلا شخص تھا۔ جس نے منصب قضا کی ضمانت کی۔ اس نے ۳۵۰ھ میں معز الدولہ بن بویہ کے عہد میں اس بات کی ضمانت کی کہ وہ بغداد کا قاضی القضاۃ ہونے کی حیثیت سے دو لاکھ درہم سلطان کو نذرانہ ادا کرتا رہے گا۔ جس کے بعد نہ صرف منصب قضا کی ضمانت ایک عام بات ہو گئی۔ بلکہ محتسب اور شرطی (پولیس آفیسر) کی اسامیاں بھی ضمانت پر اٹھنے لگیں۔ جس سے ظاہر ہے کہ حکومتوں کے تغیر و تبدل کے ساتھ ساتھ منصب قضا کی وسعت اور اس کی نوعیت بھی ادلتی بدلتی رہی اور اس کے اختیارات میں وقتاً فوقتاً مد و جزر ہوتا رہا۔ لیکن باوجود ان سب باتوں کے صیغہ قضا نے اپنی عظمت اور منصفانہ فیصلوں کے باعث ہر ایک وقت میں سلطنت کے سول انتظام کے متعلق دست راست کا کام دیا اور اس منصب کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ کہ بعض سلاطین زمانہ کو حکومت پر متمکن ہونے کے لئے اپنے حق میں فتوے شرعی حاصل کرنے کی ضرورت بھی لاحق ہوتی اور علمائے شریعت اس وقت تک فتویٰ [illegible] جب تک کہ بادشاہ وقت شرعاً حق بجانب نہ ہوتا۔

شمال مشرقی ممالک کے متعلق تاریخ شہادت دیتی ہے کہ عربوں کو ان ممالک کے فتح کرنے اور ان میں اشاعت اسلام کے لئے گھروں سے نکلے ہوئے ساڑھے تین سو برس کا عرصہ گذر چکا تھا۔ اور اس تمام عرصہ کی کوششوں کا نتیجہ یہ تھا کہ اس دوران میں ترکستان۔ فارس۔ افغانستان۔ بلوچستان اور سندھ تا بحدود ملتان اسلام کے زیر نگین آ چکے تھے۔ اور ممالک میں نہ صرف اسلام داخل ہی ہو چکا تھا۔ بلکہ ساتھ ساتھ عرب قبیلے ان ملکوں میں آباد ہو کر مستقلاً اقامت بھی اختیار کر چکے تھے۔ جن میں بتعداد کثیر قریش بھی تھے۔

چنانچہ پرانی قلمی یادداشتوں کے علاوہ ہمارے خاندان کے حالات تاریخی کے متعلق صاحب جواہر مجددیہ دفتر اول میں یوں رقمطراز ہیں "واعظ اصغر تک یہ خاندان ملک حجاز میں رہا شیخ مسعود خلفائے عباسیہ کے اصرار سے دار الخلافت بغداد شریف میں آ کر مقیم ہوئے۔ شیخ سلیمان نے اپنے خاندانی علوم تحصیل کر کے حضرت سری سقطی سے بھی اجازت کاملہ میں خلافت پائی۔ اس سلسلہ کا نام سری سقطیہ ہے۔

ہمارے جد محترم حضرت فرخ شاہ کابلی کے حالات کے متعلق لکھا ہے۔ کہ آپ اعظم وزرائے سلاطین کابل سے تھے۔ مسلمان حکمرانوں میں آپ پہلے شخص ہیں۔ جنہوں نے ہندوستان پر حملہ کیا۔ بت خانے منہدم کئے۔ مسجدیں تعمیر کرائیں۔ بت پرستوں کو ذلیل اور کفار و مشرکین کو تہ تیغ کیا۔ سرکش جوگیوں رکھیسوں کو قتل کیا۔ اس کے بعد اپنے ممالک ایران۔ توران۔ بدخشان اور خراسان کو مسخر کیا۔ تحفۃ کدہ کابل میں افغانوں اور مغلوں میں زمینداری

تقسیم کی اور مستحکم حدود قائم کئے۔ جو اب ۱۲۴۱ھ تک حسبِ حال برقرار ہیں۔ آخر العمر آپ نے ترک امارت فرما کر ایک درہ میں جو شہر کابل سے تھوڑے فاصلہ پر تھا۔ عزلت اختیار فرمائی۔ اب وہ درہ فرخ شاہ کے نام سے مشہور ہے۔

شیخ یوسف اپنے والد بزرگوار حضرت فرخ شاہ کابلی کے بعد جانشین ہوئے اور آخر عمر میں انہوں نے بھی سب جاہ و جلال دنیوی ترک کر دیا اور گوشہ نشین ہو گئے۔ احمد بن یوسف بن فرخ شاہ نے علاوہ تعلیم خاندانی حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے بھی خلافت پائی۔ ان کے بعد ان کے فرزند شیخ شعیب خلیفہ اور جانشین ہوئے۔"

اسلاف کی سرگذشت سے یہ بھی پایا جاتا ہے۔ کہ ان کو ایک نہ ایک ظالم حکومت سے بھی واسطہ پڑتا رہا۔ چنانچہ کون نہیں جانتا کہ جد معظم مولانا جمال الدین سلیمان (خواہرزادہ سلطان محمود غزنوی) بن قاضی شعیب مظالم چنگیزی ہی کی بنا پر کابل سے ہمیشہ کے لئے پنجاب میں نقل مکانی کر آنے پر مجبور ہوئے۔ جس کی کتب اکثر کتب متداولہ میں موجود ہے۔ یہاں پہنچکر بھی آتے ہی بعہد سلطان شہاب الدین غوری آپ کو کہتوال علاقہ ملتان میں بلحاظ اپنے علم و فضل اور خاندانی نجابت کے منصب قضا پر سرفراز کئے گئے۔ جس سے ظاہر ہے کہ :-

بہر کجا کہ رسیدیم آسمان پیدا

یہی نہیں بلکہ بعض سلاطین ہند نے ہمارے نامور اور جلیل القدر اسلاف کے ساتھ قرابت کا پیوند قائم ہونے کو بھی اپنے لئے صد فخر و مباہات کا موجب سمجھا۔ چنانچہ یہ اظہر من الشمس ہے۔ کہ سلطان غیاث الدین بلبن کی دختر نیک اختر ہمارے جد امجد حضرت فرید الملت والدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے حرم محترم میں آئیں۔ حضرت قطب العالم فرید الدین مسعود گنج شکر رح کے اولاد کا سلسلہ اس قدر وسیع ہے۔ کہ اس مختصر میں گنجائش اندراج نہیں رکھتا۔ تاہم یہ ایک امر واقع ہے۔ کہ آپ کے صاحبزادہ حضرت شہاب الدین گنج العلم کی اولاد دہلی۔ فتحپور۔ بدایوں۔ جونپور اور انتری وغیرہ میں قیام پذیر ہوئی۔ جن میں حضرت شیخ محمد طاہر قصبہ انتری میں جو از توابع صوبہ بہار مشہور بہ پٹنہ من مضافات دہلی ہے۔ سکونت رکھتے تھے۔ ان کی اولاد میں سے شیخ عبداللہ بن شیخ وجیہہ الدین بغرض حصول تعلیم لاہور آئے۔ جنہوں نے ابراہیم لودھی اور بابر کا زمانہ پایا۔ فارغ التحصیل ہونے پر آپ لاہور سے شیر گڑھ میں آ گئے۔ جہاں صدیقی قریشیوں کے ہاں متاہل ہوئے۔ بعد ازاں آپ کے فرزند کلاں شیخ سید محمد نے جلال الدین اکبر شہنشاہِ ہند کے عہد میں شیر گڑھ سے امین آباد میں آکر امین آباد کے متصل مغرب کی طرف موضع کوٹلی آباد کیا۔ جس کا نام اکبر پور بھی ہوا۔ مگر اب وہ کوٹلی نامعلوم عرصہ سے غیر آباد اور ویران ہو چکی ہے۔ جس کی ویرانی کے اسباب اور بواعث دستبرد زمانہ کی وجہ سے اس وقت غیر معلوم ہیں۔ ہمارے دادا جان مرحوم علامہ قاضی نبی بخش صاحب نے بھی اپنی ایک قلمی یادداشت میں فقط اتنا ہی تحریر فرمایا ہے۔ کہ "کوٹلی قاضیاں الحال ویران" مگر اس کے نشانات کہنہ اب تک اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ ؎

ابھی اس راہ سے گذرا ہے کوئی
کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

نذیر حسین فاروقی
مستوفی الریاست قلات
حال گوجرانوالہ

(باقی دارد)

مسئلہ برار

والسرائے ہند کے نام اعلیحضرت ہزاگزالٹیڈ ہائینس حضور نظام عالیمقام شہریار دکن ادام اللہ اقبالہ واجلالہٗ کا وہ مبسوط و تطویل مراسلہ گرامی جس نے نصفت شعار اور حق پژوہ السانوں کی عنانِ توجہ اپنی طرف معطوف و مبذول کرلی تھی ۔ اجارۂ برار پر نیا رنجی روشنی ڈالتا ہوا ان حالات مستورہ کا انکشاف کرتا ہے جو لارڈ کرزن اور دیگر عمال گورنمنٹ نے قبضہ و تصرف برار کے لئے مرتفاً بعد اولیٰ دکرۂ بعد اُخری عمل میں لائیں ۔ مکتوب گرامی دولت آصفیہ کی رواداری ۔ دوستی اور یگانگی کی سچی ایک کھلی ہوئی تفسیر ہے ۔ جو ازمنہ ماضیہ سے عہد حاضرہ تک گورنمنٹ انگریزی سے اسرار مصادقت وعو امص موافقت کی راہ سے مشکلات کے ہر موقع پر اس نے روا رکھی ۔

حقیقت شناس اور دقیقہ رس دماغ اس بات کے تسلیم کرنے میں کبھی انکار نہیں کریں گے کہ سرکار آصفیہ کے احسانات کی فہرست جو اس نے ضرورت کے ہر موقع پر گورنمنٹ پر کئے بہت طویل ہے اور ان کا منقش و مرتسم نقش صفحہ تاریخ سے کبھی محو نہیں ہوسکتا ۔

ایام سوالف میں جبکہ ہندوستان میں فرانسیسی اقتدار دولت انگریزی کی ترقی کے برراستہ میں جبال و تراکم مذلفہ کی طرح حائل تھا ۔ اور پھر جبکہ دولتِ انگلشیہ و سلطان ٹیپو میں صورت حالات نازک ترین ہوکر ہندوستان کی قسمت کا آخری فیصلہ اور ایک دوسرے کی تسخیر و تفتیح کا سوال تھا ۔ سرکار آصفیہ نے دستِ اعانت بڑھاتے ہوئے انگریزوں کی جسطرح امداد و معاونت کی اس کی تفصیل و تشریح کے لئے اوراق تاریخ موجود ہیں ۔

غدر ۱۸۵۷ء دولت انگلشیہ کے لئے ایک نازک ترین واقعہ ہے ۔ اس وقت سالار جنگ اعظم مدار المہام دولت آصفیہ اگر انگریزوں کی ہمدردی و بہی خواہی کی بجائے منفعت ذاتی کے خیال کو دل میں جگہ دیتے تو نہ صرف دکن کی حکومت بلکہ نواح ہند کے گوشہ گوشہ میں اس کے اثرات پھیل جاتے ۔ لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا چنانچہ مسٹر آر ۔ پی ۔ مکالف گورنر بمبئی اور لارڈ کیننگ وغیرہ ذمہ وار افسران حکومت انگلشیہ سرکار آصفیہ کی عملی ہمدردانہ امداد و اعانت کا کھلے الفاظ میں اعتراف کرتے ہیں ۔ کون نہیں جانتا کہ سنہ ۱۸۸۷ء میں اعلیحضرت میر محبوب علیخان مرحوم و مغفور نے سرحد کی حفاظت کے لئے ۲ لاکھ پونڈ کی گرانقدر رقم کی امداد کے علاوہ فوجی امداد دینے اور خود بنفس نفیس انگریزی حمایت میں آتش جنگ میں کودنے کی آمادگی کے اظہار سے ہندوستان و یورپ کو معرض استعجاب میں ڈال دیا تھا ۔

امداد و اعانت کی ان گذشتہ داستانوں کو اگر تھوڑی دیر کے لئے نظر انداز بھی کردیا جائے ۔ تو موجودہ حکمران دولتِ آصفیہ نے جنگ یورپ اسکے آشوب و حوادث کے زمانہ میں جبکہ عالم و عالمیان پر ایک پریشانی کا عالم طاری تھا ۔ اور امن و چین کے آسمان پر فتن و شورش کے بادل چھائے ہوئے تھے ۔ گورنمنٹ انگریزی کی یاری و مددگاری میں جسِ جانثارانہ جانی و مالی قربانی کا عملی ثبوت دیا ہے ۔ اس کی مثال پیش نہیں کیجا سکتی ۔

حساب و کتاب اور تفہیم محاصل وغیرہ کے متعلق اگر غور کی جائے ۔ تو اس کا گوشوارہ بالکل صاف اور واضح ہے ۔ کیونکہ حضور نظام اپنے مکتوب حق اسلوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

سنہ ۱۹۰۲ء کے معاہدہ میں میری ریاست کی طرف سے برٹش گورنمنٹ کو جس قدر روپیہ دینا باقی تھا ۔ اس کا بار بار تذکرہ

آتا ہے۔ صوبہ برار کی واپسی پر اس مالی سوال کا اثر نہیں پڑنا چاہیئے۔ اس تمام مسئلہ میں میری یہ رائے ہے۔ کہ مالی ذخیرہ یا روپیے کے سوال کا تذکرہ ہی فضول ہے۔ بلکہ میں تو حق اور انصاف چاہتا ہوں۔ میری طرف جتنی بقایا نکلے میں دینے کو تیار ہوں۔ گورنمنٹ آف انڈیا کی طرف میری بقایا ہو تو وہ دیدے۔ میں اس بارہ میں کوئی خاص زور نہیں دیتا۔ البتہ میں حق اور انصاف سے اس مسئلہ کا فیصلہ کرنا چاہتا ہوں۔ برٹش گورنمنٹ کو پائیدار بنانے میں میرے مورثوں اور میں نے جس قدر امداد دی وہ میں اس خط میں بیان کرنا نہیں چاہتا۔ یہ تواریخی باتیں ہیں۔ اور نہ میں ان کا کوئی صلہ یا انعام چاہتا ہوں۔ میں تو اپنے حق کا طالب ہوں۔ اور ہز میجسٹی کی گورنمنٹ سے انصاف چاہتا ہوں۔

برٹش انڈیا میں موجودہ پولیٹیکل اور انتظامی تبدلات سے صوبہ برار کی حالت پر بہت بڑا اثر پڑا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ برار کی آمدنی غیر براریوں میں صرف نہیں ہوتی۔ بلکہ بہت سے انتظامی معاملات میں میری رعایا سے برار باہر کے لوگوں کے ماتحت کر دی گئی ہے۔ مثلاً مجھ کو اطلاع ملی ہے۔ کہ سی۔ پی لیجسلیٹو کونسل میں برار کے ممبروں کی تعداد بہت کم ہے۔ اس لیئے وہ غیر ممبروں کی اکثریت کے ماتحت ہو گئے ہیں۔

میرا خیال ہے۔ کہ اگر یہ صوبہ مجھ کو واپس مل گیا۔ تو اہل برار کو اتنے حقوق دوں گا۔ کہ جس سے وہ انتظام ملک برٹش رعایا کے مانند اپنے ہاتھ ہی میں رکھیں۔ میں ان کو ذمہ دار گورنمنٹ عطا کروں گا اور میں اپنا ایک قائم مقام گورنر مقرر کر کے صوبہ برار میں بھیجا کروں گا۔ وہ انتظام کی نگرانی رکھا کرے گا۔ مگر جن معاملات کا برٹش گورنمنٹ کے ساتھ تعلق ہوگا۔ ان پر سررشتہ فوج پر ان کا اختیار نہ ہوگا۔

ان حالات و کوائف کو مد نظر رکھتے ہوئے۔ کیا یہ انصاف کا تقاضا نہیں ہے۔ کہ عہود و مواثیق کی قدر اور دوست کی وفاداری کا احترام کرتے ہوئے حق بحقدار رسید کے مسئلہ پر غور کیا جاتا اور برار جس کے باشندوں کی دلی خواہش و تمنا ہے۔ کہ ہم اپنے اصل حکمران کے سایہ عاطفت میں رہیں۔ زمام حکومت حضور نظام کے ہاتھ میں دیدیا جاتی۔ ہمیں امید اور کامل امید تھی کہ گورنمنٹ انگریزی میسور کی طرح اس اہم معاملہ کو دانشمندانہ طریق پر حل کر کے اپنے یار وفادار حضور نظام اور اس کی رعایا۔ نیز اہالیان برار اور جملہ اہل اسلام کو شکر گزاری کا موقع دیگی۔

لیکن خدا معلوم اب تک ایسا کیوں نہیں کیا گیا۔ ایک عرصہ سے یہ اہم معاملہ معرض التوا میں ہے۔ اور اس کے متعلق کبھی کوئی ذکر نہیں سنا گیا۔ سر سنکرن نائر اب حیدر آباد جا رہے ہیں۔ خدا کرے وہ اپنے قانونی مشورہ سے اس مسئلہ کو بوجہ احسن طے کرنے کا باعث ہوں۔ گورنمنٹ برطانیہ کو اپنے یار وفادار کی حق رسی کے لئے پس و پیش کی کوئی وجہ نہیں ہونی چاہیئے۔ اور ایسی حالت میں کہ جبکہ حضور نظام کی طرف سے دس لاکھ پونڈ کا قرض معاف کر دیا گیا ہے۔ خود بخود ہی اپنی توجہ اس مسئلہ کے حل کی جانب مبذول کرنی چاہیئے تھی۔ جملہ اسلامی اخبارات خصوصاً ان جرائد کا جو حضور نظام کی مالی اعانت کی رہین منت ہیں۔ فرض اولیٰ یہ ہونا چاہیئے۔ کہ تا بجدیکہ حق بحقدار رسید کی صورت نہ بن جائے۔ غافل و خاموش نہ رہیں۔

یتیم خانہ کی امداد

نواب صاحب بہادر راد ہنی پور جنکے دل میں قومی درد لہریں لے رہا ہے قومی یتامیٰ کی پرورش و امداد کے لئے کچھ باندوی کے اسلامی یتیم خانہ کو پانسو روپیہ کی گرانقدر امداد عطا فرمائی۔

سیٹھ حاجی عبد اللہ ہارون آف کراچی نے بھی اسلامی جمعیت کی رادمنتہ اس یتیم خانہ کو دو سو پچاس روپے کا گرانقدر عطیہ مرحمت فرما کر یتیم پروری فرمائی۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

۱۴ر اپریل کو ۵ بجے شام یتیم خانہ مذکور کی بلڈنگ میں مردوں محسن معطیوں کے اس شکریہ کے لیئے ایک جلسہ منعقد ہوا۔ مولوی عبدالحی صاحب افغانی سپرنٹنڈنٹ یتیم خانہ نے اپنی اس درخواست کا جو انہوں نے یتیم خانہ کی امداد کیلئے سوداگران صوبہ بمبئی کی خدمت میں ایک سال کی تھی ہر ایک مبسوط تقریر کے دوران میں ذکر کرتے ہوئے ہر دو معطی صاحبان کی ہمدردی۔ کریم النفس کا یتیم طلبا۔ حاضرین اور اپنی طرف سے دلی شکریہ ادا کیا جلسہ دعا

نمونہ کا پرچہ

ملاحظہ کرنیوالے احباب سے گذارش

جن برادرانِ گرامی کی خدمت میں ان کے مطالبہ پر یا کسی مہربان کے ایما سے القریش نمونتہً ارسال ہوتا ہے

قومی و اخلاقی فرض

اس بات کا مقتضی ہے۔ کہ وہ قومی سود و بہبود کے خیال سے قومی آرگن کی سرپرستی قبول کریں۔ اپنے احباب و عزا کو خریداری و اعانت کی ترغیب دیں۔ کیونکہ کسی اصلاح و فلاح اور ترقی کا راز اسی میں مضمر ہے۔ کہ وہ اپنے قومی اخبار کے حلقہ کو وسیع کرنے میں اپنی تمام قوت و طاقت صرف کریں۔

بفرضِ محال

کوئی صاحب کسی وجہ سے معذور ہوں۔ تو انہیں چاہئے کہ مہربانی کر کے وہ اپنے انکار خریداری سے دفتر کو فوراً مطلع کر دیں۔ تا کہ وی۔ پی کی واپسی زیر باری کا موجب نہ ہو۔
خاموشی رضامندی پر محمول کر کے آیندہ اشاعت کا پرچہ بذریعہ وی۔ پی روانہ کرنیکا دفتر کو حق حاصل ہوگا

قیمت سالانہ

متمول حضرات سے للعہ متوسط احباب سے عـہ طلباء سے عـہ فی پرچہ ۲ر امتیازی قیمت عـہ

رعائیتیں

(۱) کم از کم چار خریدار دینے والے احباب کو مفت (۲) قلمی معاونین بشرطیکہ مقاصد کا لحاظ کرتے ہوئے۔ علی التواتر عمدہ چیدہ مضامین ارسال کریں۔ علی الدوام بلاقیمت (۳) قومی حالات اور قوم سے متعلق مختصر خبریں ارسال کرنے والے احباب بھی اس سے مستفید ہو سکتے ہیں (۴) کم از کم ایک سو علمی مذاق رکھنے والے قریشیوں کے نام و مقام سے مفصل حالات بھجوانے والے احباب کو ۶ ماہ بلاقیمت۔

مینیجر القریش امرتسر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۴۷
جلد ۱۱ نمبر ۶

جون سنہ ۱۹۲۵ء

۷۸۶

الناس تبع لقریش فی الخیر والشر

القریش امرتسر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دُعا

شمع اسلام کو یا رب تو درخشاں کر دے — محفلِ دینِ محمدؐ کو فروزاں کر دے

آج تک تیری غلاموں نے سہے جور و ستم — لطف کی ایک نظر سوئے غریباں کر دے

ہر جگہ خوار ہیں، بیکار ہیں تیرے مسلم — قدر و توقیر کا انکی کوئی ساماں کر دے

صوتِ بلبل تصویر ہیں مسلم خاموش — باغِ اسلام میں پھر ان کو غزلخواں کر دے

آتش کفر و ضلالت ہے درخشاں ہر سو — نارِ نمرود صفت اس کو گلستاں کر دے

چل رہی بادِ مخالف ہے بھنور میں کشتی — نوحؑ کو کشتیِ مسلم کا نگہباں کر دے

موجبِ رنج مصیبت ہے، ہجوم آفات — مشکلیں ملتِ بیضا کی تو آساں کر دے

دل صنم خانہ بنا یادِ بتاں میں اپنا — جامِ توحید پلا، ہمکو مسلماں کر دے

فاضلِ خستہ جگر کی یہ ہے مولا!
باغِ اسلام کو سرسبز گلستاں کر دے

عبدالغنی فاضلی سرینگر

شذرات

مولانا قریشی کے خیالات کسی تعارف و تعریف کے محتاج نہیں۔ اخبار بین احباب آپ کی قومی، اسلامی اور مذہبی جذبات سے خوب واقف ہیں، جہاں زمیندار و تنظیم ایسے اخبار آپ کی قلمی اعانت کے رہین منت ہیں وہاں آپ کی مخلصانہ عنایت سے القریش کو بھی یہ فخر حاصل ہوا ہے، امید ہے کہ آپ عنایت کے اس سلسلہ کو حسب وعدہ جاری رکھ کر ہمیں مشکور کرتے رہیں گے،

اس اشاعت میں "بدترین عذاب" کے عنوان سے آپ کا ایک مضمون ہے جو اپنے اندر عبرت و بصیرت کے گوناگوں اور قیمتی سبق لئے ہوئے ہے، امید ہے کہ ہمارے ناظرین اس کی نہ صرف مطالعہ سے محظوظ ہونگے بلکہ راہ عمل تلاش کرکے سعادت دارین حاصل کرنیکی کوشش کریں گے،

اس اشاعت میں "عبرت و بصیرت" کا ایک پیام" کے عنوان سے ایک خاص مضمون شائع ہوا ہے، حکمت و موعظت کے قیمتی سبق غور کرنے والوں کے لئے اس میں موجود ہیں، قوم اگر ان باتوں سے متاثر ہوکر عروۃ الوثقیٰ محمدی تھام لے تو مسلمانوں کی سیاسی اور مذہبی پریشانیاں آن واحد میں کافور ہو سکتی ہیں، ہم امید کرتے ہیں کہ احباب ایسے بنظر خاص مطالعہ کرتے ہوئے اس سے مفید نتائج اخذ کرنے اور ان پر عامل ہونیکی کوشش کریں گے،

"مذاکرہ و مناظرہ" کا سلسلہ بعض ضروری اور دیرینہ مضامین کے سبب اس دفعہ رہ گیا ہے، شیخ غلام حسین صاحب شاکر کا مضمون "صدائے حق" ختم ہوگیا ہے، اب مولانا حکیم فرید احمد صاحب عباسی پرنسپل طبیہ کالج دہلی کا جواب آئندہ اشاعت سے شروع ہوگا۔

القریش کو جاری رکھنے کے لئے قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کی پیش کردہ تجویز پر عمل کرنا بڑا ضروری ہے اگر بہی خواہان قوم اور ناظرین القریش میں سے اخیر دسمبر ۱۹۲۵ء تک بیس بیس خریدار دینے والے پچاس معاون پیدا ہو جائیں تو یقیناً یہ سب تکلیفیں رفع ہو سکتی ہیں،

اخراجات طباعت کے لئے اگر آمدن نے کفایت کی تو ہماری غیر حاضری یعنے سفر دکن کے ایام میں رسالہ ۱۶ صفحہ کے حجم سے نکلتا رہے گا۔ امید ہے کہ احباب جدید خریداروں سے مالی امداد کرتے رہیں گے،

"تنقید و تقریظ" کا سلسلہ ابکے عمداً نظر انداز کیا گیا ہے، انشاءاللہ تعالٰے کتب و رسائل موصولہ پر آئندہ اشاعت میں تنقید کی جائیگی،

منشی شیر محمد ایک نہری کلرک ہیں آپ کو وہم ہے کہ شیرازہ عالم آپ کے ہاتھوں انتظام پا رہا ہے، دولت افغانستان کی جدید اصلاحات، سلطنت ٹرکی یعنے غازی مصطفیٰ کمال کی کامرانی۔ دولت برطانیہ کی فتح و نصرت سب آپ کے ناخن تدبیر کی رہین منت ہیں، حضور نظام کی سخاوت و علم پروری میں آپکا بہت بڑا ہاتھ ہے گذشتہ دنوں جب زمیندار کا روزینہ سرکار آصفیہ سے بند ہوا تو آپ اس پر نازاں و فرحاں ہوئے کہ یہ ہماری قلم کی ایک حرکت کا نتیجہ ہے، اب القریش پر رعب ڈالا جا رہا ہے کہ ہماری مدح سرائی کرو، ورنہ وظیفہ بند کر دیا جائیگا؟ع

ع خدا ہمیں محفوظ رکھے اور آپ کو نیکی کی توفیق عطا کرے، آمین!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وانما الامم الاخلاق ما بقیت فان ھمو ذھبت اخلاقھم ذھبوا

قوم سے مراد قوم کے اخلاق ہیں، جب تک اخلاق ہیں قوم بھی ہے اخلاق گئے تو قوم بھی گئی

القریش کی قسمت کا فیصلہ

مئی کے رسالے کے ان دردناک الفاظ سے جو القریش کی زندگی کے آخری فیصلہ کے لئے حوالۂ قلم کئے گئے تھے، چند دردمندانِ قوم متاثر ہوئے۔ ان میں سے بعض احباب تو اس تیمار دار کی طرح جو اپنے ایک بیمار کے دمِ واپسین کے وقت مایوسی و نامرادی کا نقشہ اپنے سامنے رکھ کر دم بخود ہو جاتا ہے ساکت ہو گئے، اور بعض جو ہمت و استقلال کو ہاتھ سے دینا جوانمردی و انسانیت کے خلاف سمجھتے ہیں چونک پڑے اور مریضِ خستہ جاں کی بحالیٔ صحت کے لئے بیقرار ہو گئے۔ ان میں سے ایک ہمارے کرم فرما قاضی نذیر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مستوفی از ریاست قلات ہیں جنہوں نے ذیل کے نسخہ کی ترتیب سے داروئے صحت تجویز کیا۔ احباب اگر اس پر ٹھنڈے دل سے غور کریں اور ہمت کا ہاتھ بڑھائیں تو مریضِ خستہ جاں کی صحت و سلامتی میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔

ایڈیٹر

القریش کی قسمت کا فیصلہ

نہ داغِ تازہ می کارد نہ زخمِ کہنہ می خارد
بدہ یارب دلے کیں صورتِ بیجاں نمی خواہم

بعض بیرونی ممالک کی تعلیمی حالت کا موازنہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جاپان میں ۹۷ امریکہ میں ۹۵ اور انگلستان میں ۹۳ فیصدی پڑھے لکھے آدمی ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ ان ممالک میں اخبارات و رسائل و جرائد کی اشاعت بھی اسی مناسبت سے بتعداد کثیر ہے۔ ہندوستان میں پڑھے لکھے آدمیوں کی تعداد پانچ فیصدی ہے، اور ہندوستان کی قریباً ۳۲ کروڑ آبادی میں سے سادات و قریش کی مجموعی تعداد اٹھارہ لاکھ نفوس کے قریب ہے۔ اس لئے متذکرہ بالا تعلیمی معیار کے لحاظ سے باعتبار تناسب آبادی نہ معلوم اکائی کی کونسی کسر کا کوئی حصہ قریشیان ہند کے حصے میں آسکتا ہے؟

صوبہ پنجاب میں قریشیوں کی کل تعداد ستر ہزار نو سو دس ہے۔ جس میں سے پانچ ہزار بانوے پڑھے لکھے مرد اور تین سو چوالیس پڑھی لکھی عورتیں ہیں۔ پڑھے لکھے مردوں میں سے صرف چھ سو بانوے انگریزی جاننے والے ہیں۔ جن میں سے چھ عورتیں ہیں،

سادات کی جو سید القریش بھی ہیں کل تعداد پنجاب میں دو لاکھ چھیالیس ہزار نو سو سینتالیس ہے۔ جس میں سے پڑھے لکھے مرد انیس ہزار ایک سو تئیس ہیں اور پڑھی لکھی عورتیں ایک ہزار تین سو اکاون ہیں۔ پڑھے لکھوں میں سے صرف دو ہزار آٹھ سو اسی انگریزی دان ہیں جن میں سے [illegible] عورتیں ہیں،

پس یہ ہے وہ روح فرسا نچوڑ قریشیوں کی اس تمام تعلیمی ترقی کا۔ جو پنجاب بھر میں قریباً پچپن سال کے لمبے عرصے میں رونما ہوا کیونکہ پنجاب ۲۹ مارچ ۱۸۴۹ء کو تصرف انگریزی میں آیا تھا۔

قریشیان پنجاب کی اس تعلیمی پستی کے اسباب و علل پر بحث میں جانے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ کیونکہ اس میں بھی ہماری اپنی ہی کوتاہیوں اور غفلتوں کا دخل ہے۔

لیکن یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ کسی قوم کے سیاسی حقوق کی حفاظت زمانۂ حال میں اس وقت تک پورے طور پر نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ اس قوم کی کوئی متحدہ اور متفقہ مضبوط آواز نہ ہو اور وہ آواز اس وقت تک بلند اور موثر نہیں ہو سکتی جب تک کہ اس کا کوئی قومی آرگن نہ ہو،

مقام غنیمت ہے کہ گذشتہ دس سال سے ہندوستان بھر کے قریباً اٹھارہ لاکھ سادات و قریش کا واحد قومی ترجمان ہونے کا افتخارِ اولیں **القریش** امرتسر کو حاصل ہے،

جہاں تک واقعات کا تعلق ہے اس تمام عرصہ میں جس خلوص اور عمدگی سے اس نے اپنے فرائض متعلقہ کو احسن طریق پر انجام دیا ہے اس کے رو سے ہر حیثیت میں وہ قوم کی سچی شکر گذاری کا مستحق پایا جاتا ہے کیونکہ اسی نے ہی قوم میں بیداری کا بگل بجایا۔ سوتوں کو جگایا۔ اور آمادہ عمل کیا۔ جس کا غیر محسوس طریق پر قوم کے دلوں میں اندر ہی اندر گہرا اثر پیدا ہو رہا ہے،

مگر حال میں القریش کی تین سو کی تعداد اشاعت کے

اظہار اور اس کے سالانہ آمد و خرچ کی تفصیل کو صداقت و دیانت کے ساتھ بیین کر دینے سے اولوالعزم اور جانباز مدیر القریش نے جس صورت میں اپنا جگر پھاڑ کر قوم کے سامنے رکھ دیا ہے اس کے رو سے اب قومی حیثیت میں پبلک طور پر القریش کی آئندہ حیات و ممات کا مسئلہ معرض بحث میں آگیا ہے جس پر غور کرنے سے پیشتر ہندوستان کی اخبار ی دنیا کی عام مروجہ حالت پر جب نگاہ کی جاتی ہے تو پایا جاتا ہے کہ قوال تو ہی نہیں بلکہ مسلم آؤٹ لک ، ہمدرد ، وکیل اور سیاست جیسے کہنہ مشق جرائد قومی بے اعتنائی کی بدولت مالی مشکلات سے جانبر نہیں رہ سکے ۔ تو پھر القریش کے متعلق تو ہم قریش ہی سے شد و مد اور خصوصیت کے ساتھ سلوک کئے جانے کی قابل نہیں پائی جاتی ۔ بالخصوص ایسی حالت میں جبکہ قریشیان پنجاب کی تعلیمی پستی کے متعلق مستذکرہ بالا اعداد و بھی موجود ہوں بلکہ اندریں صورت یہ کہنا زیادہ زیبا ہوگا کہ القریش کا موجودہ حالت پر پہنچنا بھی اعجاز سے کم نہیں ہوا ۔

ہاں یہ صحیح ہے کہ تین سو کی تعداد اشاعت تسلی بخش قرار نہیں دی جا سکتی مگر مایوس کن بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ اس مرحلہ پر اصولی رنگ میں مالی آمدنی کی حالت پر تبصرہ کرتے ہوئے یہ پایا جاتا ہے کہ امریکہ میں اوسط آمدنی فی کس بہا روپے ۸ آنے یومیہ ، جاپان میں ۱۲ فی کس یومیہ ، انگلستان میں ۲ روپے فی کس یومیہ اور ہندوستان میں دو پیسہ فی کس یومیہ ہے ، قطع نظر اس کے اس ضمن میں یہ بات بھی نظر انداز کئے جانے کے قابل نہیں سمجھی جاتی ۔ کہ القریش سے ایک حد تک قوم کی بے اعتنائی کی ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ قوم بزعم خود اس گمان میں رہی کہ ہز اگزالٹڈ ہائی نس حضور نظام شہریار دکن خلد اللہ ملکہ کی دستگیری نے القریش کو بہت بڑی حد تک ضروریات متعلقہ سے مستغنی کر رکھا ہے ، حالانکہ یہ حقیقت اب پردہ بر انداز ہوئی ہے کہ بحالت موجودہ حضور ممدوح کے عطیۂ شاہانہ کی موجودہ مقدار القریش کی روز افزوں ضروریات کیلئے پورے طور پر کفالت نہیں کر سکتی ۔

چنانچہ اب مولانا رونق القریش کو زندہ اور قائم رکھنے کی کوشش کے سلسلے میں قومی خدمت پر عازم دکن ہونے والے ہیں ۔ اس لئے مولانائے موصوف کے لئے بجز اس کے اور کیا کہہ سکتے ہیں ۔

بسفر رفتنت مبارک باد
بسلامت روی و خوش آئی

اعلیحضرت شہریار دانا تبار کی شان عالی اس قدر اعلیٰ و ارفع ہے کہ آپ کی ذات گرامی کے متعلق لب کشائی کرنا گویا آفتاب کو چراغ دکھلانا ہے ۔ کیونکہ کون نہیں جانتا ۔ کہ آپ بلحاظ اپنے شاہانہ اور فیاضانہ عظیم الشان کارناموں کے نہ صرف عام مسلمانان ہند کے ہی قبلیل القدر محسن ہیں ۔ بلکہ ہندوستان بھر کے اٹھارہ لاکھ سادات و قریش کے بھی باعتبار اپنی اعلیٰ خداداد فرمانروایانہ قابلیتوں کے مایۂ ناز ہیں ۔ اس لئے ہم اسباب کا بجا طور پر فخر کہتے ہیں کہ آپ جیسا محبوب القلوب قریشی النسب تاجدار سریر آرائے مملکت دکن ہے ، پس ہماری یہ تمنا کہ القریش بارگاہ ہمایوں سے حسب مدعا فائز المرام ہو کا کسی صورت میں بھی بے جا نہیں ہو سکتی ،

البتہ القریش کے متعلق قوم کا فرض ہر حالت میں چونکہ قوم کے ذمے واجب الادا رہتا ہے اس لئے میرے خیال میں صوبہ پنجاب کے تین لاکھ ستر ہزار آٹھ سو ستاون سادات و قریش میں سے اگر اس وقت صرف پچاس آدمی رضا کار بننے کے لئے آمادہ عمل ہو جائیں جو اخیر دسمبر سنہ ۲۵ء تک فی کس بیس خریدار بہم پہنچانے کا عزم بالجزم کر لیں تو سال رواں کے اختتام تک جس میں ہنوز سات ماہ کا لمبا عرصہ باقی ہے ایک ہزار جدید خریداران کا بہم پہنچ سکنا غیر ممکن نہیں پایا جا سکتا ۔ کیونکہ تعلیمی پستی

اور مالی کمزوریوں کی مشکلات کے باوجود قوم کا سنجیدہ اور ضرورت زمانہ سے آگاہ طبقہ القریش کو لبیک کہنے کیلئے ہمہ تن تیار ہے اور اس کو ہمیشہ تک زندہ رکھنے کا دل سے متمنی ،

پس اگر ضرورت ہے تو ایسے عملی کارکنان کی جو صحیح معنوں میں کام کرنے پر آمادہ ہوں اور اپنے خاندان اور حلقۂ احباب میں اپنے اثر و اقتدار اور رسوخ کو استعمال میں لانے پر مستعد ہوں ،

اس تجویز پر عمل پیرا ہونیکے متعلق خدائے ذوالجلال والاکرام کے فضل و کرم پر بھروسہ کرتے ہوئے میں اپنی کمزور کوششوں کے استعمال کا تہیہ کرتا ہوں۔ کیونکہ یہ سب کچھ درحقیقت خدمتِ اسلام ہی کے لئے ہے ، اس لئے میں پنجاب کے تمام طول و عرض میں اس صدائے قومی کو بلند کرتا ہوا قوم کے ذی مروت اصحاب کی حمیت ملی پر اعتماد رکھتا ہوں اور ان کی غیرت قومی سے اپیل کرتا ہوں کہ اس نقارہ قومی (القریش) کو موجودہ سے زیادہ بہتر حالت پر پہنچانے اور اس کو مالی تفکرات سے مخلصی دلانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوں ، اور اس پہلو میں اپنے تمام تر امکانی امکانات کو استعمال میں لانے سے دریغ نہ کریں اور دنیا کو دکھلا دیں۔ کہ

اولوالعزمانِ دانشمند جب کرنے پہ آتے ہیں
سمندر چیرتے ہیں کوہ سے دریا بہاتے ہیں

قاضی نظیر حسین فاروقی ریٹائرڈ مستوفی آف قلات سٹیٹ از گوجرانوالہ

کرم اے شہِ عرب و عجم

نہ سلیقہ مجھ میں کلیم کا نہ قرینہ مجھ میں خلیل کا
میں ہلاک جادوئے سامری، تو قتیل شیوۂ آزری

میں نوائے سوختہ در گلو تو پریدہ رنگ رمیدہ بو
میں حکایتِ غمِ آرزو تو حدیثِ ماتمِ دلبری

مرا عیش غم، مرا شہد سم، مری بود ہم نفسِ عدم
ترا دل حرم گروِ عجم، ترا دیں خریدۂ کافری

تری راکھ میں ہے اگر شرر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر
کہ جہاں میں نانِ شعیر پر ہے مدارِ قوتِ حیدری

کوئی ایسی طرزِ طواف تو مجھے اے چراغِ حرم بتا
کہ ترے پتنگ کو پھر عطا ہو وہی سرشتِ سمندری

گلۂ جفائے وفا نما کہ حرم کو اہلِ حرم سے ہے
کسی بتکدے میں بیاں کروں تو کہے صنم بھی ہری ہری

کرم اے شہِ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظرِ کرم
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنہیں دماغِ سکندری

بدترین عذاب
افلاس سے پناہ مانگو
اسلام دنیا اور آخرت کی خوشحالی ہے
(جناب قریشی کے قلم سے)

وہ بیماری جو جسم اور روح کو یکساں کمزور و ضعیف کر دیتی ہے، جس سے ایمان کی قوت اور آب و تاب زائل ہو جاتی ہے، جس سے ضمیر انسانی کی آزادی اور شگفتگی جاتی رہتی ہے جو بخوبی اور جرأت کے جذبات کو پامال کر دیتی ہے جس سے اقتدار و سطوت کا آئینہ چور چور ہو جاتا ہے، جو ملکوں اور قوموں کو ذلت اور پستی کے گڑھے میں گرا دیتی ہے، جو غلامی کا دیباچہ ہے جس سے عظمت و ترقی کے احساسات برباد ہو جاتے ہیں۔ اور جو دنیا میں سب سے بڑی مصیبت اور عاقبت میں سب سے بڑی بدقسمتی کے نام سے موسوم ہے وہ چیز افلاس اور صرف افلاس ہے، جب کسی قوم پر افلاس کی مصیبت مسلط ہو جائے، تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ قوم دنیا میں کوئی دم کی مہمان ہے، مفلس آدمی کا ہر ایک قدم اسے ذلت اور ہلاکت کی طرف لے جانے والا ہوتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص اس دنیا میں افلاس پر قانع اور خوشنود ہو گیا۔ اس نے عزت پر ذلت کو، قوت و اقتدار پر ضعف و بے نوائی کو، آزادی پر غلامی کو، اخلاق پر بداخلاقی اور بداعمالی کو، بلکہ زندگی پر موت کو اور اسلام پر کفر کو ترجیح دیدی،

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ امت مسلمہ کے ان نیک نام اور خوش اعمال بزرگوں میں سے ہیں جن کا کلام نوع انسان کے حکیمانہ حلقوں میں اس وقت تک ادب و وقار اور عزت و احترام کے ساتھ پڑھا جائیگا جب تک کہ اس نیلوفری آسمان پر چاند اور سورج جگمگاتے ہیں۔ آپ نے اپنی شہرۂ آفاق تصنیف گلستان میں جو فقیری اور تونگری کا مباحثہ لکھا ہے اس قابل ہے کہ مسلمان اس کو پڑھیں اور اس سے سبق حاصل کریں۔ افسوس یہ ہے کہ مسلمانوں نے افلاس و احتیاج اور ذلت و ناداری کا نام خدا پرستی اور حق شناسی رکھ لیا ہے۔ حالانکہ یہ خیال سراسر لغو اور بیمعنی ہے، اسلام پاک نے اپنے پیروؤں کو جس دعا کی تلقین کی ہے اور جس کے الفاظ تیرہ صدیوں سے قرآن پاک کے اوراق میں محفوظ ہیں۔ دنیا اور عاقبت کی بہبودی اور خوشحالی کی شاندار آرزوؤں سے معمور ہے،

ربنا اتنا فے الدنیا حسنۃ، اے رب ہمکو دنیا کی خوش حالی عطا فرما،
و فی الاخرۃ حسنۃ اور آخرت کی خوش حالی عطا فرما۔
و قنا عذاب النار، اور آگ کے عذاب سے بچا۔

اس حقیقت میں شک و شبہ کی مطلق گنجائش نہیں ہے کہ اسلام دنیا کی سرفرازی اور عاقبت کی سرخروئی کا نام ہے مقدس مذہب کے بہترین فداکاروں کی زندگی ہمارے سامنے ہے میں آپ سے استدعا کرتا ہوں کہ آپ صحابہ کرام کی زندگی کا مطالعہ فرمائیے، اس مبارک جماعت کا وجود ہماری

لئے اسلامی زندگی کا نمونہ ہے۔ اس دنیا کی کونسی عزت و شان ہے، جو صحابہ کرام کو نہ ملی۔ اگر دنیا کا مال و زر فی الحقیقت ذلت و رسوائی کا سامان ہے تو یہ سامان سب سے بہتر اور سب سے مکمل صورت پر صحابہ کرام کو کیوں دیا گیا ہے؟

آپ اس دنیا پر مختلف جماعتوں کے اعمال و افعال کا معائنہ کریں اور پھر بتلائیں کہ جن جماعتوں کو خداوند عالم نے ذلت و مسکنت کا مستوجب قرار دیا ہے۔ کیا وہ اپنی غفلت اور بیکاری کی وجہ سے فی الحقیقت اس قابل نہیں ہیں؟ خواہ کچھ بھی ہو۔ مسلمان اگر اسلام کی پابندی کریں۔ تو وہ انہیں نہ صرف یوم آخرت کی خوشحالی اور فارغ البالی سے معمور کر دے گا۔ بلکہ وہ دنیا میں بھی ہمیشہ کی عزت و اقبال حاصل کریں گے،

اسلام ہمکو محنت اور مشغول زندگی کی تعلیم دیتا ہے، قرآن پاک نے پیروی اور اطاعت کے لئے جو عظیم الشان نمونہ ہمارے پیش کیا ہے اس میں کہیں غفلت۔ بیکاری، ناداری اور بے نوائی کے نشانات موجود نہیں ہیں، اس میں شک نہیں کہ ابتدائے اسلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے عالیقدر صحابہ کی زندگی میں افلاس و احتیاج کی شدت موجود تھی۔ لیکن اسلام قبول کرنے کے چند ہی برس بعد یہ اندوہناک حالت باقی نہیں رہی، وہ مسلمان جنہوں نے سخت تکلیف اور آزردگی کی حالت میں اسلام قبول کیا تھا تھوڑے ہی دنوں میں عرب و عجم کی شاداب زمینوں، شاہی محلوں اور بھرپور خزانوں پر قابض اور متصرف ہو گئے۔ بعض لوگ اسلام کی ابتدائی حالت سے ایسے نظائر پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی زندگی فقر و فاقہ میں بسر ہوتی تھی۔ اگر یہ سچ بھی ہو تو اس کا یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ ہمیں فقر و فاقہ پر قناعت کر لینی چاہیئے، میں پوچھتا ہوں کہ وہ محتاجی اور تنگی جسکی جھلک ابتدائی ایام میں صحابہ کرام کی زندگی میں پائی جاتی ہے کیا بعد میں قائم رہی؟ کیا شتربان۔ جہانبان نہ ہو گئے؟ کیا عرب و عجم کے عظیم الشان فرمانرواؤں نے اپنے تمام جاہ و جلال کو ان کے قدموں پر نہ رکھ دیا؟ کیا رومی اور ایرانی سلطنتوں کے خزانے مسلمانوں کے ہاتھ میں نہیں آئے؟ اگر یہ واقعات سچے ہیں اور فی الحقیقت سچے ہیں تو ابتدائی زندگی ہمارے لئے دلیل نہیں ہمیں آخری نتیجے پر نظر کرنی چاہیئے، اگر اسلام کے قانون پر عمل کرنا کل تک اونٹ چرانیوالوں کو تخت و تاج کا وارث بنا سکتا ہے تو آج بھی اس میں ہماری موجودہ ناداری اور افلاس و احتیاج کو دور کر دینے کی قوت موجود ہے،

مسلمانوں کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ وہ دین الہی کے دامن سے افلاس کا داغ دور کرنے کے لئے ایک دوسرے کی مدد کریں ہندوستان کے اندر ۸۰ فیصدی دولت و ثروت پر ہندو برادران وطن قابض ہیں۔ آپ یاد رکھیں کہ ہندو دولت کے پیدا کرنیوالے نہیں ہیں۔ دولت کی کلید مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے۔ مسلمان دولت کو اپنی محنت و مشقت سے پیدا کرتے ہیں لیکن اپنی جہالت کی بدولت ہندو ساہوکاروں کے ہاتھ میں بیچ دیتے ہیں۔ سب سے بڑی چیز جو مسلمانوں کے قدم نہیں جمنے دیتی۔ ان کا مقروض ہونا ہے، افسوس کی بات یہ ہے کہ مسلمان صدہا ذلتوں اور خرابیوں کے باوجود ساہوکاروں کے قرض کے پنجے سے نکلنے کی کوشش نہیں کرتے اور ان کی تمام کمائی سود اور سود در سود کی نذر ہو جاتی ہے،

مسلمانوں کو اپنے قدموں پر کھڑا ہونا چاہیئے، آپ یاد رکھیں کہ ہم باہمی اتفاق اور ہمدردی کے بغیر اپنی حالت کو درست نہیں کر سکتے ہیں۔ چند چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں۔ کہ اگر مسلمان ان پر عمل کریں۔ تو انکی حالت تھوڑے ہی دنوں میں اصلاح پذیر ہو سکتی ہے، سب سے پہلی اور سب سے بڑی بات

یہ ہے کہ مسلمان ساہوکاروں کے قرض سے بچیں۔ صرف یہی نہیں کہ انہی لوگوں کو قرض کی بلائے بے درماں سے محترز رہنا چاہیئے، جو اخبارات کا مطالعہ کرتے ہیں۔ بلکہ ہر شخص کو خود اور اپنے دوسرے بھائیوں کو قرض کے پنجے سے بچانے کیلئے کمربستہ ہو جانا چاہیئے، انتظام یہ کرنا چاہیئے کہ قرض لینے کی نوبت ہی نہ آنے دے۔ مسلمانوں کو عام طور پر شادی بیاہ کی تقریباً پر قرض کی ضرورت محسوس ہوا کرتی ہے۔ لیکن اگر ہم ان تمام رسومات کو فضول اور ناقص رسومات کو ترک کر دیں۔ جو زر و سیم کی تباہ کاری کی بنا ہیں اور طریق نبوی پر اپنے بیاہ شادیاں نہایت ہی سادگی اور انسانیت کے ساتھ کرنے لگیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم ساہوکاروں کے دست نگر ہوں۔ دوسری ضروری بات یہ ہے۔ کہ ہمیں حتی الوسع اپنے اخراجات کو کم کر دینا چاہیئے۔ اور بہتر بات یہ ہے کہ خورد و نوش کی ضروریات کے وقت مسلمانوں کی دوکانوں اور تجارت کو فروغ دینا چاہیئے۔ کاش ہم افلاس کی مصیبت کو سمجھیں۔ اور اس سے بچنے کی کوشش کریں

پیغامِ حق

آ ہم نشیں! جہاں کو پیغامِ حق سنا دیں — دنیا کے بتکدے کو بیت الحرم بنا دیں

باطل کے خار و خس کو بستانِ دیں بنا کر — سوزِ دروں سے دل کو آتش کدہ بنا دیں

عشق و یگانگت کے نغمے سنا سنا کر — ٹوٹے ہوئے دلوں کو آپس میں پھر ملا دیں

ایماں کی روشنی سے سینے ہوں رشکِ سینا — حسنِ ازل کا جلوہ ہر آنکھ کو دکھا دیں

توحید کا سبق دیں تثلیث آشنا کو — مغرب کے بادہ کش کو مشرق کی مے پلا دیں

زمزم کی میٹھی میٹھی باتیں سنا سنا کر — کاشی کے پنڈتوں کو یثرب کی لو لگا دیں

تیغِ ہلال لے کر عشرت کدوں میں گھس کر — ظلمت کے لشکروں کا نام و نشاں مٹا دیں

مستِ الست ہو کر آئیں رہِ وفا میں — شبیر کی طرح سے مقتل میں سر کٹا دیں

باطل کی صف الٹ دیں خالد مثال ہو کر — فاروقؓ کا زمانہ دنیا کو پھر دکھا دیں

کعبہ کا آستاں ہو اور جبیں ہماری
اس کے سوا تمنا کوئی نہیں ہماری

تم سے پہلے بھی اس دنیا میں بہت سے انقلابات و حوادث گذر چکے ہیں۔ پس زمین کی سیاحت کرو اور دیکھو کہ جن قوموں نے اپنے اعمال سے احکام الٰہی کو جھٹلایا۔ ان کا کیا نتیجہ نکلا؟

ایک اور موقعہ پر فرمایا۔

وما کنا مہلکی القری الا واھلھا ظالمون

اور ہم انسانی بستیوں کو کبھی تباہ و ہلاک نہیں کرتے۔ مگر صرف اس حالت میں کہ وہ لوگ قوانین و احکام الٰہی سے سرتابی کرتے ہیں۔

سورۂ ھود میں کہا۔

وما کان ربک لیھلک القری بظلم واھلھا مصلحون اے محمد! تمہارا پروردگار ایسا بے انصاف نہیں ہے کہ کسی آبادی کو ناحق برباد کردے۔ اور وہاں کے لوگ خوش اعمال اور نیکوکار ہوں،

اس کے علاوہ اور بہت سے مقامات میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ پس یہی وہ قانون الٰہی ہے جس کے بموجب قوموں اور ملکوں کے انقلابات ہوتے رہتے ہیں۔ دنیا خدا کا ایک گلہ ہے اور وہ نوبت بنوبت مختلف قوموں کو اپنی نیابت دیکر بھیجتا ہے تاکہ اس گلے کی حفاظت کریں،

کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ تم سب کی حیثیت کسی گلے کی چرواہے کی سی ہے اور ہر چرواہا اپنے گلے کی حالت کا ذمہ دار اور مسئول ہوتا ہے،

جو قوم اس فرض الٰہی کو ادا کرتی ہے۔ تاج اقبال اور سریر عظمت پر اس کا قبضہ رہتا ہے لیکن جب احکام الٰہیہ کی سرکشی اور نافرمانی میں مبتلا ہو جاتی ہے تو خدا اپنی دنیا کو حکم دیتا ہے کہ اس کی فرمانبرداری سے سرکش و متمرد ہو جائے۔ جو شخص اپنے حاکم کا مطیع نہیں اسے کیا حق ہے کہ اس کے ماتحت اسکی اطاعت کریں؟ **ولکل درجات مما عملوا، وما ربک بغافل عما یعملون** پھر اس قوم کا دور اقبال ختم اور آفتاب حیات غروب ہو جاتا ہے اور حکمت الٰہیہ کسی دوسری قوم کو بھیجدیتی ہے تاکہ اس گلے کی حفاظت کرے اور اس کے آگے جھک کر تمام ان قوموں کو اپنے آگے جھکائے،

وربک الغنی ذو الرحمۃ ان یشا یذھبکم ویستخلف من بعدکم ما یشاء کما انشاکم من ذریۃ قوم آخرین تمہارا پروردگار بے نیاز و رحمت والا ہے اگر چاہے تو تمکو چھوڑ دے اور تمہارے بعد جس قوم کو چاہے تمہارا جانشین بنا دے جیسا کہ دوسری قوموں کی نسل سے تم کو پیدا کر چکا ہے۔

ایک اور مقام پر صاف تصریح کردی کہ اس کی نظر اعمال صالحہ پر ہے، اگر تم سرکشی کرو گے تو وہ تم سے اپنا رشتہ کاٹ دیگا۔ اور تمہاری جگہ دوسری قوم کو عزت و حکمرانی کا وارث بنا دیگا۔

یا ایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ واللہ ھو الغنی الحمید، ان یشا یذھبکم ویات بخلق جدید وما ذالک علی اللہ بعزیز اے لوگو! تم اللہ کے فضل کے محتاج ہو اللہ تو غنی و حمید ہے وہ اگر چاہے تو تمکو مٹا دے اور تمہاری جگہ کسی نئی مخلوقات کو لاکھڑا کرے۔ اور ایسا کرنا اللہ کے لئے کچھ مشکل نہیں،

اس قانون کی بنا پر آغاز عالم سے کتنی قومیں خدا کی زمین کی وارث ہوئیں اور پھر دوسروں کیلئے جگہ چھوڑ کر ظلمت گمنامی میں چھپ گئیں۔ یہی قانون الٰہی تھا جس نے بنی اسرائیل کی عظمت و جبروت کا مسلمانوں کو جانشین اور وارث بنایا اور داؤد کے ہیکل میں جو کچھ تھا وہ ابراہیم کی قربان گاہ کو نصیب ہوا تاکہ آزمایا جائے کہ مسلمان اس امانت کی کیونکر حفاظت کرتے ہیں،

ثم جعلناکم خلائف فی الارض من بعدھم لننظر کیف تعملون، پھر بنی اسرائیل کے بعد ہم نے تمکو زمین کی خلافت عطا کی۔ تاکہ دیکھیں کہ تمہارے اعمال کیسے ہوتے ہیں

ظہور و تکمیل وعدہ الٰہی

اس وعدہ الٰہی کا ظہور دنیا کے گوشے گوشے میں ہوا۔ تیرہ سو برس کے اندر صدہا تخت بچھے اور الٹے۔ کتنی سلطنتیں قائم ہوئیں اور مٹیں۔ لیکن اس کاروان اقبال کا آخری قافلہ وہ تھا جو سنہ ۶۸۷ میں وسط ایشیا سے چلا اور بالآخر ۱۴۵۳ء میں یونانی اور رومانی عظمت کے مدفن یعنی قسطنطنیہ میں پہنچکر مقیم ہو گیا۔ یہ بھی انقلاب آباد عالم کا ایک عجیب وغریب تماشا اور اس قانون الٰہی کی ایک عبرت انگیز تعمیل تھی جب بیزنطامی حکومت کا مغرور تاج عین اپنی عظمت گاہ کے دروازے پر قسطنطین دریگاسیس (آخری فرمانروائے قسطنطنیہ) کے سر سے اتارا گیا تھا اور محمد فاتح کے سر پر رکھا گیا تھا۔ پہلا سر خدا کے آگے مغرور تھا اس لئے اسکی زمین پر بھی ذلت کے ساتھ ٹھیرایا گیا۔ دوسرا اس کے سامنے سربسجود تھا اس لئے اسکی زمین پر بھی سربلند و مغرور رہا وہ جب ۲۹ مئی ۱۴۵۳ء کو سینٹ رومانس کے عظیم الشان پھاٹک سے شہر میں داخل ہوا تو اپنے گھوڑے کی پشت پر سجدۂ عبودیت میں جھکا ہوا تھا۔

فتح قسطنطنیہ

اس مرقع میں دو تصویریں ہیں۔ پہلی تصویر فتح قسطنطنیہ کا آخری معرکہ ہے۔ جب دروازہ شہر کی دیوار پر یونانی و رومانی عظمت کی الوداع تھی اور چند گھنٹوں کے بعد اس انقلاب کی گھڑیاں پوری ہو جانیوالی تھیں۔ جو سینٹ صوفیاء کے مسیحی معبد کو خدائے وحدہ کی پرستش گاہ کی صورت میں بدل دینے والا تھا۔

دوسری تصویر سلطان محمد فاتح کے داخلۂ فاتحانہ شہر کی ہے۔ جس نے سینٹ صوفیاء کے دروازے کے سامنے پہنچکر اپنی سواری روک لی تھی۔ کیونکہ اس کے اندر شہر کی بقیہ

آبادی جمع ہوکر مریم کے خاموش بت کے آگے چیخ رہی تھی تاکہ وہ انکی سن لے اور اپنے آسمانی فرشتے کو انکی مدد کے لئے بھیج دے،

لیکن مریم کا مسکین بت بدستور چپ رہا۔ کیونکہ وہ پرستاران حی و قیوم کے نیزوں سے خود بھی محفوظ نہ تھا۔

جس طرح اس کا بیٹا پیلاطوس کی عدالت سے بچنے کے لئے اپنے باپ کے سامنے بہت گڑگڑایا تھا کہ "ایلی ایلی لما سبقتنی" خدایا میرے منہ سے موت کے پیالے کو ہٹالے (مرقس ۱۴-۳۶) لیکن بالآخر وہ نہ ہٹا اور رومی سپاہیوں نے اس کی ہتھیلیوں میں میخیں ٹھونک کر صلیب چڑھا دیا۔

اسی طرح آج اسکی ماں بھی بے بس تھی۔ وہ جو اپنے بیٹے کو نہ بچا سکا۔ اپنے بیٹے کے پرستاروں کی مدد سے بھی غافل ہو گیا۔ عین اس وقت جبکہ وہ آسمانی فرشتے کے لئے چشم براہ تھے دروازہ ٹوٹا اور فاتحوں کی مہیب صورتیں انکی طرف بڑھتی ہوئی نظر آئیں۔ جن میں سب سے آگے نوجوان سلطان محمد تھا۔

وہ آسمان کا فرشتہ نہ تھا۔ مگر زمین کا ایک رحمدل فرزند ضرور تھا۔ اور آسمان کے فرشتوں نے نہیں بلکہ ہمیشہ زمین کے فرشتہ خصلت انسانوں ہی نے زمین پر کام کیا ہے،

اس نے آتے ہی تمام باشندگان شہر کو امان دیدی اس کے رحم و انصاف کا سخت سے سخت متعصب مسیحی مورخوں کو بھی اعتراف کرنا پڑا ہے،

توصیۂ عبرت

غرضیکہ یہ تصویریں قومی عروج و زوال، ایاب و ذہاب، دور عزل و نصب الٰہی کا ایک عبرت انگیز مرقع ہیں۔ جن میں ایک قوم عظمت و کمال کی متاع تاراج کرکے اپنے سر پر فرمانروائی سے رخصت ہو رہی ہے اور شہر کے دروازے پر جو کچھ ہو رہا ہے یہ گویا جانیوالے قافلے کا الوداعی نظارہ ہے۔ جہاں

مصیبت و نامرادی اس کی شکست کے لئے موجود ہیں۔

دوسرا مرقع فتحیابی و فیروزمندی کا نیا قافلہ ہے جو انہی راہوں سے گذر کر شہر میں داخل ہو رہا ہے، جہاں سے کچھ دیر پہلے اس کے پیش رو نکل چکے ہیں اور پچھلے قافلے کی خونیں نشانیاں جابجا ابھی باقی ہیں،

لتفتحن قسطنطنیہ

ساڑھے چار سو برس گذر گئے، مگر اب تک

یہ مرقع نہایت عظیم ہے! انقلاب و تغیرات کے کتنے ہی اوراق ہیں جن کو دست حوادث نے الٹا مگر یہ مرقع اسباب و ذہاب امم اب تک بدستور نظر عالم کے سامنے

توصیۂ عبرت و بصیرت

کے لئے موجود ہے،

فقط

فاعتبروا یا اولی الابصار

مسلمانوں میں نفاق

اسلام کی الفت کے ہیں مشہور فسانے
عالم کو ہیں یاد اسکی محبت کے ترانے

سب ایک تھے ایسے، کہ دوئی کو نہ جگہ تھی
یہ تعلیم یہ کچھ دی تھی انہیں راہنما نے

دین ایک، خدا ایک، رسول ایک، تمنا بھی ایک
اک حال پہ کی اپنی بسر شاہ و گدا نے

الفاظ محبت کی طرح، متفق ایک ایک
جوڑا تھا انہی حرفوں سے بس ان کو خدا نے

اک جلوے کے سب مست تھے اک پھول کے بلبل
بیگانے سب اپنے تھے، نہ اپنے تھے بیگانے

اٹھے ہی تو ٹوٹے رسم عداوت کو مٹانے
بیٹھے تو فقط نقش وفا دل میں بٹھانے

جب تک رہا آپس میں ملاپ انکی بھی خوب
کٹتے تھے بہت عیش و مسرت سے زمانے

اب ذرہ کی صورت میں ہیں آپس میں جدا ہی
یوں بکھرے ہیں جس طرح ہوں تسبیح کے دانے

پہلے تو نہ تھا دین میں کینہ نہ عداوت
پر اب تو یہ بدلا ہے زمانے کی ہوا نے

جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اس دین میں اب تفرقہ خود آ کے پڑا ہے (حالیؒ)

عبدالغنی ارشد

الحریۃ فی الاسلام

نظامِ حکومتِ اسلامیہ

وامرھم شوریٰ بینھم

نمبر ۶

عام کتب عقائد موجودہ اور نظامِ حکومت اسلامیہ

یہ موقع نہیں کہ ان تصریحات متکلمین و اصحاب عقائد کی نسبت زیادہ بحث کی جائے تاہم چند اشارات ضروری ہیں،

(۱) کتب کلام و عقائد میں اصل اصول شوریٰ، واجماع امت، وانتخاب امام و عدم تشخص و تعیین شخص کو صاف طور پر لکھا ہے، اور گو اس سے ان کا مقصد نظام حکومت اسلامیہ کی تعبیر نہ تھا بلکہ زیادہ تر تو فریقانہ بحث و جدل اور خلافت راشدہ کا اثبات، تاہم اصول شوریٰ و جمہوریت کے اکثر مباحث اس کے ضمن میں آگئے،

لیکن اس میں شک نہیں کہ جس اہمیت و وسعت کے ساتھ اس مسئلے کو کتب و کلام یا جمیع مدونات اسلامیہ میں ہونا چاہیئے، اور ایک ایسے اصولی اور بنیادی مسئلہ کے لئے جس توجہ و اعتنا کی ضرورت تھی اگر اس کو پیش نظر رکھیئے تو نہایت درد و افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ جو کچھ لکھا گیا۔ وہ کافی نہیں اور جس نظر اہمیت کا وہ مستحق تھا اس نظر سے عام طور پر آئمہ اسفار و اساطین قوم نے اسے نہ دیکھا۔

لیکن اس اغماض سے نفس مسئلہ کی اہمیت کی تنقیص صحیح نہ ہوگی بلکہ دراصل یہ حالت بھی شکل اور بہت سی حالتوں

کے، نتیجہ ہے بنی امیہ کے اس تسلط اور احاطہ مستبدہ کا۔ جس کے اثر سے ہمارے ہر فن کا لٹریچر متاثر ہوا۔ اور بدقسمتی سے عقائد و کلام کے تو بہت سے گوشے تھے جن سے اس کی صدائے بازگشت آج تک آرہی ہے، بنی امیہ کی سب سے پہلی بدعت دور اسلام و مسلمین پر ان کا اولین ظلم یہ تھا کہ نظام حکومت اسلامیہ کا تختہ یکسر الٹ دیا۔ اور خلافت راشدہ جمہوریہ صحیحہ کی جگہ مستبدہ و ملک عضوض کی بنیاد ڈالی۔ یہ انقلاب بہت شدید تھا اور بہت مشکل تھا کہ ملک کو اس پر راضی کیا جائے، صحابہ کرام ابھی موجود تھے، اور خلافت راشدہ کے واقعات بچے بچے کی زبان پر تھے، اس لئے اس احساس اسلامی کو مٹانے کے لئے تلوار سے کام لیا گیا۔ اور جس نے قوت حق و معروف سے زبان کھولی اس کو نوک شمشیر و خنجر سے چپ کرا دیا گیا۔ رفتہ رفتہ احساس منقلب اور خیالات پلٹنے لگے۔ اور حقیقت روز بروز مستور و محجوب ہوتی گئی۔

ان کے بعد بنی عباس آئے۔ اس میدان میں یہ بھی ان کے دوش بدوش تھے۔ تصنیف و تالیف اور تدوین علوم اسلامیہ کا عروج ہوا تو وہ اثر حقیقی موجود تھا۔ اور کام کر رہا تھا یہ جو امام اور خلیفہ کے حق کے خلافت کے لئے فسق و معصیت کو بھی مضر نہیں سمجھتے تو یہ کتاب و سنت کا اثر تو نہیں ہو سکتا۔ جو کہ انا جعلناک من المتقین اماما کی دعا تلقین کرتا ہے یہ بہر

اگر یزید اور ولید کی خلافت کی صحت منوانا اس سے مقصود نہ تھا تو اور کیا تھا؟

(۱) ان تصریحات میں تم دیکھتے ہو کہ انتخاب خلیفہ کے لئے انتخاب عام و مشورۂ اہل حل و عقد کے ساتھ خلیفۂ سابق کی تعیین کو بھی ایک شکل صحیح قرار دیا ہے، دراصل اس میں حضرت عمر رضہ کے انتخاب کی مثال پیش نظر ہے لیکن غور کیجئے تو حضرت عمر کے لئے گو حضرت ابوبکر رضہ نے تحریک کی۔ لیکن اس پر تمام ارباب حل و عقد اور پھر عام مسلمین نے پسندیدگی کا اظہار کیا۔ اس لئے وہ بھی تعیین شخصی نہیں بلکہ بمنزلہ انتخاب عام کے تھا۔

اس بنا پر نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ اسلام نے سوا انتخاب عام کے اور کوئی صورت تعیین خلیفہ یا ولی عہدی وغیرہ کی قرار نہیں دی ہے۔ اور اس لئے کتب عقائد کی تقسیم و تعدد طرق نصب امام بالکل غیر ضروری ہے،

حضرات امامیہ کو امامت و خلافت کے لئے اجماع امت نہیں تسلیم کرتے۔ تاہم انکا ایک فرقہ (جارودیہ زیدیہ) حق امامت آل حسن و حسین صلواۃ اللہ علیہما میں محدود قرار دینے کے باوجود بھی آل طاہرین میں سے ایک کا انتخاب حوالۂ شوریٰ کرتا ہے،

ان تشریحات کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ اسلام میں جمہوریت کا جزو اعظم یعنی مسئلہ انتخاب مفقود ہے؟

اے حسن والو حسن کی دولت کدھر گئی

وہ دبدبہ وہ شان وہ شوکت کدھر گئی
نوشیرواں وہ تیری عدالت کدھر گئی

اخلاص کی حسینو! وہ صورت کدھر گئی
وہ گل سے بوئے عطر محبت کدھر گئی

رستم کہاں ہے دہر میں سہراب کیا ہوا
اے زال تیری دیکھ تو طاقت کدھر گئی

فرعون تیرا جاہ و حشم خاک ہوگیا
بجتی تھی جو نمرود کی نوبت کدھر گئی

شداد تیرا کیا ہوا دعوی خدائی کا
حوریں کدھر گئیں تری جنت کدھر گئی

زیر زمیں سکندر و دارا ہیں دفن آج
کل انکی جو تھی عظمت و شوکت کدھر گئی

شیریں کہاں ہے کوہکن و قیس کیا ہوئے
محمل ہے ہائے لیلےٰ کی صورت کدھر گئی

کسریٰ کا وہ جلال وہ ہامان کا ستم
نمرود کی وہ شوکت و حشمت کدھر گئی

جن کے بدن میں پھول بھی چبھتے تھے مثل خار
پوچھو تو ان سے انکی نزاکت کدھر گئی

غماز ہی زمیں نہ رکھتے تھے جو قدم
ان سے کوئی یہ پوچھے وہ نخوت کدھر گئی

کامل تھی فن شعر میں جو کل کئی بشر
صورت کہاں ہے انکی وہ شہرت کہاں گئی

باب التاریخ

تاریخ اسلام کا ایک غیر معروف صفحہ

ملکِ حبش میں اسلامی حکومت

ساتویں اور آٹھویں صدی کے چند مجاہدین

نمبر ۴

دعوات اسلام

ہمارے ان دشمنوں نے جن کی جنگی بساط ہستی کا ایک گوشہ بھی داغ خونریزی سے خالی نہیں، ہمکو ہمیشہ طعنہ دیا ہے کہ نخل اسلام صرف تلوار ہی کی دھوپ اور صرف قہر و اکراہ ہی کی فضا میں پرورش پاتا ہے، لیکن تاریخ نے ہر موقع پر گواہی دی ہے کہ نشر دعوت اسلامی کا سبب قہر و اکراہ نہیں، بلکہ صرف رضا و صلح، حسن اخلاق، اور اسوۂ حسنہ مسلمین مخلصین رہا ہے،

نصرانی حبش اور مسلمانوں کے درمیان سینکڑوں معرکے پیش آئے اور اکثروں میں مسلمانوں نے دشمنوں کے اجسام کو اطاعت سیاست اسلامیہ پر مجبور کیا۔

لیکن دلوں کو تسخیر دین اسلام پر کب اور کہاں مجبور کیا ہاں ہر موقع پر اسلام کے معجزہ اخلاق و خدا پرستی کی ایک تلوار چمکتی تھی جو رسوم و عقائد فاسدہ کے حصار سے گذر کر قلوب وارواح کو مسخر کر لیتی تھی،

چنانچہ گذشتہ نمبر کے خاتمے پر تم پڑھ چکے ہو کہ دس ہزار حبشی نصرانیوں نے کس تلوار کے زور سے اسلام کے آگے سر اطاعت خم کیا۔ یقیناً وہ فولاد کی تلوار نہ تھی۔ بلکہ اخلاق اسلامی کا وہ حربہ امن و زندگی تھا جس نے ہر زمانے اور ہر دور میں اپنے جوہر دکھائے ہیں، اور آج بھی الحمد للہ کہ زنگ آلود نہیں ہے۔

افریقہ اور شمالی نائیجیریا میں آج جس سرعت سے اسلام خود بخود پھیل رہا ہے اس کی رودادوں نے مسیحی مشنوں کی عمارتوں کو ماتمکدہ بنا دیا ہے، لیکن دنیا دیکھ رہی ہے کہ یہ تلوار کی کاٹ نہیں ہے، کیونکہ تلوار کا قبضہ تو اب ہمارے ہاتھ سے نکل کر غیروں کے ہاتھ چلا گیا ہے اور ہماری گردنیں ان کے آگے رکھ دی گئی ہیں۔

سلطان منصور کی گرفتاری

سلطان منصور ہزاروں مفتوح قلوب و اجسام کی جمعیت کے ساتھ دس دن تک دشمنوں کے انتظار میں سر میدان پڑا رہا۔ "حطی" کو اس ہزیمت کی جب خبر ہوئی تو بے شمار فوج و

سامان کے ساتھ سلطان کے مقابلہ کو نکلا۔ ظاہر ہے کہ مسلمانوں میں اس جمعیت عظیمہ کی مقاومت کی تاب نہ تھی۔ تاہم آخر تک استقلال سے کھڑے رہے کہ فرارمن الزحف شریعت اسلامیہ میں کفر ہے، دس مسلمان سرداروں نے جاں نثاری اسلام کا حق ادا کیا۔ بالآخر سلطان منصور اور امیر محمد دشمنوں کے ہاتھ گرفتار ہو گئے اور اس وقت تک آزاد نہ ہوئے۔ جب تک کہ انکی روح زندان جسم سے آزاد نہ ہوئی،

یہ واقعہ سن ۸۲۸ ہجری کا ہے، سلطان منصور کو صرف ۲۰ برس حکومت کا موقع ملا۔

سلطان جمال الدین

کسی قوم کے خدا کی نظروں میں محبوب ہونیکی سب سے بڑی علامت یہ ہوتی ہے کہ اس کی خاک افراد عالیہ اور اعاظم رجال کی پیدائش سے ہمیشہ اپنی نسل عظمت کو باقی رکھتی ہے، آج ہماری مصیبت عظمٰی یہی ہے کہ ایسے ور رجال کی پیداوار ہم میں کم ہوگئی۔ ہماری بزم سے جو فرد اٹھتا ہے، اپنی جگہ خالی چھوڑ جاتا ہے، پس اس دن پر افسوس اگر وہ دن ہماری بدقسمتی سے آنے والا ہی ہو جب ہماری مجلس کا ہر گوشہ بیٹھنے والوں سے خالی ہو گا۔

اب ان ایام نحس و شوم میں ان روز ہائے میمون و مسعود کی یاد کیا کیجیے۔ جب کہ اسلام کا گوشہ گوشہ اس شعر کی صداقت سے معمور تھا۔

(اذا مات منا سید، قام سید قؤول لما قال الکرام فعول
ہم وہ ہیں کہ جب ہمارا ایک سردار ہم میں سے اٹھ جاتا ہے تو دوسرا کھڑا ہو جاتا ہے اور پھر وہ وہی کہتا ہے جو بزرگوں نے کہا تھا اور وہی کرتا ہے جو بزرگوں نے کیا تھا)

نویں صدی ہمارے تخم اقبال کے لئے کوئی اچھا موسم نہ تھا۔ تاہم زمین میں پیداوار کی قوت ابھی باقی تھی۔ سلطان منصور کے بعد اس کے دوسرا بھائی سلطان جمال الدین حکومت اسلامیہ

حبش کا فرمانروا ہوا۔ وہ اپنے اعمال جلیلہ کے لحاظ سے ان سلاطین اسلام میں جگہ پانے کے لائق ہے، جن پر تاریخ عالم ناز کرتی ہے،

ہر عہد انقلاب ملکی کشمکشوں میں ہوتا ہے، بربر کی قوم جو اب تک حکومت اسلامیہ کے ماتحت تھی۔ اب آمادہ بغاوت ہو گئی۔ حرب جوش ایک نومسلم حبشی سردار اسکی تادیب کی غرض سے روانہ ہوا۔

صلح جنگ اور عفو

حسب آئین اسلام

وَان طائفتان من المومنین اقتتلوا، فاصلحوا بینہما

اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آمادۂ جنگ ہوں تو ان دونوں میں صلح کرادو،

حرب جوش نے پہلے شرائط صلح پیش کئے لیکن بربری اپنی خباثت و بغاوت پر قائم رہے، حرب جوش نے اس کے بعد کی دوسری آیت کی تعمیل کی۔ یعنی

فان بغت احداھما علی الاخرٰی، فقاتلوا التی تبغی حتی تفئی الی امر اللہ اگر ان دو جماعتوں میں سے ایک اپنی سرکشی پر اڑی رہی تو اس سے اس وقت تک جنگ کرو جب تک کہ وہ فرمان الٰہی کیطرف رجوع نہ کرے۔

اب بربریوں کو ہوش آیا اور آواز صلح بلند کیا۔ پس حرب جوش نے تیسری آیت کریمہ پر عمل کیا۔

فان فاءت فاصلحوا بینہما بالعدل واقسطوا ان اللہ یحب المقسطین

جب وہ باغی جماعت فرمان الٰہی کیطرف رجوع کرے۔ تو پھر باہم عدل و انصاف سے صلح کرو۔ اللہ صلح کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے،

حرب جوش نے اس مہم سے فارغ ہو کر جطلی کیطرف رخ کیا اور اس کو شکست دی جطلی نے پھر ایک بڑی فوج جمع کی۔

اور جدیہ میں اکر خیمہ زن ہوا۔ سلطان خود اس کے مقابلہ کو نکلا اور مظفر و منصور واپس آیا۔ اس پر حطی نے مسلمانوں سے آخری انتقام لینے کی کوشش کی۔ اور عزم کرلیا کہ وہ اس فتح کے بعد ملک حبش کے کسی گوشہ میں بھی کلمہ گوئے اسلام زندہ نہ رہنے پائے۔

سلطان نے بھی فوج کے اجتماع و اہتمام میں پوری قوت صرف کی اور آخر وہ ساعت آپہنچی جب کفر و اسلام کی دو فوجیں باہم ٹکرا گئیں۔ کامل تین مہینے تک اسلام کی تلوار برق بکر ظلمت و کفر کے بادل میں چمکتی رہی۔ تیسرے مہینے پردۂ ابر چاک ہوا۔ تو نظر آیا کہ حبشان کی اقلیم اسود، مقتولین کے خون سے یکسر سرخ ہے۔ حطی جان بچا کر بھاگ گیا ہے۔ اور مسلمان مال غنیمت کے خزانوں کو باہم تقسیم کر رہے ہیں۔

اس کے بعد سلطان نے ایک دوسرے انقطاعی معرکہ کی تیاریاں شروع کیں اور غزاۃ اسلام کی ایک ایسی جماعت کے ساتھ جس سے بڑی کوئی جمعیت حبش میں علم اسلامی نے کبھی جمع نہ کی تھی روانہ ہو گیا۔

حطی مقابلہ سے عاجز تھا۔ پانچ مہینے تک شہر بشہر آوارہ پھرتا رہا۔ سلطان اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ بالآخر سلطان مظفر و منصور غنائم کثیر کے ساتھ دارالخلافت کیطرف مراجعت فرما ہوا۔

اس کے بعد بھی ایک اور معرکہ شدید و صعب پیش آیا مسلمانوں نے ۲۰ دن کی مسافت طے کرکے دھاوا کیا غنیم کی فوج تازہ دم تھی اور دونوں طرف جمعیت عظیمہ صف آرا، تاہم مسلمانوں نے ہزیمت نہ اٹھائی اور ہر فریق دوسرے فریق کا بازو دبا کر ہٹ گیا۔

سلطان کی شہادت

خاندانی مناقشات قدیم حکومتوں کا جزو لاینفک ہیں، سلطان جمال الدین گھر سے باہر دشمنوں سے ہنگامہ آرا تھا۔ اور گھر میں اس کے عم زاد بھائی اس کے لئے سازشوں کا دام بچھا رہے تھے۔ چنانچہ افسوس کہ سنہ ۸۳۵ میں سات برس کی حکومت کے بعد بھائیوں کے ہاتھ سے شہید ہوا۔ حالانکہ دشمنوں کی تلوار سے اسے کوئی خوف نہ تھا۔

سلطان جمال الدین اپنے عہد میں جمال چہرۂ اسلام اور رونق مجلس ملت تھا۔ فتوحات کی کثرت اور رقبۂ حکومت کی وسعت میں اپنے پیش رؤوں سے ہمیشہ اقدم اور علم و فضل کا ہمیشہ قدردان رہا اس کے دربار میں فقہا و علما کا مجمع رہتا تھا

عدل و انصاف

میں تعلیم اسلامی کا ایک صحیح اور کامل ترین نمونہ تھا۔

سعی و استقلال

اُفق پہ کاہیدہ جسم و جاں چمک کے رنگِ ہلال ہو جا
نگاہِ ہمت میں نو سے ہو ونکی مثال ہو جا

ازل میں وہ سر بے نیازی کشش عشقی تڑپ مجازی
زمیں پہ کیوں ہے یہ خاکبازی تو پھر یہی پا فنا کا حال ہو جا

ہر اک حقیقت میں ہو کے شامل ہر ایک جلوے میں ہو کے واصل
جلال پر ہو نثار ہو کر ندامت سے تو جمال ہو جا

کہا یہ ساقی نے مجھ سے ہمدم پلائیگا تب تجھکو ساغرِ جم
گہر گہر ہو مثالِ شبنم عرق عرق انفعال ہو جا

ٹھہر ٹھہر مضطرب نہ ہو دل گذر گذر ہے قریب منزل
نکھر نکھر شکلِ ماہِ کامل سنور سنور باکمال ہو جا

ترقیوں کا کھلا ہے میداں نہ ہار ہمت اگر ہے انساں
کہا تھا بن مثلِ شیرِ غزاں نہ یہ کہ روبہ خصال ہو جا

بہار میں ہے خزاں کا کیا ڈر فسردگی کیوں ہے بن گلِ تر
بساں غنچہ شگفتہ ہو کر بہ رنگِ گلشن نہال ہو جا

تری بلندی کی گو ہے فطرت مگر ہے پستی میں عز و رفعت
شہید ہو جا بہ تیغِ الفت تو عرشِ عظمت مثال ہو جا

اٹھا کے سر کچھ بار خو سمجھو کہ یہ را کیا ہے تو ہی کچھ ہو
حباب آسا مٹا کے خود کو غریقِ بحرِ وصال ہو جا

دعا سے گر لاگ ہے اثر کو بنا لے آہن دل و جگر کو
جو سنگ رہ میں پھرا نہ سر کو تو تیغ چمکے تو ڈھال ہو جا

یہ نقص تجھ میں کمال کا ہے نہ قال کا ہے نہ حال کا ہے
جواب تو خود سوال کا ہے جواب بن یا سوال ہو جا

اگر ہے سر میں ہوائے دلبر اگر ہے سینے پہ غم کا پتھر
بصورتِ سرمہ پس پسا کر غبارِ جاناں کا خال ہو جا

بگوشِ دل بخت زار سن لے کہ سر اٹھانا نہ آستاں سے
کسی کے قدموں پہ جان دیدے حنا صفت پائمال ہو جا

بخت نہتا در

قضاۃ قریش

نمبر ۳

حضرت شیخ سید محمد کی اولاد سے یوں تو بہت سے صاحب علم وعمل، متشرع، متورع اور متدین ہوئے، جن کی تفصیل میں جانے کا یہ موقع نہیں، مگر یہ بات قابل ذکر ہے کہ شیخ عبدالسلام بن شیخ عبدالوہاب جو شاہجہان کے عہد کے اخیر اور حضرت اورنگ زیب کے ابتدائے عہد میں ہوئے سلسلۂ نقشبندیہ سے سلوک اور ولی اللہ تھے، اپنے ائمہ زمین زمین موروثی سے دست برداری اور معتقدوں میں سے تھا۔ ایک موقع پر چالیس بیگھہ زمین ائمہ مدد معاش کا فرمان مزین بمہر و دستخط خاص مرقومہ سنہ [illegible] از جلوس میمنت مانوس عالمگیر مطابق سنہ ۱۰۷۶ ہجری بنام نامی آنحضرت بذات خود شہنشاہ اورنگ زیب نے بطور نذرانہ پیش کیا جسکو آپ نے قبول فرمایا اور کہا کہ بیکار نیست، برکہ طالب است اور ابدہید اورنگ زیب عدم قبولیت نذرانہ سے مضطرب الحال ہوا۔ بالآخر اور کوئی چارہ کار نہ پاکر اس نے وہی فرمان بغرض شرف قبولیت حضرت کے اندرون حرم سرائے میں بھجوا دیا۔ اور منت و الحاح کا اظہار کیا۔ جس پر بمشکل تمام اس کا وہ نذرانہ شرف اجابت کو پہنچا۔ حضرت عبدالسلام کا وصال سنہ ۱۰۸۱ ہجری میں ہوا۔ تاریخ وصال یہ ہے، اُدْخُلِ جَنَّتَنَا

عبدالسلام بہشت [illegible] مسعود باد [illegible]

[illegible]

ان خصوصیات کے علاوہ مغل گورنمنٹ کے عہد حکومت سے ہی بادشاہت تک اس خاندان میں منصب قضا و افتا موروثی چلا آتا تھا۔ اور مولانا محمد عوض محمد شاہ بادشاہ دہلی کے ہم عصر تھے۔ مگر منصب قضا و افتا کی آخری کڑی جب پر کہ ہمیشہ کے لئے اس منصب کا خاتمہ ہوا۔ جد معظم مولانا قاضی غلام محمود (نور اللہ مرقدہ) ہی ہوئے۔ جن کے سوانح حیات مختصراً اکتوبر سنہ ۱۹۲۴ء کے رسالہ القریش میں شائع ہو چکے ہیں۔ چونکہ اقبال اپنی حد کمال کو پہنچ چکا تھا اس لئے اب زوال کی باری آئی۔ کہ سنہ ۱۷۶۳ء کے اخیر پر سکھوں کے جور و ظلم اور غارتگری کیوجہ سے امین آباد سے دوامی نقل مکانی کی نوبت بھی آگئی۔ جس کی بنا پر شیخ فتح احمد بن قاضی غلام محمد بن شیخ غلام علی نے بالآخر قریہ سادو گورایہ کو اپنی اقامت کے لئے منتخب کیا اور بیش قیمت جائداد غیر منقولہ واقعہ امین آباد کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہا اس وقت اگرچہ بخت اڑ گیا اور بلندی رہ گئی کی مثال تھی۔ تاہم لقب قاضی بدستور وفادار رہا۔ اور یہاں پہنچکر بھی اس نے پیچھا نہ چھوڑا چاہ فقیراں کے متصل علیحدہ قبرستان بنا تو اس کا نام قبرستان[۱] قاضیاں ہوا۔ گاؤں کے جس محلہ میں رہے اس گلی کا نام گلی قاضیاں ہوا۔ سکھی حکومت کے آخری ایام میں جد بزرگوار قاضی پیر بخش صاحب مرحوم کاردار (بمنزلہ تحصیلدار) ہوئے، تو سمت ۴، ۱۹۰۲ بکرمی میں آپ کے نام جو مراسلات جاری ہوئے۔ تو ان میں بعض مرتبہ آپ کو میاں پیر بخش ترکش اور بعض دفعہ میراں پیر بخش

---

[۱] امین آباد میں بھی چاہ ظاہر والا پر قبرستان قاضیاں [illegible] جداگانہ ہے۔ نظیر

[۲] آہ! برادر عزیز قاضی فتح حسین صاحب مرحوم انسپکٹر پولیس کوئٹہ بلوچستان۔ نظیر

قاضی کے القاب سے خطاب کیا گیا۔ حتیٰ کہ مابعد لفظ قاضی کثرتِ استعمال کی وجہ سے ہماری قومیت کا مترادف بن گیا۔ جیسا کہ ہمارے دادا جان مرحوم قاضی نبی بخش صاحب بھی اپنی ایک تصنیف میں بزبان پنجابی ارشاد فرماتے ہیں،

س۔ سادو شہر مرا جھنگ ہَیت نظیر حسین میرا
قوم قاضیاں وچ اصیل بندہ فتح حسین داجا وایں میرا

اس تمام تذکرے سے مقصود بالذات فقط یہ ہے کہ ہر ایک زمانہ میں ہمارے اسلاف جہاں جہاں گئے اور جہاں جہاں رہے، لقب قاضی بھی بطور وراثت پشتینی ان کے ساتھ ہی رہا۔

یہ باتیں اس لئے بھی ضمناً درمیان آگئیں کہ وہ قوم نہایت ہی قابل رحم خیال کی جاسکتی ہے جو اپنے نامور بزرگوں کے عظیم الشان کارناموں اور حالات کو بھلا دے ان کو نہ جانے یا ان سے اغماض کرے،

ایک زمانہ تھا جبکہ منصب قضاء کا حاصل کرنا اور اس پر پہنچنا ایک امر دشوار تھا کیونکہ کسبی استعداد و قابلیت اور علمی فضیلت کے علاوہ نسبی شرافت و نجابت کی سند بھی اس کے لئے لازمی اور ضروری تھی۔ چنانچہ امیر تیمور نے اپنے دربار شاہی کے مراتب متعلقہ کے لئے جو قواعد و ضوابط منضبط کئے ان میں لکھا کہ "فرزندان دبنا بُردخویشان موافق مراتب خود بالا در صف زدہ بر دور سریر سلطنت بنشینند وسادات عظام و قضات و علماء و فضلا و مشائخ و اکابر و اشراف دست راست جلوس نمائند۔ امیر الامرا بنگلر بیگیاں و امرا و سرداران و امیران الوسی و تواچیان و قشونات و منکوباشیان و یوز باشیان و اون باشیان مطابق مرتبہ خود با طرف دستِ چپ جلوس نمائند"

بعہد تیموری میں قاضیوں کے حدود و اختیارات کی جو تعین کی گئی وہ یہ بھی کہ "باقی امور از دندان شکستن و چشم کور کردن و گوش بینی بریدن و شراب خوردن و زنا کردن اگر از کسے بوقوع آید۔ در دیوان قاضی اسلام و قاضی احداث اجلاس نمودہ آنچہ امور شرعی باشند، قاضی اسلام در آنہا حکم نمایند و آنچہ عرفی باشد، قاضی احداث تحقیق کردہ بعرض من رسانند،

ماوراء ازیں عہدۂ قضا کی آئین کا حال اگرچہ فتاوے عالمگیری اور آئین اکبری وغیرہ میں بھی صراحتاً مذکور ہے لیکن درحقیقت یہ سب کچھ اسی فرمان کے زیر بحث ہے جو جناب حضرت عمر رضی اللہ تعالے عنہ نے ابی موسیٰ کے نام لکھا تھا اور جو اسلامی فقہ کا دستور العمل ہے اور جس کے محور پر آج تک قاضیوں کے احکام گردش کرتے ہیں، قاضی نظیر حسین فاروقی

سنہ ۵۱ - ہشت دانگی تو ... ہوں میں آنکھیں سنہ ۵۲ بنگلر بیگی بزبان ترکی بمعنی امیر الامرا ... سپہ سالار زمانہ حال میں بھی موجودہ خان قلات ... بنگلر بیگی لکھا جاتا ہے، نظیر۔

سنہ ۵۳ زمانہ حال میں بھی ریاست قلات کے ایک حصہ کے نظام جدیدہ میں صد باشی، پنجاہ باشی، اور دہ باشی کے عہدے تجویز کئے گئے۔ جبکہ میں وہاں مستوفی تھا۔ جناب حضرت عمر کے زمانہ میں جو فوجی افسر کم از کم دس سپاہیوں پر مامور تھا امیر الاعشار کہلاتا۔ جس کا نام اصطلاح تیموری میں "اون باشی" ہوا۔ جب ظہور اسلام ہوا تو اس وقت رومی فوج میں جس کے ماتحت دس سپاہی ہوتے "دامرخ" کہلاتا تھا

کیقباد لیر بغیر افواج کے ... میں جس کے زیر حکم دس سپاہیہ سوار ہوتے ... سرخیل کہلاتا۔
نظیر

حشرِ جذبات

(از جناب سید محمد ثاقب صبا کانپوری)

منظامِ کن کے ہر ذرّے سے ہی قدرت آشنا ہوکر
بقا کو ہم نے پایا مجلس آرائے فنا ہوکر

قیامت کا نمونہ ہی کہ جلوے کی پرآشوبی
وہ محوِ ناز ہوتے ہیں فسونِ سازِ ادا ہوکر

مٹائی عشق نے حرص و ہوس کی گرم بازاری
برنگِ خامشی حیرت فروشِ مدعا ہوکر

اٹھاؤ تیغ رہ رہ کر نہ دیکھو نبضِ بسمل کو
رگوں میں دوڑ نکلیگا لہو آبِ بقا ہوکر

کرشمہ سازیاں ہیں بخت کی ناسازگاری میں
پلٹ جاتا ہی دم بھر میں یہ شوخ بیوفا ہوکر

وہ جلوہ جو نہ تھا خواب و خیالِ بزمِ ہستی میں
نظر آیا دل و دیدہ کو سرگرمِ فنا ہوکر

روائی اشک میں پنہاں کئی کچھ بجھتا ہی دل
ڈبویا ضبطِ غم نے وضعِ ناموسِ وفا ہوکر

نمک افشاں ہی یوں بادِ سحر حیران ہی چارہ گر
کہ ہے زخمِ جگر گلریزِ نقشِ مدعا ہوکر

ہوائی دامنِ خنجر تھی عنوانِ حیاتِ غم
پسینہ موت کا بہنے لگا موجِ بقا ہوکر

صنم خانہ کا حسن لاابالی قہر ہے ثاقب
ہتوں کی بے نیازی دم نہ دے ہم کو خدا ہوکر

قلمروِ دکن

اعلیٰحضرت حضور نظام کا مربیانہ فرمان

ممالک حضور نظام حیدر آباد میں دستور ہے کہ حضور نظام (خلد اللہ ملکہ) کی پیدائش کے دن تمام ضلعوں سے نذریں اور تحائف ریاست میں بھیجے جاتے ہیں اور اس طرح بہت سی تکالیف ہوتی تھیں، حضور نظام والئے دکن نے ان تکالیف کے دور کرنے کے لئے ایک فرمان جاری کیا ہے، کہ اب یہ تحائف اور نذریں جب حضور مملکت میں دورہ کریں گے، تو اضلاع اور تعلق کے لوگ اور افسر خود حضور کے پیش کریں۔ کیونکہ اس طرح کوئی تکلیف نہیں ہوگی، جو آدمی اس فرمان کی مخالفت کریگا۔ وہ گورمنٹ کے سامنے اپنی کارروائیوں کے جواب دینے کا ذمہ دار ہوگا۔ خاتمہ پر ہز اگزالٹڈ ہائی نس نے کہا کہ خیر خواہی اور فرمانبرداری کے ثبوت جو رعایا نے شروع اس وقت اپنے بادشاہ کے سامنے پیش کئے ہیں، ہر حالت میں قابل تعریف ہیں اور یہ پرانی رسم ہی صرف ایسی چیز ہے، جو راعی اور رعایا کے درمیان خوشگوار تعلق پیدا کرتی ہے،

فرمان اعلیٰحضرت حضور نظام

چونکہ میری سالگرہ کے موقع پر ممالک محروسہ سے منجانب رعایا جو نذور پیش ہوتے ہیں۔ اسکی وجہ سے ہر سال کچھ نہ کچھ بدعنوانی تھوڑی بہت پیدا ہوتی ہے، لہذا میں حکم دیتا ہوں کہ آئندہ سال سے یہ طریقہ قطعاً موقوف رہے تاکہ بدعنوانیوں کا ہمیشہ کے لئے سد باب ہو جائے، البتہ جب کبھی میں بطور تبدیل مقام یا تفریح ممالک محروسہ کے کسی مقام پر جاؤں تو صرف اس ضلع صوبہ یا تعلقہ کے عہدیدار و سربرآوردہ اشخاص مقامی نذور بالمشافہ پیش کر سکتے ہیں اور اس حد تک کچھ قباحت نہیں ہے،

میرے اس حکم سے تمام سابقہ فرامین کی جو کہ خاص اس باب میں جاری ہوئے تھے، انکی تنسیخ ہو گئی ہے اور آئندہ جو شخص اس کی خلاف ورزی کریگا۔ وہ بعد تحقیقات سرکار کے ہاں جوابدہ قرار پائیگا۔ آخر میں میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ میری رعایا نے زمانہ سابقہ سے تا ایندم ملک و مالک کے ساتھ خیر خواہی و وفاداری کا جو ثبوت دیا ہے وہ ہر طرح قابل ستائش ہے اور یہی ایک چیز ہے جو کہ حاکم و محکوم کے تعلقات کو دن بدن مستحکم و خوشگوار بناتی ہے،

(دستخط) اعلیٰحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہم العالی

گرانقدر عطیہ

اعلیٰحضرت حضور نظام نے پچاس ہزار کا گرانقدر عطیہ وفد ہلال احمر کو عطا فرما کر مسلمانانِ دنیا کو ممنون فرمایا ہے اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہز ہائی نس حضور نواب صاحب بہادر رامپور اور ہز اگزالٹڈ نظام دکن نے ایک عمدہ مثال وفد ہلال احمر کے لئے قائم فرما کر اسلام کی شان کو گھٹنے نہیں دیا۔

حضور نظام کی فیاضی

تمام ہندوستان اور بیرون ہندوستان کے اکثر اسلامی ممالک سلطنت اسلامیہ آصفیہ کے دست کرم سے فیضیاب ہو رہے ہیں اور ہندوستان کے تو ہر علمی و مذہبی کام کو اس اسلامی سلطنت سے امداد پہنچ رہی ہے، ابھی حال کا ذکر

ہے کہ میں نے اعلحضرت سلطان العلوم تاجدار دکن کو توجہ دلائی تھی کہ دہلی میں شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر غازی کی دختر زینت النسا بیگم کی قبر بالکل شکستہ ہوگئی ہے۔ جو دریاگنج کے محلہ میں مرحومہ کی بنائی ہوئی مسجد زینت المساجد نامی کے صحن میں واقع تھی اور جس پر یہ شعر کندہ تھا ؎

مونس ما در لحد فضل خدا تنہا بس است
سایہ از ابر رحمت قبر پوشش ما بس است

غدر کے بعد اس قبر کی حالت بہت تباہ ہوگئی تھی اور کتبہ وغیرہ بھی نابود ہوگیا اور اندیشہ ہے کہ چند روز کے بعد کسی شخص کو یاد بھی نہ رہیگا۔ کہ یہاں شہنشاہ ہند کی نور نظر دوشالہ اوڑھ کر پڑی سوتی ہے۔ اگر شہریار دکن اس طرف توجہ فرمائیں۔ تو تمام ہندوستان کے مسلمان ممنون ہونگے،

اس کے جواب میں اطلاع موصول ہوئی ہے کہ اعلیٰ حضرت تاجدار دکن نے بذریعہ محکمہ امور مذہبی نواب علی نواز جنگ بہادر معتمد تعمیرات کے نام فرمان جاری فرمایا ہے، مقبرۂ زینت النسا بیگم کی تعمیر کردی جائے اور حسب تعمیل فرمان شاہی نواب علی نواز جنگ بہادر نے سید علی رضا صاحب انجنیئر تعمیرات محلات شاہی دہلی کو اطلاع دی ہے، کہ مقبرۂ مذکور کی تعمیر حسن نظامی کے مشورہ کے موافق کردی جائے،

مجھے امید ہے کہ تمام مسلمانان ہند اس تازہ مرحمت خسروانہ کی خبر سنکر تاجدار دکن کے شکر گذار ہونگے اور ان کے لئے دعاء خیر کریں گے۔

آپ کی روشنخیالی

ہز اگزالٹڈ ہائی نس اعلحضرت حضور نظام ہماری قوم کے ایک روشن خیال فرمانروا ہیں۔ رعایا کے ساتھ بلا خیال و مذہب اور قومیت کے مساوات کا برتاؤ کرنا ریاست نظام کی اور بالخصوص موجودہ فرمانروا کی ہمیشہ نمایاں خصوصیت رہی ہے لیکن بدقسمتی سے برٹش انڈیا میں چونکہ کچھ لوگ ایسے پیدا ہوگئے ہیں۔ جن کا مقصد ہندو مسلمانوں میں منافرت پیدا کرانا جسکی وجہ سے برٹش انڈیا میں ہمیشہ ہندو مسلمانوں میں فساد رہتے ہیں لیکن ریاست نظام کی یہ خصوصیت ہے کہ یہاں کبھی ہندو مسلمانوں میں کسی قسم کا جھگڑا نہیں ہوا تھا۔ لیکن جب سے ہندو سنگھٹن اور ہندو سبھا کی تحریک شروع ہوئی اور برٹش انڈیا میں اس کثرت کے ساتھ پے درپے مختلف مقامات میں ہندو مسلمانوں کے درمیان فسادات ہوئے، جنکی نظیر پچھلی صدی میں ملنا دشوار ہے، زیادہ افسوس اس کا ہے کہ ہندو سبھا اور ہندو سنگھٹن کی تحریک کا اثر ریاست حیدرآباد میں بھی پہنچا۔ اور پچھلے سال گلبرگہ شریف میں ہندو مسلمانوں میں سخت فساد ہوا۔

ابھی گلبرگہ شریف کے فساد کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ کہ حیدرآباد میں ہندو سبھا اور ہندو سنگھٹن کے حامیان نے تجویز کی کہ ہندو سبھا کا اجلاس بڑے پیمانہ پر حیدرآباد میں بھی کیا جائے اور اس اجلاس کے پریزیڈنٹ پنڈت مدن موہن مالوی ہوں، کون نہیں جانتا کہ پنڈت مدن موہن مالوی کس خیال کے شخص ہیں، اعلحضرت نظام نے جب یہ سنا تو بذریعہ ایک فرمان کے پنڈت مدن موہن مالوی کے ریاست میں داخلہ کی ممانعت کی۔ یہ فرمان بطور خود اس امر کی دلیل ہے کہ اعلحضرت نظام کس قدر روشن خیال اور باخبر فرمانروا ہیں۔ اعلحضرت نے اپنے فرض کا احساس فرمایا اور ملک کو بدامنی سے محفوظ رکھنے اور ریاست حیدرآباد کے ہندو مسلمانوں کو نااتفاقی کی بلا سے محفوظ رکھنے کے لئے جو تدبیر سب سے زیادہ مناسب اور موزوں تھی وہ اختیار کی۔ لیکن اس فرمان پر ہندو اخبارات ہندو سبھا اور ہندو سنگھٹن کے حامیان اظہار ناراضی کر رہے ہیں جو خلاف توقع نہیں ہے، تعجب تو یہ ہے

کہ اگر سیاسی لیڈر کشمیر جانا چاہیں اور دربار کشمیر ان کے داخلہ کی اجازت نہ دے تو یہ حضرات کسی قسم کی نکتہ چینی یا اعتراض نہ کریں۔ لیکن ہندو سنگھٹن اور ہندو سبھا کی وجہ سے برٹش انڈیا میں فساد ہوں اور ہندو سنگھٹن کے بانی کو اگر اعلیحضرت حضور نظام اپنی ریاست میں آنے کی اجازت نہ دیں۔ تو یہ حضرات آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ بہر حال ان حضرات کا اظہار ناراضی کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ بلکہ بڑی خوشی ہوئی کہ اعلیٰ حضرت نے ریاست حیدرآباد کی حفاظت [illegible] اپنی رعایا کی بہبودی کے مقابلہ میں کسی مخالفت کی پروا نہیں کی

قدم کو آگے بڑھائے جاؤ

جبیں پہ بل تک نہ آئے ہرگز صعوبتوں کو اٹھائے جاؤ　　ملے نہ جبتک نشان منزل قدم کو آگے بڑھائے جاؤ

ستارے سیاح ہیں فلک پر زمیں پر ہیں رواں سمندر　　بڑھے چلو تم بھی سیل بنکر جہاں کو ہمت دکھائے جاؤ

عنان ہمت کو ہاتھ سے دو نہ رہروان طریق الفت　　نوید لاتقنطوا سے تم یاس دوں کی ڈھارسیں بندھائے جاؤ

شجر تمہارا جو کوئی ہوتا تو بیٹھتے آج زیر سایہ　　ہے آنے والوں کا درد تمکو تو کوئی پودا لگائے جاؤ

ریاض ملت میں ہی لگایا یہاں تم نے جو آرزو کا　　لگیگا مقصد کا پھل اسی میں تم آب زر بہائے جاؤ

خزاں کا کب تک عمل رہیگا۔ رہیگی پژمردگی یہ کبتک　　نسیم گلزار قوم ہو تم دلوں کے غنچے کھلائے جاؤ

زمانے کے رنگ ڈھنگ دیکھو روش پرانی چمن کی بدلو　　کچھ آب تجدید سے بنا کر اب اسکی رونق بڑھائے جاؤ

رہے نہ اک فرد قوم جاہل ہر اک کو علم و ہنر سکھاؤ　　جو داغ قوم پہ ہے وہ دھبہ تو چل کے اسکو مٹائے جاؤ

یہ آیۂ "لا یغیر اللہ ما بقوم" کا ہے اشارہ　　کریگی قدرت مدد تمہاری تم اپنی بگڑی بنائے جاؤ

بناؤ گاتے رہو گے کب تک پرائے لوگوں کے کارنامے　　اگر ہے غیرت تمہارے دل میں تو کرکے کچھ بھی دکھائے جاؤ

رہ ترقی پہ چل چکے ہو تو تھک کے پھر بیچ میں نہ بیٹھو
کمر کو ہمت کی کس کے باندھو قدم کو آگے بڑھائے جاؤ

تذکرۂ برادری

قریشی نائٹ سکول

فی زمانہ عوام کی توجہ تعلیم مروجہ کی طرف اور وہ بھی حصول ملازمت کے لئے بہت زیادہ ہے، تعلیم القرآن اور دینیات ایک غیر ضروری چیز سمجھ کر اس پس پشت ڈال دی گئی ہے۔ کہ معمولی سے معمولی مسائل حتیٰ کہ ارکان اسلام تک سے ہماری نوجوان واقف نہیں، اور یہ ایسی کمی اور افسوسناک کمی ہے جو کبھی پوری نہیں ہو سکتی، ہم یہ سنکر نہایت خوش ہوئے ہیں کہ امرتسر میں چند دردمندان کی توجہ اس اہم اسلامی خدمت کی طرف مبذول ہوئی ہے، اور وہ "قریشی نائٹ سکول" کے اجرا کی فوری تجاویز عمل میں لانیوالے ہیں، اس سکول میں انگریزی تعلیم صرف اس قدر دی جائیگی۔ جس سے کاروباری خط و کتابت کی استعداد ہو سکے، تجارتی اور دوکانداری تعلیم کا بھی انتظام ہوگا مگر تعلیم القرآن اور دینیات کا اس قدر معقول و مناسب انتظام ہوگا کہ فارغ التحصیل طلبا اچھے خاصے مناظر و مبلغ ہوں، خیال نہایت نیک ہے خداوند تبارک و تعالےٰ عزائم بانیان کی مدد فرمائے اور استقلال و ثابت قدمی عطا کرے، آمین!

طلبا کے داخلہ میں قومیت کا کوئی سوال نہ ہوگا ہر مسلمان ضابطہ مجوزہ کے ماتحت داخل ہو سکیگا۔ ناظرین القریش سے خصوصاً اور دیگر برادران اسلام سے عموماً ہم سفارش کرتے ہیں کہ وہ اس کار خیر میں مالی کر کے عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں،

ایڈیٹر کو بامر مجبوری حیدرآباد کا سفر درپیش ہے، اجلاس کے انتظامی امور بعض اہم معاملات کو چونکہ میری ذات سے بہت زیادہ تعلق ہے اس لئے اجلاس کی تاریخ واپسی پر مقرر ہوگی جو غالباً ستمبر سے پہلے نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جون کا مہینہ نہیں گذر جائے گا۔

انجمن کی طرف سے خواجہ غلام صادق صاحب پبلک پراسیکوٹر ڈسٹرکٹ امرتسر کو "خان بہادر" کا معزز خطاب عطا ہونے پر مبارکباد دی گئی۔

عالی جناب قاضی عزیز الدین احمد صاحب دیوان ریاست دتیا کو "سی۔ آئی۔ ای" کا معزز اعزاز اور راجہ صاحب محمود آباد کو "مہاراجہ" کا ٹائیٹل عطا ہونے پر انجمن کی طرف سے مبارک باد دی گئی،

موخر الذکر ہر دو بزرگ ہمارے خاندان (قریش) کے معزز رکن ہیں،

بٹالہ، گورداسپور اور امرتسر کی قریشی برادری میں شادیوں کی مختلف تقاریب جو حال میں ہوئیں انجمن مذکور کو مالی امداد دی گئی اور انجمن کے مجوزہ "مسودہ رسومات قبیحہ" پر عمل کرتے ہوئے فضول رسوم سے احتراز کیا گیا۔

امید ہے کہ دیگر مقامات پر بھی لغو، بیہودہ و مفسدانہ رسم و رواج کو ترک کرنیکی کوشش کی جائے گی،

انجمن قریشیان ہند

درخواست ہائے ممبری موصولہ کسی آئندہ میٹنگ میں

بزم احباب

توسیع اشاعت القریش

القریش کے آمد و خرچ کا گوشوارہ مئی کے رسالہ میں پیش کر دیا گیا ہے، ان حالات کی موجودگی میں رسالہ کا جاری رہنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے، مگر چونکہ دردمندان قوم اس کی ہستی قومی شیرازہ بندی کے لئے نہایت ضروری خیال کرتے ہیں، اس لئے اس کے بقا و احیا کے لئے وہ غور کر رہے ہیں، چنانچہ اس وقت تک دو تجویزیں پیش ہو چکی ہیں، پہلی تجویز ہمارے مکرم دوست شیخ غلام حسین صاحب شاکر نے پیش کی ہے اور وہ مئی کے رسالہ میں شائع ہو چکی ہے، دوسری تجویز ہمارے معاون و مربی قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مستوفی الریاست قلات گوجرانوالہ نے پیش کی ہے۔ جو اسی اشاعت میں "القریش کی قسمت کا فیصلہ" میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں،

ہمارے خیال میں دوسری تجویز نہایت معقول و مناسب ہے، ناظرین القریش میں سے اگر پچاس دردمندان دسمبر ۱۹۲۵ء تک بیس بیس خریدار دینے کا تہیہ کر لیں اور اس پر عامل ہوں تو نہایت آسانی کے ساتھ ایک ہزار جدید خریدار بن سکتے ہیں اور اس سے قومی رسالہ کی مالی حالت تسلی بخش ہو سکتی ہے، قاضی صاحب ممدوح چار خریداروں سے پہلی قسط ادا کر چکے ہیں

آپ نے اپنے دو دوستوں کو [illegible] تحریک کی ہے کہ وہ بھی توسیع اشاعت میں حصہ لیں۔ چنانچہ آپ کی تحریک پر حکیم محمد حسین صاحب عباسی [illegible] نے آخیر دسمبر ۲۵ء تک دس اور مولوی محمد سعید عالم صاحب فاروقی بی اے، ایل، وزیرآباد آخیر دسمبر ۲۵ء تک بارہ خریداروں سے مدد کریں گے، جزاہم اللہ خیر الجزاء

ہمیں یقین ہے کہ بہی خواہان القریش اس تجویز کو نظر قبولیت دیکھتے ہوئے بیس بیس خریداروں کے وعدہ سے ہماری حوصلہ افزائی کریں گے، خدا انہیں توفیق دے

شکریہ

مولوی پیر علی اصغر صاحب ضلعدار نے مئی کے رسالہ کی اپیل سے متاثر ہو کر امداداً دس روپے کی رقم بصیغہ منی آرڈر بھجوا کر شکر گزاری کا موقع دیا۔ آپکی یہ امداد بر وقت تھی لیکن انشاء اللہ تعالیٰ ہم اسے جلد واپس کریں گے،

آپکی ذات سے امید ہے کہ قاضی صاحب کی تجویز کو لبیک کہنے میں آپ سبقت کریں گے۔

آپ کے علاوہ جن احباب پر ہمیں توقع ہے ہمارا دل انہیں خوب جانتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ سبقت کس بندۂ خدا کی طرف سے ہوتی ہے،

سفر دکن کیلئے تاکیدی مراسلات

مئی کے رسالہ میں سفر دکن اور اس کی غرض بیان کر دی گئی تھی، ناظرین کرام اور ان میں سے بالخصوص ممتاز حیثیت کے احباب نے اس غرض کو بہتر جانتے ہوئے ہم سے نہ صرف اتفاق ظاہر ہی کیا بلکہ وہ اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ جس قدر جلد ممکن ہو سلطان العلوم شہریار دکن [illegible] کے دربار فیض آثار میں پہنچکر القریش کی موجودہ حالت کا نقشہ پیش کرتے ہوئے توجہ عالی اس کی شاہانہ امداد کی طرف معطوف کرائی جائے، ان مراسلات میں دعوے کیا گیا ہے۔ کہ

زندہ قوموں کی جدوجہد

قابل تقلید مثالیں

جدوجہد کے میدان میں وہی قومیں قدم رکھ سکتی ہیں جن میں کچھ زندگی کے آثار باقی ہوں،

بدقسمتی سے قوم قریش اپنی غفلت و کاہلی سے دولت علم و عمل سے محروم ہو چکی ہے، مالی و تجارتی کمزوری نے اسے مردہ کر رکھا ہے، زندگی کے آثار اس قدر مفقود ہو چکے ہیں کہ قومی عروج و زوال پر انہیں غور کرنے کی مہلت نہیں ملتی، اللّٰھم ارحم،

عنوان بالا القریش کا مستقل عنوان ہے اس سے مقصود صرف یہ ہے، کہ میدان عمل اور شاہراہ ترقی میں بڑھنے اور اوج ثریا پر پہنچنے کے لئے تگ و دو کرنیوالی قوموں کے حالات سے انہیں آشنائی ہو، تاکہ اس تاثر سے تقلید کیلئے ان کے دل میں ایک جوش ایک ولولہ اور ایک حرکت پیدا ہو، آمین،

گذشتہ اشاعتوں میں راعیں، راجپوت کشمیری اور گوجر و دیگر ایسی قوموں کی قومی جدوجہد کا تذکرہ آچکا ہے، آج ہم ان قوموں کے قومی جذبات کا ذکر کرتے ہیں، جنہیں فی زمانہ ذلیل اور ادنےٰ ترین سمجھا جاتا ہے کیا قریشی جو کبھی سرتاج اقوام عالم اور ہستاد زمانہ تھے اس سے کچھ سبق نہ لیں گے، اور کیا ان کا فرض نہیں، کہ وہ عظمت رفتہ کو واپس لانے کے لئے میدان عمل میں بڑھیں، ہے اور ضرور ہے، اللہ تبارک وتعالےٰ توفیق دے،

مراسیوں کی بیداری

لائل پور کے مقام پر گذشتہ مارچ کی ۲۴، ۲۵ تاریخ کو مراسیوں کا ایک شاندار اجلاس ہوا، دور ونزدیک کے لوگ جلسہ میں شریک تھے،

کہا جاتا ہے کہ کم و بیش دو ہزار نفوس کی موجودگی میں نہایت تزک و احتشام کے ساتھ اس جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی، استقبالیہ نظموں اور رباعیوں سے مہمانوں کا خیر مقدم کیا گیا۔

صدارتی تقریر میں قوم کی سوشیل حالت پر عالمانہ تبصرہ کیا گیا اور بتلایا کہ مراسی عربی النسل ہیں، انہیں مروجہ قبیحہ عادات مثل گداگری وغیرہ چھوڑ کر اپنے اسلاف کی پیروی کرنی چاہیئے، بچوں کی تعلیم کی طرف اس قدر راجع ہونا چاہیئے کہ دینی و دنیوی تعلیم میں وہ مثال کے طور پر وہ پیش کئے جاسکیں، چنانچہ اس قسم کے کئی ایک رزولیوشن پاس کئے گئے،

نسب نامہ کی تشخیص وتحقیق اور تکمیل پر زیادہ زور دیا گیا۔ علاوہ قوم کی اصلاح پر بہت سی تقریریں ہوئیں اور باضابطہ کانفرنس کی طرح ڈالی گئی۔ چنانچہ اس کانفرنس دوسرا ابتدائی اجلاس ضلع سیالکوٹ میں گذشتہ ماہ نہایت کامیابی کے ساتھ سرانجام ہوا۔

غور کا مقام ہے کہ جن لوگوں کو ابھی اپنی نسب کا ہی پتہ

نہیں، وہ عربی النسل کے موہوم اور بے دلیل دعویٰ پر اسلاف کی پیروی کے لئے بیتاب ہوں اور قومی ترقی و اصلاح کے لئے بیقرار اور ہم جو صحیح النسب اور قریش ایسے ممتاز خاندان سے نسبت رکھتے ہیں اس قدر بے حس و حرکت ہیں۔ جس کی دنیا میں دوسری مثال نہیں، اللہ فضل کرے،

خاکروبوں کا احساس

گذشتہ دنوں امرتسر میں خاکروب برادری کا ایک جلسہ ہوا، جالندھر، گورداسپور، اور لاہور کے نمائندے شریک جلسہ تھے کم و بیش ایک سو ممبران کی موجودگی میں کارروائی شروع ہوئی، صدر ایک ایسا شخص تھا جو یورپ کے مشہور مقامات امریکہ وغیرہ کی سیاحت کی وجہ سے معاشرتی حالات سے واقف تھا، اس نے اپنی تقریر میں ولایت کے خاکروبوں کی سوشیل حالت کا پنجابی خاکروبوں کی حالت سے مقابلہ کرکے بتلایا کہ ہماری زندگی نہایت پریشان زندگی ہے جلسہ کا نظارہ قابل دید تھا، کئی تجویزیں پاس کی گئیں، تعلیم کی ضرورت پر بڑا زور دیا گیا، حاضرین نے اپنے بچوں کو سکول میں داخل کرنے کے حلفیہ وعدے کئے، چنانچہ دوسرے ہی دن کئی ایک لڑکے سکول میں داخل کردیئے گئے، جو میونسپلٹی کیطرف سے انکی تعلیم کے لئے کھلا ہوا ہے، کیا بحالات موجودہ قریشی برادران کو زمانہ کے رنگ و رخ پر غور کرنیکی ضرورت نہیں؟

حکمت و موعظت

انسان سست ہے، کاہل ہے آرام طلب ہے عیش پسند ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ پستی و زوال میں افتادہ رہتا ہے اور عروج و کمال کی بلندیوں تک نہیں پہنچتا۔ وہ صرف اتنی محنت اور مشقت ہی گوارا کرتا ہے جس کے بغیر کام نہیں چل سکتا اور جس کے بغیر نفس کی آمد و شد کا باقی رکھنا محال ہے۔ اس کے علاوہ وہ اپنے طاقت اور اپنا وقت صرف کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اسی سستی اور کاہلی کا یہ نتیجہ ہے کہ قول اور فعل علم اور عمل، دل اور زبان میں باہم مطابقت نہیں۔ اگر تم محاسبہ کے لئے تیار ہو جاؤ تو اندازہ ہوگا۔ کہ تم جو کچھ جانتے ہو اور جتنا علم رکھتے ہو اس کا ہزارواں حصہ بھی عمل نہیں کرتے اگر تم ایک آنکھوں والے راہرو کو دیکھو کہ سیدھی راہ چھوڑ کر کانٹوں میں الجھ رہا ہے یا کنوئیں میں جا گرا ہے، تو فوراً ملامت کے لئے آمادہ ہو جاؤ گے۔ کہ بینائی کے باوجود کانٹوں میں الجھ گیا یا کنوئیں میں گر گیا لیکن تم اپنے آپ کو کچھ نہیں کہتے کہ دانش و بینش کے باوجود اور نیک و بد میں امتیاز کرنے کے باوصف نیکیوں کو چھوڑ کر برائیاں اختیار کرتے ہو، ایک کام کے متعلق تم اچھی طرح جانتے ہو، تجربہ و عبرت کے تمام مدارج طے کر چکے ہو اور یقین رکھتے ہو کہ اس کا انجام اچھا نہیں۔ لیکن پھر بھی اسے اختیار کرتے ہو، اسی طرح ایک کام کے متعلق تمہیں کافی علم ہے، اس کے فوائد اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو، لیکن پھر بھی اس سے اجتناب کرتے ہو انصاف سے کہو کہ ایسی حالت میں زندگی کی ناکامی کس حد تک تمہاری کوتاہیوں پر موقوف ہے، اگر علم و عمل کے دونو پلے برابر ہو جائیں تو دنیا نیکیوں سے بھر جائے، اور ہر طرف اولیاء اصفیا نظر آئیں، کاش تمہیں کبھی علم و عمل کی مساوات کا شوق پیدا ہو اور تم روزانہ اس بات پر غور کیا کرو کہ تم جو کچھ جانتے ہو اسکے مطابق عمل کرتے ہو یا نہیں اور جو خامی نظر آئے اس کی تلافی کے لئے آمادہ ہو جاؤ، اگر خدا نے تمہیں توفیق

تذکرۂ سادات قریش

(گذشتہ سے پیوستہ)

عشرہ مبشرہ میں سے دوسرے صاحب حضرت عمر علیہ السلام تھے، آپ کے اسلام لانے سے مسلمانوں کی پوری قوت حاصل ہوگئی تھی، زمانہ جاہلیت میں سادات قریش میں خدمات قوم مقرر تھیں، جیسے ہم اوپر لکھ آئے ہیں، آپ کے خاندان کے متعلق سفارت تھی، یہ خدمت علمبرداری، حجابۃ، سقایۃ وغیرہ کی خدمات سے کم نہ تھی، حضرت عمر کے اسلام لانے کے بعد آپ کی شان تمام مسلمانوں میں ایک ممتاز شان تھی۔ حضرت ابن مسعود فرمایا کرتے تھے کہ ابتداء میں ہم پوشیدہ طور پر عبادت کرتے تھے، اور جب حضرت عمر ایمان لائے تو ہم کھلم کھلا کرنے لگے، حضور سرور دو عالم نے چند بار دعا فرمائی تھی، اللھم اشدد الدین بعمر، یعنے اے اللہ عمر کے ذریعہ سے دین اسلام کو مضبوط اور قوی کر، چنانچہ آپ کی دعا مقبول ہوئی۔ آپ نے اسلام کی وہ خدمت کی کہ اسلام اس کا شکر گذار ہے جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں حضور سرکار دو عالم کو دیکھا کہ صبح کی نماز کے بعد آپ مڑ کر بیٹھے ہیں اور ایک خوان خرما کا آپ کے سامنے آیا آپ نے سب کو تقسیم کیا مجھے بھی چند خرمے عنایت فرمائے، میں نے عرض کیا کہ اور عنایت ہوں۔ آپ نے اور نہ دیئے، خواب دیکھ کر میں بیدار ہو گیا۔ نماز صبح کا وقت قریب تھا میں تیار ہو کر مسجد نبوی میں آیا۔ جناب حضرت عمر نے نماز پڑھائی اور جس طرح جس جگہ حضور کو میں نے خواب میں بیٹھا ہوا دیکھا تھا۔ بعینہ اسی طرح اسی رُخ سے حضرت عمر بیٹھے اور آپ کے سامنے اسی طرح خرما کا خوان آیا اور آپ نے ویسے ہی تقسیم کیا، جس طرح حضور نے کیا تھا اور مجھے اسی قدر خرمے دیئے جس قدر حضور نے دیئے تھے میں نے کہا کہ میں تو زیادہ کا مستحق ہوں، حضرت عمر نے فرمایا کہ اگر شب کو حضور نے آپکو زیادہ دیئے ہوتے تو میں بھی دیتا اس قسم کے بہت سے واقعات ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے، کہ دربار نبوی میں آپ کا مرتبہ کس قدر بلند تھا اور کس قدر آپ کی فراست بڑھی ہوئی تھی۔ حضور سرکار دو عالم کو آپ سے بیحد محبت تھی اور ظاہر ہے کہ حضور اسی شخص سے محبت کیا کرتے تھے جس کا مرتبہ دربار خداوندی میں زیادہ ہوتا تھا۔ آپ نے باوجود ایک شہنشاہ ہونے کے ایسے زہد سے کام لیا جس کی نظیر نہیں ملتی، نہ اچھا کھایا نہ اچھا پہنا۔ نہ عمدہ بستر پر سوئے نہ اپنی اولاد کے لئے کچھ چھوڑا، ممکن تھا کہ کوئی علاقہ دے جاتے، مگر ایسا نہیں کیا۔ اہل بیت رسول اللہ کو ہمیشہ اپنی اولاد پر ترجیح دی۔ وظائف کا رجسٹر جب تیار ہوا تو حضرت علی نے فرمایا کہ اول آپ اپنا نام لکھئے۔ کیونکہ آپ امیر المومنین ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ حضرت عباس عم رسول کے ہوتے ہوئے میں کس طرح اپنا نام لکھ سکتا ہوں۔ اسی طرح حضرت شہر بانو کی طرف جب عبداللہ بن عمر کا خیال ہوا ہے، اور جناب امام حسین کی توجہ بھی ہوئی ہے تو آپ نے عبداللہ بن عمر کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تمہارا باپ نہ ایسا ہے جیسے ان کے باپ اور نہ تمہاری ماں ایسی ہیں جیسی انکی، پھر تمکو ان پر کس طرح ترجیح ہو سکتی ہے، یہ تھی ان سادات قریش کی منافیت واخلاص، اسی وجہ سے تو جناب باری نے دنیا میں ہی ان کے جنتی ہونیکی بشارت دیدی تھی۔ باقی آپ کے

فضائل اس قدر ہیں کہ بیان نہیں ہو سکتے۔ صحیح حدیث میں ہے، کہ حضور نے ارشاد فرمایا تھا۔ کہ سیدا کہول اہل الجنۃ ابوبکر و عمر یعنی حضرت صدیق حضرت فاروق اعظم، جو لوگ ادھیڑ عمر میں انتقال کر گئے ہونگے اور وہ جنتی ہونگے، آپ دونوں ان کے جنت میں سردار ہونگے، جیسے جوانوں کے سردار حضرت حسین علیہ السلام ہونگے،

فرزند احمد عباسی از دہلی

متفرقات

ریاست کشمیر و حیدرآباد

اعلیحضرت حضور نظام دکن نے پنڈت مالویہ کا داخلہ اپنی قلمرو میں بند کر دیا، وہ ایک ہندی سبھا کی صدارت کے لئے جانے والے تھے، اس پر ہندو اخبارات اور ہندو مجالس نے شور و غل سے آسمان سر پر اٹھا لیا ہے اور حضور نظام کی مخالفت میں صفحوں کے صفحے سیاہ کر رہے ہیں، معاصر "ریاست" بھی اپنے قریب کے رشتہ داروں کی ہاں میں ہاں ملا رہا ہے اور وہ ایک ادبی مجلس کی شرکت کیلئے ممانعت کو حضور نظام کا مستحسن فعل قرار نہیں دیتا۔ لیکن اسے شائد یہ معلوم نہیں کہ داخلہ کی قطعی ممانعت نہیں بلکہ اس شرط سے مشروط تھا۔ کہ اگر پنڈت مالویہ شدھی اور سنگھٹن کی تحریک میں حصہ نہ لینے کا وعدہ کریں تو بڑے شوق سے ہندی سبھا کی صدارت کے لئے تشریف لا سکتے ہیں، لیکن پنڈت جی نے انکار کر دیا۔

پنڈت مالویہ نے ہندو مسلمانوں میں جس قدر نفاق پھیلایا اور منافرت کی جو آگ ہندوستان میں بھڑکائی ہے وہ سب پر روشن ہے، اگر ایسے فتنہ پرداز کا داخلہ بند کر دیا ہے تو انہوں نے رعایا کے حق میں بہتر کیا ہے۔

لیکن اس کے مقابلہ میں ریاست کشمیر کی انصاف پسندی ملاحظہ ہو کہ آل انڈیا مسلم کشمیری کانفرنس نے سرینگر میں اپنا اجلاس منعقد کرنے کی اجازت طلب کی اور اقرار کیا کہ وہ کسی سیاسی مسئلہ پر گفت و گو نہ کریگی۔ بلکہ مسلمانان کشمیر کی علمی اخلاقی، اور اجتماعی حالت کو بہتر بنانے کے وسائل پر غور کریگی لیکن دربار کشمیر نے اجازت نہ دی کیا کسی اخبار اور ہندو سبھا نے اس پر احتجاج کیا؟

حضور نظام پنڈت مالویہ کو اپنی ریاست میں اس شرط پر آنیکی اجازت دیتے ہیں کہ وہ سنگھٹن اور شدھی کی تبلیغ نہ کریں، لیکن مسلمانان کشمیر کی ایک معتدل نمائندہ مجلس خود سیاسیات سے محترز رہنے کا وعدہ کرتی ہے اور اس کو اجازت نہیں ملتی،

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

حزب الاحناف کے اجلاس منعقدہ لاہور میں اخبار زمیندار و اخبار سیاست کے مدیران کی نسبت فتوی کفر صادر کر دیا ہے، جس سے مسلمانوں میں سخت ہیجان پیدا ہو گیا ہے،

کوہاٹ میں ہندو واپس چلے گئے ہیں، تعمیر مکانات کے ساتھ ساتھ منافرت انگیز پراپیگنڈا بھی جاری ہو گیا ہے، افسوس!

چین میں اس قدر قحط پڑ گیا ہے کہ لوگ گھاس پھوس کھا کر گذارہ کرتے ہیں اور اب وہ بھی ختم ہو گیا ہے،

حضور نظام نے "مرہٹی اور گجراتی پرکاش" کا جو بمبئی خدام ہند کا اخبار ہے اسکی غلط اور ناپاک تحریرات کے باعث اپنی ریاست میں داخلہ ممنوع قرار دیا ہے،

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

اسلامی، اصلاحی اور قومی ماہوار رسالہ

القریش امرتسر

ایڈیٹر

محمد علی وثوق صدیقی

قیمت سالانہ تین روپے ——— قیمت فی پرچہ ۴ر

طلباء سے [illegible]

آفتاب برقی پریس امرتسر میں مولوی محمد عبد اللہ صاحب متاس پرنٹر کے اہتمام سے قریشی محمد علی صاحب وثوق صدیقی پبلشر کیلئے چھپکر دفتر القریش امرتسر سے شائع ہوا

مقاصد

افرادِ قوم میں اتحاد و اتفاق اور محبت و مودت کا رشتہ قائم کرنے اور نوجوانانِ قوم کو صبر و استقلال، فیاضی و ثابت قدمی، صلہ رحمی و ایثار نفسی، محنت و جفاکشی، احسان و مروت، خاندان کی عزت و مہمان نوازی کا سبق دینا اور رسوماتِ قبیحہ سے بچنے کی تلقین کرنا،

اگر آپ

کو ان مقاصد سے اتفاق ہے اور اپنی قوم کیلئے اِنکی تکمیل مفید سمجھتے ہیں تو

آپکا فرض

ہی کہ آپ اخوت و یگانگت، ہمدردی اور مروت سے اپنے قومی نقارہ (القریش) کی آواز بلند کرنے اور افرادِ قوم کے کانوں تک پہنچانیں کارپردازان القریش کا بطریق ذیل ساتھہ دیں،

(۱) قلمی اعانت (اصلاحی اور ایسے مضامین جو مقاصد مجوزہ کے موافق ہوں کی ترسیل)

(۲) ترقی اشاعت (حلقہء اثر اور دیگر ذرائع سے خریدار بناکر)

(۳) القریش کی آواز پر کان دینے کے خوگر اور تجاویز مفیدہ پر عامل ہو کر۔ (کیونکہ کسی پس افتادہ قوم کی شیرازہ بندی کا راز اسی میں مضمر ہے)

منیجر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نستعینہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ختم المرسلین

مطلع انوار ایماں ذکر ختم المرسلین — منبع برکات و احساں ذکر ختم المرسلین

دفتر تنزیہ و احساں ذکر ختم المرسلین — نسخۂ تفسیر قرآں ذکر ختم المرسلین

شاہد نازک خیالاں غازۂ حسن و جمال — ہیکل آشفتہ طبعاں ذکر ختم المرسلین

رحمۃ للعالمین و راحۃ للعاشقین — مقصد تنزیل فرقاں ذکر ختم المرسلین

شان یکتائی احمد قل ہو اللہ احد — نغمۂ تحمید یزداں ذکر ختم المرسلین

حاصل عمر عزیز و ثمرۂ نخل حیات — آیۂ تطہیر و رضواں ذکر ختم المرسلین

محفل عیش شب معراج میں پیش خدا — تھا سرود حور و غلماں ذکر ختم المرسلین

کیسے لے لیکر مزے قرآں میں فرماتا ہے آپ — حضرت بیچوں و سبحاں ذکر ختم المرسلین

پیشکش لایا ہے وحشی بارگاہ ناز میں،

بہر عفو جرم و عصیاں ذکر ختم المرسلین

وحشی

القریش کی خدمات کا اعتراف

بارگاہِ آصفیہ عالیہ سے دوسری اپیل

القریش کی مختلف اشاعتوں سے نیازمند ایڈیٹر کے سفر دکن کا معلوم کر کے بلند شہر، ہزارہ، شاہ پور، اور فیروز پور وغیرہ کی قریشی برادری نے قومی حمیت و ہمدردی سے اپنی مقامی برادری کے جلسوں میں جو رزولیوشن پاس کئے ہیں۔ انکا مطلب و مفہوم سرکار اعلیٰ و اقدس کے گوش حق نیوش تک پہنچانے اور ناظرین کرام کی واقفیت کیلئے درج ذیل ہے، وھو ھذا

(مفہوم باالاختصار)

یہہ جلسہ القریش کی ان قومی و علمی خدمات کو جو اس نے گذشتہ ایام میں انجام دی ہیں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتا ہوا مسعود العاقبہ اعلیٰحضرت سلطان العلوم ہز اگزالٹڈ ہائی نس حضور نظام آصفجاہ والئی دولت آصفیہ عالیہ خلد اللہ سلطنتہٗ و حشمتہٗ کی بارگاہ گیتی پناہ سے پرزور مگر مؤدبانہ التجا و اپیل کرتا ہے۔ کہ آن والا دودمان زرہ لطف و کرم شاہانہ و مراحم و فیوض خسروانہ ہماری قومی رسالہ القریش کو نوازشات شاہانہ کی خلعت فاخرہ سے مزین و مفتخر فرما کر اسے مزید قومی خدمات کا موقع بخشیں،

اس تجویز کے محرک اوّل مولانا مولوی حاجی سید قطب الدین شاہ صاحب ہاشمی، میاں شیخ اعجاز نبی صاحب صدیقی ایم۔ اے، مولوی شیخ کریم الدین صاحب صادق بی۔ اے، مولانا پروفیسر قاضی محمود علی صاحب علوی۔ عالیجناب مولوی سید شہسوار شاہ صاحب بخاری، قریشی افتخار الحق صاحب افتخار بی۔ اے اور مفتی قاضی غلام غوث صاحب مولوی فاضل ہیں، جو قومی خدمات و اصلاحی تحریکات میں ہمیشہ پیش پیش رہتے اور دل میں گہرا قومی درد رکھتے ہیں۔ جولائی ۱۹۲۳ء میں بھی انہی بزرگوں نے ناچیز القریش کی خدمات کا بہترین الفاظ میں اعتراف کرتے ہوئے سلطان العلوم حضور نظام اناراللہ برہانہ کی عالمگیر فیاضی سے مستفیض ہونے کے لئے اپیل پیش کرنے کی تحریک کی تھی،

ہم اپنے محسن و کرم فرما بزرگان کے صدق دل سے مشکور ہیں۔ کہ انہیں القریش کی بہتری اور قومی ترقی کا ہمیشہ خیال رہتا ہے، جزاھم اللہ خیر الجزاء

رونق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاِنَّمَا الْاُمَمُ الْاَخْلَاقُ مَا بَقِیَتْ فَاِنْ ھُمُ ذَھَبَتْ اَخْلَاقُھُمْ ذَھَبُوْا ،

قوم سے مراد قوم کے اخلاق ہیں، جب تک اخلاق ہیں قوم بھی ہے، اخلاق گئے تو قوم بھی گئی،

جولائی ۱۹۲۵ء جلد ۱ نمبر ۷

قومی ترقی اور اخلاقی تعلیم

پوشیدہ امور کی حقیقت ظاہری علامات ہی کو دیکھ کر پہچان سکتے ہیں، مثلاً ایک طبیب کسی بیمار کا مرض تشخیص کرنا چاہتا ہے تو لامحالہ وہ اس کی نبض دیکھ کر اور زبان اور آنکھوں کا معائنہ کرکے استدلال کرتا ہے، مرض کی صحیح تشخیص ہو جائے تو معالجہ چنداں دشوار نہیں۔ بعض بیماریاں ایسی بھی ضرور ہیں۔ جن کو اطبا نے متعسر العلاج قرار دیا ہے، منجملہ ان کے وہ امراض ہیں جو بچوں کو آباد اجداد سے وراثت میں ملتے ہیں۔ لیکن کیا اس حالت میں طبیب کو مایوس ہو کر علاج سے دست کش ہو جانا چاہیئے نہیں، جہاں تک بھی ممکن ہو مرض کا استیصال کرنے کے لئے سعی بلیغ کرنا اس کا فرض ہے،

بایں ہمہ یہ ممکن نہیں کہ طبیب کی تشخیص تمام امراض پر حاوی ہو سکے، بعض بیماریوں کی حقیقت اس قدر غامض اور پوشیدہ ہوتی ہے۔ جس سے طبیب بالکل اسی طرح ناواقف محض ہوتا ہے، جس طرح کہ وہ دیگر فنون سے بے خبر ہے، یہ تو جسمانی امراض کی کیفیت ہوئی۔ لیکن اخلاقی امراض کا علاج اطبائے جسمانی کا کام نہیں بلکہ اس کے لئے روحانی حکیموں کی ضرورت ہے، جن کو علمائے اخلاق کہتے ہیں، یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ روحانی امراض کا علاج جسمانی امراض کی نسبت زیادہ مشکل ہے، یہ ایک بدیہی بات ہے کہ قوم بذات خود کوئی علیحدہ چیز نہیں۔ بلکہ انہی افراد

کا مجموعہ قوم کہلاتا ہے ۔ اگر افراد کی اخلاقی حالت خراب ہے تو یقیناً قوم کا ادبار سمجھنا چاہیئے ۔ برخلاف اس کے مگر اس کے افراد کی اخلاقی حالت اچھی ہے تو یہ قوم کے اقبال اور ترقی یافتہ ہونے کی علامت ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ہم بعض قوموں کو دیکھتے ہیں کہ انہوں نے علوم و فنون اور دولت و ثروت میں کوئی نمایاں تفوق حاصل نہیں کیا ۔ لیکن پھر بھی ان کا شمار ترقی یافتہ قوموں میں ہوتا ہے ۔ جس کی تمام تر وجہ ان کے اخلاق کی ترقی یافتہ حالت ہے ۔

علمائے اخلاق کا یہ قول نہایت بجا اور درست ہے کہ اگر کوئی شخص علوم و فنون میں دستگاہ کامل رکھتا ہو لیکن اس کی اخلاقی حالت اچھی نہیں تو دنیا کے لئے اس کا وجود کچھ بھی مفید نہیں ہو سکتا ۔ ہاں یہ بالکل ممکن ہے کہ انسانی نوع انسان کے لئے اس کا وجود باعث مضرت ثابت ہو ۔

جس طرح طبیب ایک شخص کا چہرہ اور خدوخال دیکھ کر اس کی اندرونی بیماریوں پر استدلال کرتا ہے ۔ بعینہٖ اسی طرح ایک مبصر کسی قوم کی کمزوریاں اور خرابیاں مشاہدہ کر کے معلوم کر سکتا ہے کہ یہ قوم اخلاقی اور روحانی نقائص و علل میں مبتلا ہے اور اگر جلد تر اس کا تدارک نہ کیا گیا ۔ تو بتدریج یہ حالت بد سے بدتر ہو کر آخر کار اس کے لئے مہلک ثابت ہو گی ۔ اور اس کا نام صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائیگا ۔

ایک ناقد بصیر کو ہماری قوم کے حالات پر نظر غائر ڈالنے کے بعد یہ کہنے میں تامل نہیں ہو گا ۔ کہ وہ ایسے خوفناک امراض میں مبتلا ہے ۔ جن کا اگر تدارک نہ کیا گیا ۔ تو وہ ضرور اس کی ہلاکت اور زوال کا موجب ہونگے ، ایسی حالت میں کیا یہ ممکن ہے کہ اس قوم کے فرزندان رشید اس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار نہ کریں ؟ اور کیا انہیں یہ گوارا ہو گا ۔ کہ وہ اپنی آنکھوں سے اس کو فنا ہوتا دیکھیں اور ان کے جذبات میں کوئی تحریک پیدا نہ ہو ؟ نہیں ہرگز نہیں ، اس میں ذرہ بھی شک نہیں کہ قوم میں ایسے افراد موجود ہیں ، جو اپنی عزیز جانوں اور اپنے قیمتی اموال کو قومی ترقی میں بذل کر دینے سے دریغ نہیں کرتے ۔ یہ بھی مسلم ہے کہ قوم کے حق میں یہ درد رکھنے والے اصحاب اپنا کام نہایت نیک نیتی اور استقلال کے ساتھ کر رہے ہیں ۔ باایں ہمہ ان کی کوششیں بار آور نہیں ہوتیں ، اور بعینہٖ یہ حالت پیش آتی ہے ، کہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی ، خواہ اس کے کچھ ہی اسباب ہوں ۔ لیکن سب سے بڑا باعث یہ ہے کہ علاج باقاعدہ نہیں کیا جاتا ۔

ہماری قوم کا سب سے شدید مرض اس کے اخلاق کی انحطاطی حالت ہے ۔ پہلے پہل لڑکے کی نشو و نما والدین کے دائرۂ اثر تک محدود ہوتی ہے لیکن ماؤں کی یہ حالت ہے کہ اس ترقی کے زمانہ میں بھی وہ ماں بڑی لائق اور تعلیم یافتہ سمجھی جاتی ہے جو شُد بُد لکھ پڑھ سکنے کے علاوہ موسیقی سے واقف ہو ، پیانو باجا بجانا جانتی ہو اور ما لک غیر کی کسی زبان میں اناپ شناپ گفت و گو کر سکتی ہو ، باپ کی لیاقت بھی اسی کے قریب قریب ہوتی ہے ۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ باپ کے معلومات نسبتہً زیادہ وسیع ہوتے ہیں ۔ والدین کے علاوہ جن لوگوں سے اس کو سابقہ پڑتا ہے وہ عموماً سخت جاہل اور کندۂ ناتراشیدہ ہوتے ہیں ۔ گھر کے نوکر چاکر اکثر اس قسم کے لوگ ہوتے ہیں ۔ جن کی صحبت تعلق سے

اگر قطع نظر کرلی جائے تو ان میں اور چار پایہ حیوانوں میں ذرہ بھی فرق محسوس نہیں ہوتا، عہد طفولیت میں تو اس کے گرد و پیش یہ حالات محیط رہتے ہیں، ذرہ بڑا ہو کر اس کو کسی دفتر یا دوکان یا کارخانہ میں (جس کو اس کے حق میں مدرسہ یا دار العلوم تصور کرنا چاہیئے) اس کام پر لگایا جاتا ہے، جس میں اس کے آبا و اجداد نے اپنی عمر عزیز بسر کی ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ اپنے باپ دادے کی حیثیت سے ایک اینچ بھی ترقی کرکے آگے کو نہیں بڑھتا ان حالات کو مدنظر رکھ کر کون کہہ سکتا ہے کہ ہماری موجودہ یا آئندہ نسل معراج کمال پر صعود کرکے ایک ترقی یافتہ قوم کہلانیکی مستحق ہوگی،

کہا جاتا ہے کہ ایک لڑکے کیلئے تحصیل علوم کا مرکز اس کا "مدرسہ" ہے، اور اخلاق وہ اپنے والدین کے آغوش تربیت میں حاصل کرتا ہے، لیکن جن لڑکوں کے والدین اور مدارس کی یہ کیفیت ہو تو ان کا خدا حافظ ہے،

مدارس اور تعلیم گاہوں کو صرف تحصیل علوم کا ذرایہ سمجھا گیا ہے، لیکن کیا یہ ممکن نہیں کہ انہیں مدارس میں اخلاقی تعلیم کا بھی بند و بست کیا جائے، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ طالب العلم زیور ادب و شائستگی سے آراستہ ہوگا قوم کے افراد کو بھائی سمجھ کر ان سے ہمدردی کریگا۔ صادق القول اور وعدہ کا پکا ہوگا۔ اور اس کے ہر ایک کام میں اخلاص کی جھلک پائی جائیگی۔ ساتھ ہی وہ ان تمام مذموم اخلاق (مثلاً دورنگی۔ ریاکاری۔ دروغ گوئی۔ حسد۔ کینہ وغیرہ) سے بری ہوگا۔ جو جاہلوں اور رذیل الاخلاق لوگوں کی صحبت میں رہ کر ان میں سرائت کر سکتے ہیں۔ اگر ہمارے میں اس طرح کی اخلاقی تعلیم شامل کی جائے۔ جس سے نتائج بالا ظہور میں آئیں، تو یقیناً قوم کی بھلائی اور فلاح و بہبود کے دن عود کر آئیں،

ہماری قوم میں یہ بڑی اخلاقی کمزوری ہے کہ اگر کوئی شخص یاوری طالع سے کسی دولتمند کے گھر میں پیدا ہوا ہے تو وہ تمام ان لوگوں کو جو دولت و ثروت میں اس سے کمتر درجہ رکھتے ہیں نفرت اور حقارت کی نظروں سے دیکھتا ہے اور معاشرت کے حقوق اور حسن خلق کو بھول جاتا ہے۔ اس میں ذرہ بھی شک نہیں کہ جس شخص کی اخلاقی تربیت مناسب طریق پر نہیں ہوئی وہ اپنی ذات کے حق میں اور دوسرے بنی نوع کے لئے حیوانوں سے بھی زیادہ مضر ثابت ہوتا ہے، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو طالب علم کسی کالج یا مدرسے میں ایک مدت دراز تک اکٹھے رہکر تعلیم پاتے ہیں وہ عموماً مدرسہ سے نکل کر ان تمام تعلقات کو فراموش کر دیتے ہیں اور ایک دوسرے سے بالکل بیگانہ ہو جاتے ہیں۔ یہ بات خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ اغنیا اور دولت مندوں کے لڑکے اپنے سے کمتر لڑکوں کو حقیر خیال کرتے ہیں، حالانکہ انکی لیاقت ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوتی ہے، برخلاف اس کے متمدن اور ترقی یافتہ ممالک میں ایک بیرن یا لارڈ اپنے پرانے ہم جماعت کو وقعت کی نگاہ سے دیکھتا۔ اس سے ملکر بشاشت کا اظہار کرتا ہے اور بوقت ضرورت ہمدردی کرکے اسکی اعانت اور دستگیری کرنے سے دریغ نہیں کرتا۔

اس نمایاں فرق کی وجہ بالکل صاف ہے۔ یہ ان ملکوں کی اخلاقی تعلیم کا نتیجہ ہے، علوم ریاضی جغرافیہ یا علم قانون اور طب وغیرہ میں مہارت حاصل کرنے میں ان نتائج کے ظہور میں آنے کی توقع رکھنا سراسر فضول ہے، تمدن اور تہذیب کی جڑ اخلاقی تعلیم سے مضبوط اور مستحکم ہوتی ہے لیکن جس

عمارت کی بنیاد ہی کھوکھلی ہو تو اس کا ایک مطلوبہ بلندی تک پہنچانا تو درکنار اس کا قائم رہنا بھی مشکوک ہے۔ اگر ملک اور قوم کی حقیقی ترقی اور سعادت مطلوب ہے، تو مدرسوں اور کالجوں کی جی کھول کر کثرت سے بنیاد ڈالو، لیکن ساتھ ہی ان کو اخلاقی تعلیم کا گھر بنانے کی کوشش کرو۔ بد اخلاقی کا مرض مزمن ہو چلا ہے اور عنقریب لاعلاج ہوا چاہتا ہے، اس لئے تمام بہی خواہان قوم کا فرض ہے کہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر بہت جلد اس کے علاج اور ازالہ کی فکر کریں،

نئی نسل کو ایک بھی اخلاقی فضیلت حاصل ہو تو قوم کا بیڑا پار ہو سکتا ہے، مثلاً اگر قوم کا ہر ایک فرد ہمدردی کے اصول پر عمل پیرا ہو تو اس سے قوم کی ترقی اور حصول سعادت میں بڑی مدد مل سکتی ہے اور قوم موجودہ ذلت اور ادبار کے مہلک ورطہ سے نجات پا سکتی ہے، لڑکوں کی ذہنی اور اخلاقی تعلیم و تربیت سے غفلت کرنا اور محض جمع زر و سیم کی خاطر اپنے جگر پاروں کو اخلاقی کمالات اور روحانی خوبیوں سے محروم رکھنا یقیناً معنوی طور پر ان کا خون کرنا ہے جو زمانہ جاہلیت کی رسم دختر کشی سے بڑھ کر سنگین جرم ہے، دولت مند افراد قوم کے لئے اخلاق کی نگہداشت کا فرض اور بھی مؤکد خیال کیا جا سکتا ہے کیونکہ بہ نسبت غریب اور کم مایہ اشخاص کے ان کو زیادہ تر مجالس میں شریک ہونے کا اتفاق ہوتا ہے، جو ان میں اخلاقی خوبیوں کے نہ ہونے کی صورت میں غیر اقوام کی تضحیک کا موجب ہے،

اگر ایک شخص سر بفلک محلوں میں اقامت رکھتا ہے اور ہر وقت اس کے چاروں طرف خوشامد پرستوں کی جماعت کا ایک جمگھٹا لگا رہتا ہے۔ اگر ایک شخص کے سامنے ریاکار خوشامدیوں کے سر جھک جاتے ہیں اور وہ اپنے اغراض فاسدہ کو پورا کرنے کے لئے اس کی جھوٹی مدح و توصیف میں رطب اللسان رہتے ہیں اگر ایک شخص کو عربی النسل کے گھوڑوں پر سوار ہونا یا فٹن اور لینڈو گاڑیوں میں بیٹھنا میسر ہے اگر ایک شخص کے پاس سیم و زر کا بے پایاں ذخیرہ موجود ہے۔ اگر ایک شخص ممالک غیر کی زبانوں میں مہارت فائقہ رکھتا ہے، اور ہفت زبان کا خطاب حاصل کر چکا ہے لیکن اپنی قومی زبان کو پایہ تکمیل تک نہیں پہنچایا۔ اگر ایک شخص الوان نعمت کھاتا۔ نہ لعنت کے قیمتی کپڑے پہنتا اور ارباب نشاط کے سریلے گیت سنکر محظوظ ہوتا ہے تو یہ ہرگز خیال نہ کریں کہ اس نے حقیقی سعادت اور فلاح حاصل کر لی۔ یا یہ کہ اس کا وجود قوم و ملت کے لئے مفید اور باعث شرف و فخر ہو گا۔ حاشا و کلا،

سعادت حقیقی یہ ہے کہ انسان اپنی خوبی اخلاق اور حسن معاملہ کی وجہ سے ہر ایک مجلس میں موقر اور قابل احترام سمجھا جائے سعادت حقیقی یہ ہے کہ انسان ایک زبردست قوم کا فرد ہو جو ہر وقت اس کی مساعدت کے لئے ہاتھ بڑھانیکو تیار ہو، سعادت حقیقی یہ ہے کہ انسان میں ہمدردی اور شفقت کی صفت کوٹ کوٹ کر بھری ہو، اس کا سینہ فراخ اور اسمیں ایثار کا جوہر موجود ہو، سعادت حقیقی یہ ہے کہ انسان ہر وقت محتاجوں اور مصیبت زدوں کا شریک رنج ہو کر ان کی دستگیری کرنے کے لئے آمادہ رہے، سعادت حقیقی یہ ہے کہ انسان اپنی تمام زندگی قوم و ملت کی ترقی میں کوشش کرنے کے لئے وقف کردے،

سعادت حقیقی حاصل کرنے کا ایک ہی کامیاب طریقہ ہے اخلاقی تعلیم کی ترویج پر زور دیں اور اپنے اخلاق کی اصلاح کر کے اپنے لڑکوں کے لئے نیک نمونہ بننے کی کوشش کریں اور بس،

درسِ وفا

اے مسلم خوابیدہ ذرا ہوش میں آجا، کیوں دور ہے اسلام کی آغوش میں آجا
پی بادۂ سرجوش، ذرا جوش میں آجا بے کیف ہیں رندان قدح نوش میں آجا

لے درسِ وفا شوکتِ اسلام عیاں ہو
یہ پیر کہن سال نئے سر سے جواں ہو

گاڑا ہے نشاں جس کا پیمبر نے وہ اسلام دی جس کو غذا حمزہ و جعفر نے وہ اسلام
آغوش میں پالا جسے حیدر نے وہ اسلام سینچا ہے جسے خوں سے بہتر نے وہ اسلام

راحت اسے پہنچائی مگر ظلم سہے خود
اسلام کو آزاد رکھا قید رہے خود

اسلام جو قانون رسولِ مدنی ہے، اسلام دلاور ہے دم تیغ زنی ہے
اسلام کہ دل اس کا ہمیشہ سے غنی ہے، اسلام کہ کھیل اس کا فقط بت شکنی ہے

گلرنگ ابھی خون سے دامانِ قبا ہے
یہ شیر کہن کفر کی ہیبت سے دبا ہے

اسلام کہ تائید خدا جس کی ہے ہمراز ہر وقت رہی قوتِ حق ہمدم و ہمراز
توحید کے نعروں میں نہاں صور کی آواز ہر سانس میں پوشیدہ ہیں اعجاز پر اعجاز

مردوں کو جلانا فقط اک بات ہے اسکی
کہتے ہیں شب قدر جسے رات ہے اسکی

اے معشر اسلام محبت میں بسر ہو، ہر دم رہو پابند وفا مرد اگر ہو،
پڑ جائے اگر وقت کوئی خون میں تر ہو اصحاب حسینی کی طرح سینہ سپر ہو

یوں صاف محبت میں باطن و ظاہر
ہر فرد بنے تم میں حبیب ابن مظاہر

عزیز لکھنوی

روحِ عزمیت

لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى

جب کوئی شخص میدان عمل میں نکلتا ہے پستی اور تنزل کی بھول بھلیوں سے گھبرا کر عروج و اقبال کی نزہت گاہ میں ہمت کا دم مارتا ہے، خوش فراغی کی طلب، کامیابی کی تلاش، آزادی اور حریت کا تقاضا اس کی فطرت کو اپناتا ہے اور اس کے دل کو اکساتا ہے تو وہ ہمیشہ زمانے کی آنکھیں اور آسمان کے جتون اپنے حق میں دو طریق پر پاتا ہے، موافق یا مخالف۔ موافق کبھی کبھی اور مخالف ہمیشہ، کیونکہ دنیا کا کوئی انقلاب زمانے کی پرجوش مخالفت اور سرگرم مدافعت کے بغیر عمل میں نہیں آتا۔

جب زمانے کی ہوا انقلاب پسند جماعت کی خواہشات کے مطابق چلتی ہے تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ عمل میں سرگرمی کی روح باقی نہیں رہتی۔ اسی لئے اکثر کہا جاتا ہے کہ جو مقصد مخالفت کے بغیر انجام پذیر ہو، ویسا مضبوط اور مستحکم نہیں ہوتا جیسا مخالفت کے ساتھ، پس حاسدوں کا حسد، رقیبوں کا عناد۔ نکتہ چینوں کی خوردہ گیری اور دشمنوں کے الزام ایسی چیزیں نہیں ہیں۔ جو انسانی ارادوں کے سرچشمے کو مکدر کردیں،

فطرت اس عجیب باریک بین اور دور اندیش واقع ہوئی ہے کہ جب وہ چاہتی ہے کہ ہستی کے میدان میں خدائے قدوس کی بڑی مشیت کا ظہور ہو تو وہ ہمیشہ مویدین اور منکرین کی دو بڑی جماعتیں پیدا کر دیتی ہے، موافق جماعت اصلاح کی کوشش کرتی ہے اور مخالف بگاڑ کی۔ امر عجیب و غریب، جنگ کا احاطہ روز بروز وسیع ہوتا جاتا ہے، حتیٰ کہ تمام دنیا کی گردنیں اسی ایک خدائی دام کے پھندوں میں پھنس جاتی ہیں اور نتائج آخری کا بڑی بے تابی سے انتظار ہونے لگتا ہے۔ جنگ کی ابتدائی مٹ بھیڑوں میں یہ کوئی کارآمد سوال نہیں ہے کہ کامیابی کس پلے پر ہے، مگر یہ امر یقینی ہے کہ آخری فیصلہ ہزاروں لاکھوں پلٹوں کے بعد بھی رضائے خداوندی کے مطابق حق پرست جماعت کے حق میں ہو جاتا ہے،

قدرت کی عدالت میں جو مقدمات پیش ہوتے ہیں، ان کے فیصلے کے لئے ایک وقت مقرر ہے، انسان بیتاب ہے اور اپنی بے تابی کے باعث وقت موعود اور ساعتِ موقوت کی پابندی کا پاس نہیں کرتا۔ کبھی وقت سے پہلے فیصلے کا مطالبہ کرتا ہے اور کبھی وقت کے بعد، ایسی غیر معقول کن مکن کا اثر یہ پڑتا ہے کہ ارادے میں تزلزل امید میں یاس اور عمل میں بے تابی پیدا ہو جاتی ہے، حوصلے اور ہمت کے سینے میں شگاف پڑ جاتے ہیں، عزم کا قدم لرز جاتا ہے، ہوش و حواس کا بازو لچک پڑتا ہے، اور تشویش و تکلیف کے ہاتھوں مقاصد کا دامن پارہ پارہ ہو جاتا ہے، ایسی حالت میں فیصلۂ آخری کا قرعہ اگر دیوانگانِ عشق کے نام بھی پڑے تاہم کوئی معتد بہ فائدہ مترتب نہیں ہوتا۔

مردانگی کی شان یہ ہے کہ ہر حالت میں امید اور سلامتی کا سرچشمہ پرآشوب نہ ہو، کام کیا جائے کوششیں جاری رکھی جائیں، قدم آگے بڑھائے جائیں۔ تکلیفوں کو جھیلا جائے مصائب برداشت کئے جائیں اور آخری بات یہ کہ حصول نتائج کے لئے عزم و استقلال کو ہاتھ سے

نہ دیا جائے ، اگر ایسا ہوا تو اس دلیرانہ روش اور صابرانہ مسلک کا صرف یہی نتیجہ ہے کہ ہم دشمنوں کے منصوبوں کو پامال کر دیں گے ، بلکہ آسمان کا چکر اور زمین کی گردشوں کو ، اپنی مرا کے موافق بنالیں گے ،

کامیابی کے لئے قدم کا جما کر رکھنا ایسی ضروری شرط ہے جیسی زندگی کیلئے ہوا اور پانی ۔ جو شخص غور وفکر کے بغیر خطرات کے دریا میں کودتا ہے ، اس کے لئے غرق ہو جانا ناگزیر ہے ، دس قدم مشرقِ مراد کیطرف بیس قدم مغرب کیطرف ہٹ آنا بہت برا ہے ۔ بہ نسبت اس کے کہ ہم استقلال اور دور اندیشی کے ساتھ اپنے قدموں پر قائم رہیں ۔ وہ قومیں جو انقلاب کے میدان میں کچھوے کی چال چلتی ہیں ۔ سلامتی کے ساتھ منزل مقصود تک جا پہنچتی ہیں ، خرگوش کی طرح ابلہانہ دوڑنا اور پھر عاقبت نا اندیشی کی گہری نیند سو جانا ۔ موت سے یگانگی اور زندگی سے بیگانگی کی علامت ہے ،

مسلمانوں کی بدقسمتی یہ ہے کہ وہ پیغمبر خدا کے منہاج قدیم میں زندگی کا نقش تلاش نہیں کرتے ، مغربی جہلاؤں کی روباہ رفتاری کو اپنے جہاز عافیت کے لئے روشنی کا مینار بناتے ہیں ، دراں حالیکہ ان لوگوں کا نہ کوئی دین و ایمان ، نہ پالیسی اور نہ مقررہ راستہ ، وہ عبد الدہر صرف زمانے کے جھولے کے ساتھ اترنا اور چڑھنا جانتے ہیں سختی سے دبتے ہیں ، نرمی سے اچھلتے ہیں ، انکی پالیسی جو ہے کابل ہے ، جس کے کئی دروازے ہیں ۔ نفس پرستی اور خود غرضی کے اشارے پاکر جدھر سے چاہتے ہیں آجاتے ہیں اور جدھر کو چاہتے ہیں نکل جاتے ہیں ۔ آپ غور کریں ۔ کہ ایسے لوگوں کی پابندی کہاں تک ہماری دین و دنیا کی بہبودی کی کفیل ہو سکتی ہے ؟

عزم و استقلال کے یہ معنی ہیں کہ کامیابی کے لئے ایک ایسی صراط مستقیم تجویز کی جائے جو فطرت اللہ کے مطابق ہو ، اس راہ میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خضر طریق بنایا جائے ، قرآن عظیم کے احکام کو چراغ راہ قرار دیا جائے ، منزل حق کیطرف ایک ایک قدم اٹھایا جائے ، ہر قدم پر جن خطرات سے مقابلہ پڑے ، انہیں نصرۃ اللہ کے تازیانے سمجھکر قبول کیا جائے ، اور بڑی بات یہ کہ دوری منزل کے دل شکن احساس کو دل میں جگہ نہ دی جائے ، جو لوگ یہ مبارک ارادہ لیکر میدان میں آئیں گے ، وہ قدم قدم پر کامیابی کا بہشت لہلہاتا ہوا پائیں گے ،

برادرانِ امت ! یہ ابتلا و فساد کا آخری دور ہے ۔ اس دور میں ایک عجیب خصوصیت یہ ہے کہ کامیابی کے تمامتر سامان شیطانی پلے پر نظر آتے ہیں اس لئے کامیابی کا جویا ۔ زمانے کے تجربے کے مطابق شیطانی راستے پر لگ جاتا ہے ، چونکہ حقیقت میں وجود کم ہیں اور ان کا اثر و رسوخ نایاب ، اور زمانے کا تجربہ ان کی تعلیم کے مخالف ، اس لئے میدان عمل کی کھینچ تان میں گمراہی کی گرم بازاریاں ہنگامہ ایمان و عرفان کی شکست کا باعث ہو جاتی ہیں لیکن وہ لوگ جو " وَالْعَصْرِ " کی تاریخی قسموں کے ضمن میں دنیائے پرآشوب کی نبض شناسی کا حق ادا کرتے ہیں ،

ایمان رکھیں کہ آخر کار اللہ ہی لشکر غالب ہوگا ۔

لَا غَالِبَ اِلَّا اللّٰہ

قریشی

اعتذار

نیاز مند ایڈیٹر تجارتی سفر کے باعث علی التواتر غیر حاضر رہا ۔ اس لئے رسالہ کا حجم کم ہے انشاء اللہ تعالیٰ اب واپسی پر یہ کمی پوری کر دی جائیگی ،

۲ مندرجہ بالا وجہ سے ہفتہ عشرہ کی تاخیر بھی ہو گئی ہے امید ہے کہ ناظرین کرام ہمیں معذور سمجھیں گے ، ایڈیٹر

باب التاریخ

تاریخ اسلام کا ایک معروف صفحہ

ملکِ حبش میں اسلامی حکومت

ساتویں اور آٹھویں صدی کے چند مجاہدین

نمبر ۸

مساواتِ اسلامی

ایک عدیم النظیر مثال

اس کی زندگی کا ایک واقعہ بھولنے کے لائق نہیں، وعدل و مساواتِ اسلامی کی ایک مثال جلیل و عظیم ہے،

ہم جب کہتے ہیں کہ اسلام کا نظام حکومت جمہوری ہے، ہم جب کہتے ہیں کہ مساوات بین الناس اصل نظامِ حکومت اسلامیہ ہے، ہم جب کہتے ہیں کہ عدل عمومی اساس بنائے خلافت نبوی ہے، تو اس پر مخالف کہتے ہیں۔ کہ یہ متاعِ عزیز تمہاری دوکان میں کہاں؟ یہ ممنوعات و مخترعات تو یورپ کی نقل و محاکات ہیں، لیکن اے غریب مدنیۂ اسلامی اور اے نا آشنائے حقیقت ملت حنفیہ! تجھے کیا بتائیں کہ ہمارے امانت خزانوں میں اس جنس کی کتنی فراوانی ہے مدینہ، دمشق، اور بغداد اور قرطبہ کے افسانے تجھے کب تک سنائیں، اور دورِ خلافتِ اسلامیہ کا مرقع مقدس تیرے لئے کیونکر منظر افروز ہو؟ دیکھ! وحشت زار افریقہ میں، جس کا ہر باشندہ بیسویں صدی کے یورپ کے نزدیک احقر خلق اعظم اور مستحق ہر ذلت و لعنت ہے، ہم نے عدل و مساوات کی کیسی مثالیں پیش کی تھیں؟

سنا ہو گا کہ امریکہ کے حبشیوں کو فرزندانِ تہذیب سپید نے تیل چھڑک چھڑک اس لئے زندہ جلا دیا تھا، کہ اس کے ایک بھائی نے ایک یورپین کو دنگل میں زیر کر دیا تھا۔ خود افریقہ میں تم نے سنا ہو گا۔ کہ یورپ کی ایک عظیم الشان اور مدعی تہذیب و مدنیت حکومت کے ایک بہت بڑے جنرل نے ایک بوسیدہ لاش کی ہڈیوں کے مدفن کو اس جرم میں کھود ڈالا تھا کہ اس نے اپنے وطن مقدس کی محافظت کی تھی۔

لیکن اسی افریقہ کے ایک گوشے میں چار سو برس پیچھے چلو، ہم تمہیں ایک دوسرا منظر دکھاتے ہیں،

سلطان جلال الدین کے ایک چھوٹے سے بچے نے کھیل میں اپنے ایک ہم عمر لڑکے کا ہاتھ توڑ دیا۔ شہزادے کی شکایت ایک غریب لڑکے کے والدین کیا کرتے؟ خاموش ہو رہے

اتفاقاً کچھ دنوں کے بعد خود سلطان کو اس کی اطلاع ہو گئی برسر دربار شہزادے کو قصاص کے لئے طلب کیا۔ یہ کیسا عجیب اور مافوق العادت منظر تھا۔

سلطان باپ تخت پر متمکن تھا۔ مجرم فرزند سامنے کھڑا تھا۔ غریب لڑکا اور اس کے والدین دوسری جانب تھے سلطان نے قصاص کا حکم خود اپنی زبان سے دیا۔ امرا شفاعت و سفارش کے لئے اپنی اپنی جگہ سے اٹھے۔ مگر اس پیکر عدل نے صاف انکار کر دیا۔ خود اولیاء مدعی نے شہزادے کی معافی کا باآواز بلند اعلان کیا اس پر بھی سلطان راضی ہوا۔ بالآخر دربار کو اس منظر کی تاب نہ رہی، ہر طرف سے آواز گریہ و بکا کے شور میں زنجیر محبت پدری کو توڑ کر آگے بڑھا اور خود اپنے ہاتھ سے قصاص لیا۔ کس کے لئے؟ ایک غریب لڑکے کے لئے! کس سے لیا؟ اپنے جگر گوشے اور اپنے جان و دل سے عزیز تر محبوب سے لیا،

آہ! کوئی چیز اس کو ادائے فریضۂ اسلامی سے نہ روک سکی،

یورپ تو مساوات کا کس منہ سے مدعی ہے اجب ایک سڑک کی راستی و کجی تجھکو رعایا کے خون سے زیادہ عزیز اور ایک پورے ملک کی قیمت تیرے بازار مساوات میں ایک گورے انسان کے خون سے زیادہ گراں ہے؟

شاہان حبش کی موت و انقلاب

حطی اسحٰق بن داؤد بن سیف ارعد، سلطان جمال الدین کے عہد میں مرگیا۔ یہ واقعہ سن ۸۳۳ کا ہے، اس کے بعد زندرا وس بن اسحاق بادشاہ ہوا۔ چار مہینے کے بعد یہ بھی مرگیا۔ اس کی جگہ پر اس کا چچا ہر بنائی بن اسحاق تخت نشین ہوا۔ یہ بھی چند مہینوں سے زیادہ زندہ نہ رہا۔ ان سب کے بعد اسحاق کا بیٹا سلموں بادشاہ ہوا اور آخر عہد تک قائم رہا۔

سلطان شہاب الدین

سلطان جمال الدین کا جانشین سلطان کا بھائی احمد بدلائی الملقب بہ شہاب الدین ہوا۔ اس نے اپنے بھائی کے قاتل سے قصاص لیا۔ ہمیشہ سلطان شہید قدم بہ قدم چلا۔ عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کی۔ اس کے عہد میں راستے مامون اور غلہ ارزاں رہا۔ یہ سلطان، مورخ مقریزی کے عہد میں جو نویں صدی ہجری کا مصنف ہے موجود تھا وہ خود مرض مکر میں تھا اور اس کا بھائی خیرالدین صوبہ اکلہ میں رہتا تھا۔ شاہان حبش سے لڑائیاں بھی جاری تھیں

خاتمہ

خاتمہ ہر شے کا دردناک ہوتا ہے اور خصوصاً فرزندان اسلام کا خاتمہ، ہزار سالہ حکومت کے بعد قواء اسلامیہ ہر جگہ ضعیف تھے، حطی نے مسلمانوں کی حکومت کے سواحل تک محدود کر دیا۔ مدت تک وہ اس پر قانع رہے، بالآخر ایک فرنگی درندہ جو دو سال ہی سے طرابلس کی فکر میں ہے ناگہاں وہاں نمودار ہو گیا اور زیلع کے اکثر حصص کو اپنے پنجے میں لے لیا۔

اللھم مالک الملک، تؤتی الملک من تشاء و تنزع الملک ممن تشاء

انک علی کل شیء قدیر

ایک معاصر کی قدر افزائی، اعلیحضرت حضور نواب صاحب والئے رامپور نے شاہانہ نوازشات سے اخبار دبدبۂ سکندری رامپور کو دس سال کے لئے موضع رامپور دھمن تحصیل ٹانڈہ بجمع مناسب مستاجری عنایت فرما کر اپنی فیاضی و دریا دلی کا اظہار فرمایا ہے، حضور کی علمی سرپرستی و ادبی قدردانی شہرہ آفاق ہے،

ہم معاصر موصوف کو اس کی اس کامیابی دل سے مبارکباد دیتے ہیں،

اخوت کا بیاں ہو جا
محبت کی زباں ہو جا

از علامہ اقبال مدظلہٗ

تو رازِ کن فکاں ہے اپنی آنکھوں پر عیاں ہو جا
خودی کا رازداں ہو جا، خدا کا ترجماں ہو جا

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی زباں ہو جا

یہ ہندی وہ خراسانی یہ افغانی وہ تورانی
تو اے شرمندۂ ساحل اچھل کر بیکراں ہو جا

غبار آلودۂ رنگ و نسب ہیں بال و پر تیرے
تو اے مرغِ حرم اڑنے سے پہلے پرفشاں پہلے

خودی میں ڈوب جا غافل یہ سرِ زندگانی ہے
نکل کر حلقۂ شام و سحر سے جاوداں ہو جا

گزر جا بن کے سیلِ تند رو کوہ و بیاباں سے
گلستاں راہ میں آئے تو جوئے نغمہ خواں ہو جا

ترے علم و محبت کی نہیں ہے انتہا کوئی
نہیں ہے تجھ سے بڑھ کر سازِ فطرت میں نوا کوئی

شکریہ احباب ۔ جن برادران گرامی نے جون کے رسالہ کی اشاعت کے بعد توسیع اشاعت میں حصہ لیا ان کے اسمائے گرامی بشکریہ درج ذیل ہیں (۱) جناب سید حسن شاہ صاحب گیلانی بتوسل قاضی نظیر حسین صاحب (۲) جناب منشی محمد یوسف صاحب بتوسل جناب قاضی صاحب موصوف (۳) جناب پیر عبدالستار شاہ صاحب بتوسل جناب شاکر صاحب (۴) جناب چودھری محمد حیات صاحب بتوسل جناب قاضی محمد امین صاحب (۵) جناب چودھری کرم الٰہی صاحب بتوسل جناب قاضی محمد امین صاحب (۶) جناب قاضی خورشید عالم صاحب فاروقی بتوسل جناب قاضی نظیر حسین صاحب (۷) جناب سالک اینڈ الیف۔ ایم نا چیز خود (۸) جناب پیر برکت شاہ صاحب ہاشمی بتوسل جناب پیر نذیر حسین صاحب (۹) جناب پیر سردار شاہ صاحب ہاشمی بتوسل جناب پیرزادہ نذیر حسین صاحب (۱۰) جناب قاضی عبدالحکیم صاحب صدیقی بتوسل جناب محمد سعید عالم صاحب

بزمِ احباب

القریش کی مالی کمزوری سے اس کا مستقبل جس قدر تاریک و خطرناک ہے اس کا تفصیلی تذکرہ ان کالموں میں بارہا آچکا ہے، اور متاثر ہونے والی طبائع کے لئے کافی،

الحمد للہ کہ بعض دردمندان قوم و بہی خواہان رسالہ نے اپنی توجہ اس طرف مبذول کی ہے،

قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کی قومی ہمدردی و علمی قدردانی کے شکریہ کے لئے ہمارے پاس الفاظ نہیں۔ آپ جب سے معاونین میں شامل ہوئے ہیں معاونت کا پورا پورا حق ادا کر رہے ہیں، جس کے لئے ہمارا دل آپکا ہمیشہ شکرگذار رہتا ہے، آپ قلمی امداد کے علاوہ کئی ایک خریداروں سے "القریش" کی اعانت کر چکے ہیں اور ہنوز سلسلہ برابر جاری ہے۔ جزاہم اللہ خیرالجزاء،

آپ کی توجہ سے امداد و اعانت کا جو نیا سلسلہ شروع ہوا ہے ناظرین کرام نے اگر اس کی تقلید شروع کر دی۔ تو اخیر دسمبر تک القریش موجودہ پریشانیوں سے نجات پاکر قوم کی خدمت فارغ البالی سے انجام دینے کے قابل ہو جائیگا۔

توسیع اشاعت

آپ کی ترغیب و تحریک سے احباب ذیل اخیر دسمبر تک حسب ذیل خریدار دینے کا وعدہ فرمایا،

(۱) جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب بخاری ایل۔ ایم۔ پی اخیر دسمبر تک، پانچ خریدار، زیادہ جس قدر بھی ہو سکیں،

(۲) جناب قاضی محمد امین صاحب فاروقی پانچ خریدار زیادہ جس قدر ہو سکیں،

(۳) ایک فاروقی الاصل کوئٹہ (بلوچستان) سے اخیر دسمبر تک کم از کم دس خریدار، اور اس سے زیادہ جس قدر بھی ہوں،

(مندرجہ رسالہ جون ۱۹۳۵ء ۲۲ مندکرہ سطور بالا ۲۰ کل ۴۲)

بلوچستان کی سنگلاخ سرزمین جس سرعت کے ساتھ القریش کو قبول کر رہی ہے اس سے پنجاب کے نزدیکان بے خبر کو سبق تقلید حاصل کرنا چاہیئے،

مالی اعانت

قاضی صاحب موصوف اپنے ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

آپکا عازم حیدرآباد ہونا معلوم ہوا خدا کامیابی اور خیریت کے ساتھ واپس لائے، آمین!

القریش کی مالی کمزوری کے حالات سے متاثر ہوکر ہمارے خاندان نے اس امر کا تہیہ کر لیا ہے کہ ایک سال کے عرصہ تک تقریب مسرت کے موقعہ پر القریش کی مالی امداد کو یاد رکھا جائے، چنانچہ اس بات کو ملحوظ رکھتے ہوئے

(۱) عزیز قاضی طالب مہدی صاحب فاروقی سب انسپکٹر پولیس کوئٹہ اپنے فرزند برخوردار خورشید اقبال کے جماعت اول کے امتحان سالانہ میں اول رہنے کی اولینہ کامیابی کی مسرت میں القریش کی اعانت کے لئے دو روپے عنایت کرتے ہیں،

(۲) عزیز قاضی محمد امین صاحب فاروقی ٹھیکیدار نہر متعینہ ہاڑی بھنڈراں اپنے فرزند برخوردار مظفر حسن کی رسم ختنہ کی تقریب سعید کی خوشی میں جو ۲۲ ذی قعدہ ۱۳۵۳ھ کو ادا کیگئی مبلغ ۲ روپے القریش اعانت فنڈ میں دینے کا وعدہ کرتے ہیں،

(۳) عزیز قاضی محبوب عالم صاحب حکیم سکنہ ساہوکے گوجرانوالہ

کو خدا تعالےٰ نے ۲۵ ذی قعدہ ۱۳۴۳ھ کو فرزند عطا کیا جس کا تاریخی نام ظفر الاسلام رکھا گیا۔ آپ اس خوشی میں القریش اعانت فنڈ میں ۲ روپے ارسال کرتے ہیں،

(مرسلہ احباب کے مرسلہ ۶ روپے بہ شکریہ وصول ہو گئے ہیں، ایڈیٹر)

قومی اور مخصوص مقاصد کے رسائل و اخبارات اس قسم کی امداد لینے کے لئے مجبور ہیں، ان کا دائرہ اس قدر تنگ و محدود ہوتا ہے، اور وہ اس میں سے اپنے اخراجات پورے نہیں کر سکتے، تمام مسلم قومی اخبار بالعموم اور ہندو قومی اخبارات بالخصوص اپنی برادریوں سے اس قسم کی امداد حاصل کرتی ہیں۔ اس سے اخبار کو مالی امداد ملتے رہنے کے علاوہ افراد قوم میں نیک اور تبلیغ و اشاعت کے کاموں پر روپیہ صرف کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ ہم قاضی صاحب اور آپ کے خاندان کو اس فیصلہ پر مبارک دیتے ہیں، ایڈیٹر

(۴) مزید براں ہمارے محترم دوست مولوی محمد سعید عالم صاحب فاروقی بی، اے، ایل قانونگو منصفہ وزیر آباد جو قومی کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں اور قومی امور کے متعلق دل میں سچا درد رکھتے ہیں۔ میری تحریک پر القریش کی مالی امداد کے لئے **۲۵** روپے یکمشت عطا کرنے کا وعدہ کرتے ہیں،

مکرمی شیخ غلام حسین صاحب شاکر سب اوورسیر نے پیر علی اصغر صاحب ضلعدار کی تقلید (دیکھو القریش ماہ جون صفحہ ۲۹ کالم ۲) میں دس روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال کرکے مشکور فرمایا جس کے لئے ہم آپ کے بدل مشکور ہیں،

قریشی عبدالحق صاحب ہیڈ کلرک ایبٹ آباد سے تحریر فرماتے ہیں، کہ القریش کی مالی کمزوری اس امر کی مقتضی ہے کہ جی کھول کر اس کی اشاعت بڑھائی جائے، مگر میں ایسے مقام پر ہوں جہاں اس خدمت کی انجام دہی نہیں کر سکتا۔ اس لئے حسب استطاعت مالی امداد کے لئے حاضر ہوں۔ آپ القریش کے قدیمی کرمفرمایاں میں سے ہیں اور القریش کیلئے ہمیشہ مدد کرتے رہے ہیں، جس کیلئے ہم بدل مشکور ہیں،

مخدومی قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کچھ دنوں سے بعارضہ آشوب چشم علیل ہیں، ناظرین کرام آپ کے لئے صحت کی دعا کریں۔ اللہ میاں ایسے محسن و کرمفرما کو شفائے عاجل عطا کرے، آمین!

تذکرۂ برادری

انجمن قریشیان ہند

اگزیکٹو کمیٹی مورخہ ۷ جولائے ۱۹۲۵ء

بحاضری ممبران قریشی محمد علی صاحب ساتو لنوی کی صدارت میں کارروائی شروع ہوئی، ۳۰ جون کی کارروائی کنفرم ہو کر حسب ذیل کارروائی ہوئی،

(۱) مولوی عبدالحمید صاحب سوداگر گوردا سپوری کے برادر بابو محمد حسین صاحب کلرک کی وفات حسرت آیات پر اظہار رنج و ملال کیا گیا اور تجویز ہوا، کہ انجمن کی طرف سے آپ کی خدمت میں ہمدردی کا مراسلہ بھیجا جائے،

(۲) منظوریٔ شدہ رزولیوشن کی تعمیل میں امرت سر میں علیحدہ ڈسٹرکٹ کمیٹی قائم کی گئی، جو ابھی تک مخلوط صورت میں کام کر رہی تھی،

(۳) بالاتفاق فیصلہ ہوا، کہ مرکزی انجمن کے دفتر کا کام اپ ٹو ڈیٹ اور مکمل رہے، انجمن کو وسعت دینے، قوم کی ہمدردی حاصل کرنے، مالی مفاد اور دیگر بہترین وسائل و ذرائع تلاش کرکے ان پر عامل ہونے کا سکرٹری کو مشورہ صاحب صدر اختیار دیا گیا۔ اپنے کام کی رپورٹ وقتاً فوقتاً وہ اگزیکٹو کمیٹی میں پیش کرتے رہیں گے،

۱۲ جولائی ۱۹۲۵ء

بزیر صدارت قریشی محمد علی صاحب رونق دفتر القریش میں بجماعت ممبران کارروائی شروع ہوئی،

(۱) ڈسٹرکٹ کمیٹی کے کارکنان کا انتخاب باتفاق رائے حسب ذیل عمل میں آیا،

صدر ، حکیم محبوب عالم صاحب

نائب صدر ، (۱) قاضی فضل الدین (۲) حکیم رحمت علی شاہ صاحبان ،

سکرٹری ، قاضی محمد عباس صاحب کلرک

مددگار سکرٹری ، بابو محمد امیر علی صاحب کلرک

نائب سکرٹری ، مولوی علی محمد صاحب

خزانچی ، منشی محمد سعد اسد صاحب ،

(۲) نیاز مند جنرل سکرٹری کو ہدایت ہوئی۔ کہ کاغذات متعلقہ ڈسٹرکٹ کمیٹی سکرٹری کے سپرد کر دئے جائیں ،

(۳) سکرٹری صاحب ڈسٹرکٹ کمیٹی کو ہدایت کیگئی۔ کہ وہ بہت جلد صدر دفتر سے کاغذات لیکر اپنا کام شروع کر دیں

(۴) مرکزی انجمن کا دائرۂ اثر وسیع کرنے اور اس کے فروغ پر بہت دیر تک تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ اور مولوی محمد چراغ صاحب نسیم نے اس مطلب کا ایک ریزولیوشن پیش کیا۔ کہ

ہندوستان کے اکثر رئیس ، جاگیردار ، نواب ، اور والیانِ ریاست ہماری قوم سے تعلق رکھتے ہیں ، اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے ان کی عالمگیر فیاضی سے اقوام عالم مستفیض ہو رہی ہیں ، پھر کوئی وجہ نہیں۔ کہ ان کی اپنی قومی انجمن انکی فیاضی سے مستفیض نہ ہو۔ لہذا فرمانروایانِ دکن و بہاولپور سے **اپیل** کی جائے کہ وہ **بالطاف شاہانہ** اپنی قومی انجمن کی طرف بھی دستِ اعانت بڑھا کر قوم نوازی فرمائیں ، ایکی یہ تجویز کثرت رائے کے ساتھ منظور ہوئی۔ سکرٹری کو تاکیدی ہدایت ہوئی کہ وہ مناسب طریق پر فوراً عمل کریں ،

(۵) قاضی فضل الدین صاحب نے فرمایا۔ کہ رونق صاحب چونکہ عنقریب بارگاہ آصفیہ میں خاص اغراض کے لئے حاضر ہونے کیلئے حیدرآباد (دکن) کو جانیوالے ہیں اور اس سفر میں انہیں اکثر مقامات پر ٹھیرنے اور قریشی برادران سے ملنے کا موقعہ ملیگا۔ لہذا میں ان کی قومی ہمدردی سے توقع رکھتا ہوا درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے سفر کے اس دوران میں انجمن کو مالی فائدہ پہنچانے کی ہرممکن کوشش عمل میں لائیں ، حاضرین نے تائید کی اور رونق صاحب نے تسلیم کیا اور فرمایا۔ کہ فرمانروائے دکن (دام اللہ اقبالہٗ وجلالہٗ) کی شاہانہ نوازشات سے مستفیض ہونے کے لئے ڈیپوٹیشن جانا چاہیئے ، حاضرین نے بزور تائید کی ، تعمیل کی جائیگی ،

(۶) تجویز ہوا کہ ہر دو قرارداد یں اخبارات کو بغرض اشاعت بھیجی جائیں ،

(۷) منشی غلام حسین صاحب امرتسری کی جوان عمر صاحبزادی کی وفات حسرت آیات پر رنج وملال کا اظہار کیا گیا۔ تجویز ہوا۔ کہ انجمن کی طرف سے آپ کی خدمت میں ہمدردی کا مراسلہ بھیجا جائے ،

مقتضائے طبیعتش این است ، انجمن بفضلہ روزافزوں بترقی ہے افراد قوم جسقدر بیخبر تھے اسی قدر انمیں آثار بیداری پیدا ہو گئی ہیں پہلے انجمن کی ضرورت کا احساس نہ تھا الحمدللہ کہ اب قوم انجمن کیطرف جھک رہی ہو اور اسکی خدمات کو تسلیم کرتے ہوئے اسے عروج واقبال کی انتہائی منازل پر دیکھنے کے متمنی ہیں اور اسکے لئے کارکنان کا عملی ساتھ دینے کیلئے ہمہ تن تیار و آمادہ ہیں لیکن بعض کوتاہ نظر مفسدین کو اس کا یہ پھولنا ایک آنکھ نہیں بھاتا جونہی بہتری کی کوئی صورت پیدا ہوتی ہے وہ فوراً اسمیں فتنہ پیدا کرتے ہیں۔ کارکنان نے اب دینی وتبلیغی سکول کے اجرا ، قومی اجتماع ایسے نیک اور مفید تریں کاموں کے لئے بہترین وسائل تلاش کرنے میں کام سد براہ ہو گیا ہو مگر آہ! تنگ نظری وکوتاہ بینی تیرا برا ہو کہ چلتی گاڑی میں تو

پھر روڑا اٹکانے کا باعث ہونیوالی ہے ، تھوڑا عرصہ ہوا کہ ایک دردمند قوم نے والئے بہاولپور کی توجہ عالی اس جانب مبذول کرائی تھی۔ اعلیٰحضرت سے شاہانہ اعانت کی امید بھی ہو [illegible]

فرقت نامہ

بخدمت سیدی و مولائی مرشدنا و مولانا سید خواجہ حسن نظامی صاحب قبلہ مدظلہ العالی

ایکہ مارا خواجۂ ہمدر کار — تو مرا چوں بوستان پُر بہار
جانِ من آقائی من مولائی من — بیکساں را توانیں و غمگسار
میرے مکتوبات کا پاسخ نہیں — مرحبا خفگی غیر ظاہر ای نگار
شک نہیں میں تہا پشیماں چند روز — زندگی میں مبتلای روزگار
ایسی حالت میں کہوں کیا آپ سے — اپنی روداد قفس کا خلفشار
گو بظاہر آپ نے چھوڑا ہے — ہوں فراموشی کا حسرت کے شکار
باطناً دست نوازش سر پہ ہے — ہے اسی پر زندگی کا انحصار
یاد کیجے آپکا خادم ہوں میں — بندۂ ناچیز عاجز خاکسار
آپکا ہوں آپکے حلقہ میں ہوں — آپ سمجھیں دل ہی اپنا جاں نثار
کیا عجب فرصت نہ ہوگی آپکو — اس لئے ہیں آپ اب قلت نگار
جلوہ دیکھا طور خانہ میں حضور — وہ بھی مدت ہوگئی تھا ایکبار
میری قسمت کی خرابی کیا کہوں — ہوں رُخ زیبا کی فرقت میں فگار
کیجئے بندہ نوازی کیجئے — رحم کیجئے ہے مری حالت نزار
زندگی تو آپ ہی کے دم سے ہے — ورنہ یہ ہستی ہے میری خوار و زار

لطف کیجے نامی ناچیز پر
آپ پر جو ہے دل و جاں سے نثار

نامی کوہ سوار

خبر کردو

کہ

قرآن شریف اور ہر قسم کی عربی فارسی طبی صنعتی، درسی اور غیر درسی کتابیں لطائف و ظرائف، غزلیات اور نیز سامان سٹیشنری ہر قسم ہمارے کتب خانہ سے برعائت و کفائت مل سکتا ہے، ہر فرمائش کی تعمیل خوش اسلوبی کے ساتھ وقت پر کی جاتی ہے، ایک روپیہ سے کم فرمائش کی تعمیل نہ ہوگی۔

ہر آرڈر کے ساتھ چوتھائی رقم بذریعہ منی آرڈر یا ٹکٹوں کی صورت میں آنی ضروری ہے،

کتابت و طباعت کا کام بھی ہماری معرفت باحتیاط تمام ہو سکتا ہے۔ جن احباب کو ضرورت ہو، وہ بذریعہ خط و کتابت معاملہ طے کر سکتے ہیں،

نوٹ

دریافت طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ایک آنہ کا ٹکٹ آنا چاہئے

مہتمم دارالعلوم
رونق منزل امرتسر

ھو الکل — یاسین

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ ...

اسلامی اصلاحی اور قومی ماہوار رسالہ

القریش امرتسر

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

قیمت سالانہ تین روپے —— قیمت فی پرچہ ۴/

طلباء سے عہ

آفتاب برقی پریس میں مولوی محمد عبد اللہ صاحب سہاس پرنٹر کے اہتمام سے قریشی محمد عبد الحمید صاحب آرٹسٹ پبلشر کے لئے چھپا اور قریشی برکت علی مینیجر نے دفتر القریش امرتسر سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قصیدہ نعتیہ

کلام الملوک ملک الکلام

رشحاتِ کلکِ ہمایونی اعلیحضرت ظل سبحانی ہز مجسٹی نظام الملک آصف جاہ سابع خسروِ دکن نواب مظفر الممالک میر عثمان علی خاں خلد اللہ ملکہٗ

شہِ ملکِ رسالت صاحبِ تاج و سریر آمد — ضیا بارِ جہاں افروز چوں مہرِ منیر آمد

امین و خازنِ رحمت معین و شافع امت — وزیر رازدار و نائبِ ربِّ قدیر آمد

رسولِ ہاشمی خیر الوریٰ صلِّ علیٰ احمد — کریمٌ صادقٌ نورٌ نذیرٌ البشیر آمد

چہ خوش چشمے کہ مازاغ البصر نازل بشانِ او — ز قلب بر صفا و ز دیدہ حق بیں بصیر آمد

خوشا پیغمبرِ برحق کہ بہر ما گنہگاراں — رؤفٌ والرحیم آمد کفیلٌ والنصیر آمد

نہ ماند تا حجابے جلوہ روئے حقیقت را — پے کشفِ رموزِ غیب علام و خبیر آمد

بنامِ آں شہِ لولاک صد جان و دلم قرباں

کہ عثماں از طفیلش بر مسلماناں امیر آمد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

القریش امرتسر

ماہ اکتوبر ۱۹۲۵ء جلد ۱۱ نمبر ۱۰

مجلس شوریٰ کا انتخاب اور ایجنڈہ

ستمبر کی اشاعت میں مندوہ قریش کی سکیم شایع کرتے ہوئے ناظرین کرام سے اپیل کی گئی تھی۔ کہ وہ نہایت غور و خوض کے بعد سکیم اور مجلس شوریٰ کی نسبت اپنی اپنی رائے کے اظہار سے ہمیں مطلع فرمائیں۔ اور امید کی گئی تھی۔ کہ احباب بعجلت ممکنہ اس مطالبہ کو پورا کریں گے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ مولانا قاضی اظہر حسین صاحب فاروقی کے علاوہ اسوقت تک کسی نے بھی یہ تکلیف گوارا نہیں کی۔

قوم کی پریشاں حالی کا خاکہ بار بار پیش کرنا تحصیل حاصل ہے درد مندان قوم کی ظاہری و باطنی حالت سے خوب واقف ہیں اور انہیں اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ اگر اس صورت میں بھی کچھ نہ کیا۔ اور خاموشی و بے پرواہی میں اس قیمتی موقع کو ہاتھ سے کھو دیا گیا۔ تو قوم و قومیت کے فنا ہونے میں کوئی کسر باقی نہیں۔ پھر معلوم نہیں ہوتا۔ کہ یہ سکوت کیوں ہے اور کس لئے۔

مجلس شوریٰ میں پیش ہونے والی تجاویز اور سکیم سے متعلقہ راؤں کے مطالبہ کی میعاد ۲۵ اور ۳۱۔ اکتوبر تک ہے۔ وقت کا بیشتر حصہ گذر جانے کے باوجود ایک رائے کا موصول ہونا سخت مایوس کن ہے۔ لہذا احباب کو فوری توجہ سے کام لینا چاہیئے۔

اسوقت تک مجلس شوریٰ کے لئے جو ایجنڈہ تجویز ہوا ہے وہ حسب ذیل ہے۔ احباب اس پر غور کریں۔ اور مزید تجویزیں بھجوائیں۔ تاکہ نومبر کے رسالہ میں مکمل ایجنڈہ شائع ہو سکے

(۱) قومی مرکز کے نام اور صدر مقام پر غور۔

(۲) سکیم پیش کردہ مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی پرنسپل طبیہ کالج دہلی۔

(۳) ترمیمات۔

(۴) القریش کی توسیع اشاعت کے وسائل و ذرایع پر غور۔

مجلس شوریٰ میں پچاس نمایندگان شریک ہونگے۔ جن میں سے ذیل کے پچیس احباب کے اسمائے گرامی دفتر کی طرف سے منتخب کئے گئے ہیں۔ احباب کو حق حاصل ہے۔ کہ وہ اپنی اپنی دانست کے مطابق اپنے منتخب نمایندگان کے نام بھجوا کر فہرست مکمل کرادیں۔ دس نومبر کے بعد یہ فہرست بند کر

دی جائے گی۔ اور باقی نام بھی دفتر کی طرف سے پورے کر لئے جائیں گے۔ لہذا اصحاب کو اس تاریخ سے قبل ہی نام بھجوا دینے چاہئیں۔

(۱) جناب قاضی عطا اللہ صاحب فاروقی وکیل سرگودھا
(۲) جناب مولوی پیر محمد یعقوب شاہ صاحب ڈسٹرکٹ انسپکٹر مدارس سرگودھا۔
(۳) جناب قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مستوفی ریاست (قلات) گوجرانوالہ۔
(۴) جناب قاضی فضل حسین صاحب فاروقی رئیس۔ امین آباد
(۵) جناب حکیم مولوی محمد حسین صاحب کورٹ باری۔
(۶) جناب مولوی سید عالم صاحب بی۔ او۔ ایل گوجرانوالہ
(۷) جناب خان بہادر مولوی خان محمد صاحب فاروقی زیر آنریری مجسٹریٹ راولپنڈی۔
(۸) جناب پیر سید غلام نبی شاہ صاحب رئیس ذیلدار لئے والا قصور۔
(۹) جناب مولوی قاضی محبوب عالم صاحب رئیس آنریری مجسٹریٹ جالندھر۔
(۱۰) جناب قریشی نواب علی صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر جالندھر۔
(۱۱) جناب پریسیڈنٹ صاحب انجمن قریشیہ جالندھر
(۱۲) جناب قاضی باقی شاہ صاحب رئیس وزیر آباد
(۱۳) جناب قاضی عبدالعزیز صاحب گورداسپور۔
(۱۴) جناب مولوی عبدالحمید صاحب سوداگر گورداسپور۔
(۱۵) جناب پیرزادہ سید محمد حسین صاحب پنشنر سشن جج دہلی۔
(۱۶) جناب مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی پرنسپل طبیہ کالج دہلی۔
(۱۷) جناب مولوی حکیم فضل حسین صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر رہتک۔
(۱۸) جناب پیر علی اصغر صاحب ضلعدار نہر۔
(۱۹) " پیر امام علی شاہ صاحب پاکپٹن
(۲۰) " قاضی شاہ ولی صاحب وکیل نکودر۔
(۲۱) " پیر عطا محمد صاحب قریشی سرانواں۔
(۲۲) " ڈاکٹر محمد چراغ صاحب قریشی ایم۔ ڈی۔ ایچ۔
(۲۳) جناب پیرزادہ نور اللہ شاہ صاحب صدیقی۔
(۲۴) جناب قاضی عنایت علی صاحب جنرل سکرٹری انجمن قریشیان ہند۔
(۲۵) جناب قاضی فضل الدین صاحب امرتسری اسسٹنٹ سکرٹری انجمن قریشیان ہند۔

سکرٹری صاحب انجمن قریشیان ہند اگر مناسب سمجھیں گے۔ تو اپنی انجمن کے اگزکٹو ممبران کو شمولیت کی اجازت دے دینگے۔ جو پچاس کی شرط سے مستثنیٰ ہونگے۔

نومبر کا رسالہ تاریخ اشاعت سے کچھ روز قبل شائع ہوگا۔ اس لئے مجلس شوریٰ کے اجلاس کی تاریخ اور مقام کا اعلان واضح طور پر اس میں کر دیا جائے گا۔

الہ آباد یونیورسٹی کے ارباب حل وعقد نے خواتین کو مردانہ کالجوں کے اعلیٰ درجوں میں حصول تعلیم کیلئے داخل ہونے کی ممانعت کر دی۔

مدینہ منورہ کا محاصرہ۔ امیر نجد کی افواج نے مدینہ منورہ کا محاصرہ کر لیا ہے۔

نورٌ علیٰ نور

تمام انوار کا سرچشمہ اور علت العلل حق سبحانہٗ تعالےٰ ہے جیساکہ قرآن مجید فرماتا ہے۔ اللّٰہ نورُ السمٰوٰتِ والارض خدا زمین و آسمان کا نور ہے۔

ہر ایک نور جو بلندی و پستی میں نظر آتا ہے۔ خواہ وہ ارواح میں ہے یا اجسام میں۔ ذاتی ہے یا عرضی۔ ظاہری ہے یا باطنی۔ ذہنی ہے یا خارجی۔ خداوند تعالےٰ کے فیض کا عطیہ ہے حضرت رب العالمین کا فیضان عام ہر چیز پر محیط ہو رہا ہے۔ وہی تمام فیوض کا مبدا، تمام رحمتوں کا سرچشمہ اور تمام انوار کا علت العلل ہے۔ اسی نے ہر چیز کو نیست سے ہست کیا۔ اور خلعت وجود عنایت فرمایا۔ اسی کی ہستی حقیقی اور تمام عالم کی قیوم ہے۔ سوائے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے کوئی وجود ایسا نہیں جو بذاتہ واجب و قدیم ہو یا اس سے مستفیض نہ ہو۔ بلکہ خاک و افلاک انسان و حیوان۔ شجر و حجر۔ روح و جسم سب خدائے عزوجل کے فیضان سے وجود پذیر ہیں۔

خداوند تبارک و تعالےٰ نے سب سے پہلے نور محمدی پیدا کیا جسکو فلاسفر کی اصطلاح میں عقل اول کہا گیا ہے۔ متصوفین تمام عالم کو اسماء اللہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اسکا اول و اعلےٰ مظہر وجود باجود حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہے۔ اس بناء پر حضرت احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم باعث ایجادِ عالم اور سرور بنی آدم ہیں۔ آپ کو ظاہری اور باطنی طور پر انتہائی درجہ کا ارتفاع حاصل ہے۔ آپ کا وجود باجود خیر مجسم مقربین سے اعلیٰ و افضل اور الوہیت کا مظہر اتم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام قرآن مجید میں نور اور سراج منیر رکھا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔ قد جاءکم من اللہ نور و کتاب مبین (پ ۶ س المائدہ۔ ع ۷/۳) اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور اور قرآن آچکا ہے۔ جس کے احکام صاف و صریح ہیں۔ دوسرے مقام پر ہے۔ یا ایہا النبی انا ارسلنٰک شاھدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا (پ س الاحزاب ع ۶/۳) اے پیغمبر ہم نے تم کو گواہی دینے والا اور نیکوں کو خوشنودی قدر کی خوشخبری دینے والا اور بدوں کو اس کے غضب سے ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے اس کی طرف لوگوں کو بلانے والا اور ہدایت کا روشن چراغ بناکر بھیجا ہے

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کتاب نازل ہوئی اسکا نام بھی نور ہے۔ چنانچہ حق سبحانہٗ وتعالےٰ ارشاد فرماتا ہے فاٰمنوا باللہ و رسولہ والنور الذی انزلنا واللہ بما تعملون خبیر (پ ۲۸ س التغابن ع ۱/۱۸) پس اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اور نیز نور ہدایت یعنی قرآن پر جسکو ہم نے اتارا ہے۔ اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ کو اسکی سب خبر ہے

حضرت سرور انبیاء علیہ الصلوٰۃ والثنا کا وجود باجود نور تھا پھر وحی الٰہی کا نور وارد ہوا۔ نورٌ علیٰ نورٌ اور مجمع الانوار بن گئے۔

مومنین نور فراست سے ممتاز ہوتے ہیں چنانچہ مخبر صادق و مصدوق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

اتقوا من فراسۃ المومنین فانہٗ ینظر بنور اللہ اس بنا پر مومن ہونے کا نشان یہ ہے۔ کہ اس انسان کی قوت متمیزہ بڑھتی جاتی ہے۔ اور وہ آہستہ آہستہ تاریکیوں سے نکل کر انوار میں آتا جاتا ہے۔ اور اپنی حالت میں دن بدن نمایاں تبدیلی پاتا ہے۔ اور اللہ اسکا والی بن جاتا ہے۔ اللہ ولی الذین اٰمنوا یخرجھم من الظلمٰت الی النور (پ ۳ س البقر ع ۳/۲) اللہ ایمان والوں کا حامی و مددگار ہے۔ کہ ان کو کفر کی

تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لاتا ہے۔
دوسرے مقام پر حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ظلمات سے نکال کر نور کی طرف لانیوالا فرمایا۔ الٓر کتٰب انزلنٰہ الیک لتخرج الناس من الظلمٰت الی النور باذن ربھم الی صراط العزیز الحمید (پ۱۳ س ابراہیم ع ۱) میں اللہ ہوں۔ میں سب کچھ دیکھتا ہوں۔ اے پیغمبر یہ قرآن ایک بڑی اعلےٰ درجہ کی کتاب ہے۔ اسکو ہم نے تم پر اس غرض سے اتارا ہے۔ کہ تم لوگوں کو ان کے پروردگار کے حکم سے کفر کے اندھیروں سے نکالکر ایمان کی روشنی میں لاؤ۔ یعنی اس پاک ذات کے رستہ پر لاؤ۔ جو سب سے زبردست اور ہمہ وقت اور ہر حال میں تعریف کے لائق ہے۔ یاد رہے۔ کہ ظلمتیں کئی قسم کی ہوتی ہیں۔

(۱) ظلمتِ کفر
(۲) ظلمتِ شرک
(۳) ظلمتِ جہل
(۴) ظلمتِ رسم وعادت۔
(۵) ظلمتِ حب
(۶) ظلمتِ افلاس و دولت۔ (۷) ظلمتِ مجلس
(۸) ظلمتِ شہوت وحرص وغضب۔
(۹) ظلمتِ کسل و عجز و جبن۔
(۱۰) ظلمتِ تکبر و غرور۔ (۱۱) ظلمتِ استبداد وجور وظلم۔
(۱۲) ظلمتِ فسق و فجور۔ (۱۳) ظلمتِ عدوان وطغیان۔

غور کرو متبعین اسلام کی ہدائیت و رہنمائی کے لئے قرآن مجید و فرقان حمید جیسی کتاب حکیم و نور مبین موجود ہے۔ قرآن مجید کی پیروی کریں۔ تو اللہ جو تمام انوار کا علت العلل اور تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے۔ ان کا داعی مخرج من الظلمت الی النور ہے۔ مسلمان اگر اسوہ حسنہ سید المرسلین کی پیروی کریں۔ اور اس وجود باجود سے جو مجمع الانوار اور نورٌ علےٰ نور ہے۔ مناسبت پیدا کریں تو حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم باذنہٖ تعالیٰ ان کو ظلمات سے نکال کر نور میں لاتے ہیں۔ ان انوار کے ہوتے ہوئے اگر کوئی مسلمان کسی قسم کی تاریکی میں ہے تو یہ اسکی اپنی بدبختی ہے۔ مسلمانوں کی فلاح و نجاح اللہ نور السموات والارض کی کتاب نور ہدائیت اور اس کے رسول مجمع الانوار اور نورٌ علیٰ نور کے اسوہ حسنہ کی پیروی میں مضمر ہے۔ فامنوا باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا واللہ بما تعملون خبیر۔

زنورِ دیں جہاں نورٌ علیٰ نور

کیا اللہ نے سب انبیاء نور ✽ محمد کو کیا نورٌ علےٰ نور
ہٹی اس نور سے ظلمت عدم کی ✽ چمک اٹھا زمیں سے تا سما نور
جہاں یہ نور ہو ظلمت کہاں پھر ✽ کلام اللہ نور اور مصطفےٰ نور
ازل سے نور کا طالب ہوں بیدل
پڑھا کرتا ہوں یا اللہ یا نور

اطلاع

مخدومی ایڈیٹر صاحب آج ۱۶ اکتوبر کو بردوار میل پر سوار ہو کر بعزم سفر دکن امرتسر سے روانہ ہوگئے ہیں۔ دہلی میں مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی ہاؤس فزیشن طبیہ کالج دہلی سے "ندوہ قریش" اور قوم کے مستقبل پر گفتگو کرینگے۔

ناظرین کرام اور بہی خواہان القریش کا فرض ہے۔ کہ وہ آپ کی عدم حاضری میں القریش کو جاری رکھنے کیلئے توسیع اشاعت سے مالی مدد کریں۔ آئندہ اشاعت سے آپ کے حالات سفر درج کئے جائینگے۔ جو ناظرین کی دلچسپی کا باعث ہونگے۔ (نیاز مند انچارج دفتر القریش)

حضورِ انور کا استقلال استقامت

اصلاح و تبلیغ کا نازک فرض انجام دینے کے لئے سب سے بڑی ضرورت سچے استقلال اور فوق العادت عزم کی ہے۔ کہ مصلح اور مبلغ کو کوئی ترغیب و ترہیب اس کے پاک ارادہ اور قابلقدر مساعی سے باز نہ رکھ سکے اور وہ غیر متزلزل استقامت اور عزم راسخ کے ساتھ اپنا کام کرتا ہے۔ اور متواتر ناکامیوں اور مسلسل موانع پیش آنے سے مایوس و ہراساں نہیں ہوتا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جہاں اور ہزاروں محاسن اخلاق سے بدرجۂ کمال متصف تھے۔ وہاں استقلال کامل اور عزم راسخ بھی آپ کے خلقِ عظیم کی ایک نمایاں خصوصیت تھی اپنے خدائے عز و جل کی طرف سے آپ جس خدمت کیلئے مامور ہو کر آئے تھے۔ اس کے پورا کرنے میں آپ آخر عمر تک اسی سرگرمی و دلچسپی سے کوشاں رہے۔ جو ماموران الٰہی کا خاصہ ہے سخت سے سخت مزاحمت اور شدید ترین مخالفت بھی آپ کو اپنے فرائض کے انجام دینے سے باز نہ رکھ سکی۔ اور آپ نے اپنے نیک مقاصد کی تکمیل میں کسی لائم کی ملامت اور کسی لامن کی لعنت کی کبھی پرواہ نہیں کی۔ اور نہ کسی مایوسی و نا امیدی نے آپ کے عزم راسخ میں کبھی کوئی تغیر پیدا کیا۔

آپ کی مستجمع الصفات تبلیغ اسلام کے لئے ایک ایسی قوم میں مبعوث کی گئی تھی۔ جو علوم سے بے بہرہ مصالحت اور درگذر سے نا آشنا اور جملہ صفات انسانی سے معرّا تھی۔ حضور کو توحید و صداقت کی دعوت و اشاعت میں سخت سے سخت زحمتیں برداشت کرنی پڑیں ملک کا ملک دشمن تھا۔ قوم کی قوم تشنۂ خون تھی۔ صاحب قوت و زور اپنی پوری طاقت سے مخالفت پر آمادہ تھے

بایں ہمہ آپ کے عزم و استقلال اور استقامت کا یہ حال تھا۔ کہ نہایت جرأت و دلیری کے ساتھ اپنی کل قوم کے عادات و طبائع۔ رسوم و رواج کے برخلاف توحید کا سبق سکھایا۔ اور اسلام کی دعوت دی۔ یہ ایک ایسی دلفریب صدا تھی۔ جس سے دیکھتے ہی دیکھتے دشت و جبل گونج اٹھے۔ اور ہر ادنیٰ و اعلیٰ چونک گیا۔ اور انہوں نے اس آواز کی مخالفت کو اپنا نصب العین ٹھیرایا۔ اور آپ کی جان کے درپے ہو گئے۔ باوجودیکہ تمام قوم۔ ہم محلہ ہمسایہ۔ حتیٰ کہ رشتہ دار بھی آپ کے مخالف تھے۔ آپ کی ذات بابرکات سخت خطرے میں تھی۔ مگر واہ رے استقلال و استقامت۔ آپ پیغام حق کے سنانے اور دعوت الی الخیر کے پہنچانے سے دستکش نہ ہوئے۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ تبلیغ اسلام کے لئے سرگرمی سے کوشش شروع کی۔ اسی استقلال و استقامت کا نتیجہ تھا۔ کہ آپ کی زندگی ہی میں کل قوم عرب دینِ متین کے آگے سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہوئی۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار مجنوں کہتے تھے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے۔

ویقولون انہ لمجنون (پ ۲۹ ع ۳/۴)

اور کہتے ہیں۔ کہ یہ (شخص) تو ایک دیوانہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے تردید فرمائی۔

عربیہ۔ حجاج کی واپسی۔ حاجیوں کی تمام جماعتیں حج سے فراغت پاکر بخیریت ہندوستان پہنچ گئیں تھیں۔

سرودِ مستاں

شراب خانہ ہے بزم ہستی　　ہر ایک ہے محو عیش و مستی　　مآل بینی و مے پرستی　　ارے یہ ذلت ارے یہ پستی
شعار رندانہ کر ۔ ۔ پیے جا ۔ ۔ ۔ ۔

اگر کوئی تجھکو ٹوکتا ہے　　شراب پینے سے روکتا ہے　　سمجھ لے ہوش میں نہیں ہے　　خرد کے آغوش میں نہیں ہے
تو اس سے جھگڑا نہ کر ۔ ۔ پیے جا ۔ ۔ ۔ ۔

خیال روز حساب کیسا　　ثواب کیسا عذاب کیسا　　بہشت دوزخ کے یہ فسانے　　خدا کی باتیں خدا ہی جانے
فضول سوچا نہ کر ۔ ۔ پیے جا ۔ ۔ ۔ ۔

نہیں جہاں میں مدام رہنا　　تو کس لیے تشنہ کام رہنا　　گرہ میں جو کچھ ہے زر لٹا دے　　بس آج ہی سارا گھر لٹا دے
خیال فردا نہ کر ۔ ۔ پیے جا ۔ ۔ ۔ ۔

یہ تجھ پر　　کسنے والے　　نہیں ہیں پرہیزگار سارے　　اٹھا اٹھا ہاں اٹھا سبو کو　　تمام دنیا کی ہاؤ ہو کو
غریق یاس نہ کر ۔ ۔ پیے جا ۔ ۔ ۔ ۔

کسی سے تکرار کیا ضرورت　　فضول اصرار کیا ضرورت　　کوئی پیے تو اسے پلا دے　　اگر نہ مانے تو مسکرا دے
ملال اصرار نہ کر ۔ ۔ پیے جا ۔ ۔ ۔ ۔

تجھے سمجھتے ہیں اہل دنیا　　خراب خستہ ذلیل رسوا　　نہیں خیال ان کو حال تیرا　　کوئی نہیں ہم خیال تیرا
کسی کی پرواہ نہ کر ۔ ۔ پیے جا ۔ ۔ ۔ ۔

(ابو الاثر حفیظ جالندھری)

ندوہ

قوم کے غمگسار حضرت مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی پرنسپل طبیہ کالج دہلی نے جس قابلیت اور دلسوزی کے ساتھ "دارالندوہ" کے قیام کے متعلق اپنی مرتب کردہ سکیم کو قوم قریش کے سامنے پیش کیا ہے۔ وہ بلحاظ ضرورت اور باعتبار واقفیت بہر نوع اس قابل ہے۔ کہ کمال خندہ پیشانی اور فراخ حوصلگی کے ساتھ اسکو لبیک کہا جائے دردِ دل کے ساتھ اس سکیم کے تجویز کرنے سے آپ نے جو احسان عظیم قوم پر کیا ہے۔ اس کے رو سے لاریب آپ قوم کی سچی شکر گذاری کے مستحق ہیں۔

سکیم بذاتہ بغایت معقول ہے۔ اور اس بات کی مستحق ہے کہ قوم کے فہمیدہ اور قابل ترین اصحاب اس کے مالہ و ما علیہ پر ٹھنڈے دل کے ساتھ غور کریں۔

(۱) جہاں تک واقعات کا تعلق ہے۔ اس امر کے اظہار میں کوئی تامل نہیں پایا جاتا۔ کہ انجمن قریشیان ہند نے جہاں قوم کی رہنمائی کا نازک اور ذمہ وارانہ کام علے قدر حال خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام دیا ہے۔ وہاں اسکے بالمقابل یہ امر بھی وقوع میں آیا ہے۔ کہ انجمن کی نادانستگی سے اس کے قیام کے ابتدائی ایام میں بعض مجہول النسب اشخاص بعجلت تمام انجمن کے پھاٹک کی راہ سے دائرۂ قریشیت میں داخل ہو جانے کا موقعہ پا گئے۔ اور پھر اس پر ہی اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ چراغ بکف ہو کر قریش کے نام سے خانہ ساز انجمنوں کا ڈھانچہ بھی کھڑا کر دیا۔ بحالیکہ اگر ان کے طریق کار کی نوعیت اندرونی کا جائزہ لیا جائے تو لامحالہ کہنا پڑے گا کہ

من ازیں بیش ندانم کہ کفن دزدے چند
بہرِ تقسیم قبور انجمنے ساختہ اند

پس ایسی صورت میں جبکہ اس قسم کی وبا ہر جگہ روز افزوں ہے۔ تو قوم قریش کے خون صحیح کا ازیں قبیل سوادِ غلیظ کی آمیزش سے ہمیشہ کے لئے پاک وصاف رکھا جانا بغایت ضروری ہے۔ اسلئے سکیم متذکرہ مندرجہ القریش ماہ ستمبر ۱۹۲۵ء کی مد نمبر ۲ کے ضمن (ج) کے ان الفاظ کے متعلق کہ

"ہر قریشی بھائی فیس دیکر اسکا ممبر ہوسکتا ہے"

"میں ترمیم پیش کرتا ہوں کہ اسکی بجائے یوں ہونا چاہیئے۔ کہ ہر صحیح النسب قریشی بھائی فیس دیکر اسکا ممبر ہو سکتا ہے"

(۲) میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں۔ کہ سکیم میں ایک اور فقرہ نمبر (د) کے نام سے ایزاد ہونا چاہیئے۔ جسکا مدعا یہ ہو کہ داخلہ "ندوہ" کی منظوری کا محتاج ہوگا۔ اور داخلہ سے قبل صحت نسب کی جانچ پڑتال بذمہ ندوہ ہوگی

(۳)

اگر انجمن قریشیان ہند ندوہ میں منتقل ہو جائے۔ تو پھر یہ عمل قابل تصفیہ ہوگا۔ کہ ندوہ کا صدر مقام کہاں ہو؟ میرا خیال ہے کہ اسبات کا طے کرنا بھی منعقد ہونے والی مجلس شوریٰ کے مقاصد میں داخل ہونا چاہیئے۔

(۴)

بعض ضروریات اور چند خصوصیات کی رو سے مجلس شوریٰ کا انعقاد امرتسر ہی میں کیا جانا موزوں تر ہوگا۔

(۵)

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔ کہ القریش نے گذشتہ دس سال کے اندر قوم میں بیداری پیدا

کرنے کے متعلق جو اہم ترین خدمات سرانجام دی ہیں۔ ان کے رو سے "ندوۃ" اور "القریش" لازم و ملزوم کی حیثیت میں ہونگے۔ اسوقت القریش اس درماندہ اور پسماندہ قوم کا ایک ٹمٹماتا ہوا چراغ ہے۔ جسکا برقرار رکھنا قومی مفاد کے لحاظ سے ازبس ضروری ہے۔ اسلئے میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ القریش کے آئندہ زندہ رکھنے کا مسئلہ بھی اس مجلسِ شوریٰ میں پیش ہونا چاہیئے۔

(۶)

ایک اطلاع کے مطابق ہندوستان بھر میں سادات و قریش کی آبادی کا اندازہ اٹھارہ لاکھ کے قریب ہے۔ اور صوبۂ پنجاب میں تو ۱۹۱۱ء کی رپورٹ مردم شماری کی رو سے سادات و قریش کی مجموعی آبادی تین لاکھ سترہ ہزار آٹھ سو ستاون ہے۔ اسلئے نظام مطلوبہ کے متعلق مناسب وقت میں قوم سے باقساط بیس پچیس لاکھ روپیہ کا فراہم ہو سکنا تو زیادہ مشکل نہیں معلوم ہو سکتا۔ ہاں اگر کچھ مشکل ہے تو یہ کہ کام کرنے والے کیونکر پیدا ہوں؟ اگرچہ مایوسی کی کوئی وجہ نہ ہونی چاہیئے۔ کیونکہ خدا خود میشود ناصر اگر ہمت شود پیدا تاہم یہ مسئلہ غور طلب ضرور ہوگا۔

(۷)

یا معشر القریش۔ جہاں تک میرے معلومات میری رہنمائی کرتے ہیں۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ سکیم ندوہ سے ترقی پسند طبائع میں تموج اور ہلچل پیدا ہو چلی ہے۔ اور میں محسوس کرتا ہوں۔ کہ قوم قریش کی خوش نصیبی کے دن ازسرِ نو قریب آنے والے ہیں۔ اس لئے اس بات کی یاددہانی غالباً بے محل نہ ہوگی۔ کہ آپ ان بزرگانِ عظام کی یادگار ہیں۔ جن کے ارادے ہمیشہ غیر متزلزل ہوا کئے زمین کا اپنے مرکز سے ٹل جانا اور آسمان کا اپنے محور سے ہٹ جانا ممکن ہو سکتا۔ مگر جو قدم کہ ان کا اُٹھتا۔ اس کی واپسی ان کیلئے موت کا پیغام ہوتی۔

پس اٹھئے اور دنیا پر اپنے آپ کو اس آبائی وراثت کا وارث ثابت کیجئے۔

چھپا دستِ ہمت میں زورِ قضا ہے
مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے

خاکسار قاضی نظیر حسین فاروقی ریٹائرڈ
مستوفی از گوجرانوالہ

سوانعمری حضرت مخدوم سید الدین مولانا خواجگی فاروقی چشتی کالپوری خلیفۂ اعظم حضرت شیخ نصیر الدینؒ[۲] چراغ دہلیؒ۔ مصنفہ قاضی سید احمد جان فاروقی نبیرہ حضرت مولانا خواجگیؒ

عارفِ حق سید الدین خواجگیؒ — عارفِ اوقات دریادِ خدا
بن سراج الدین سراج اولیاؒ — کان برادر یوسفِ شاہِ علاؒ
خاندانش را چو من دیدم بنور — رفت با فاروق اعظمؓ سلسلہ
علم ظاہر کرد حاصل از معلیؒ — علم باطن از[۲] نصیرِ پیرِ منیا
بعد ہجری ہشت صد ہم نوزدہ — داخلِ خلدِ بریں شد پارسا
مدفنش چوں گشت شہر کالپی — شد زیارت گاہِ مخلوقِ خدا

عہ۱ مراد حضرت مولانا معین الدین عمرانی دہلوی سے ہے۔ عہ۲ مراد حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی خلیفۂ اعظم حضرت نظام الدین اولیاء ہے

خبردار! ہوشیار!!

کیوں تو ہے دنیا کے ہاتھوں میں اسیر ۔۔۔ اسقدر کیوں بے خبر ہے اے خبیر
اسکا سودا موجب خسران ہے ۔۔۔ اس کی خدمت کم نہیں از جوئے شیر
دور رہ اس جاہل و خونخوار سے ۔۔۔ بھاگ جا اس کی کماں سے مثل تیر
اس نے میٹی زاہدوں کی نیکیاں ۔۔۔ ہوگئے بے دست و پا پر دستگیر
عارفوں کو اس نے رسوا کر دیا ۔۔۔ محو تاریکی ہوئے روشن ضمیر
دوست اسکے ہیں ابوجہل و یزید ۔۔۔ محترز جن سے رہے برنا و پیر
ایک دھوکا اس کی صحبت الاماں ۔۔۔ مکر اس کا خاص دست دار و گیر
اس کے شیدا محو صد حزن و ملال ۔۔۔ اس کا طالب طالب صعب کثیر
پاکبازوں سے محبت چاہیئے ۔۔۔ اغنیاء سے دوستی کیا اے فقیر
مرغ و ماہی سے ہے نان خشک خوب ۔۔۔ بوریا ہے بے ریا جائے سریر
باعث ذلت ہے نخوت کا چلن ۔۔۔ اجتناب اس سے کریں سارے امیر
خوب مولانائے رومی نے کہا ۔۔۔ بات جو نامی ہے پتھر کی لکیر

زہد و تقوے چیست اے مرد فقیر
لاطمع بودن ز سلطان و امیر

(از نامی کوہ سوار)

صحرائے افریقہ میں اسلامی فتوحات

اسلامی تاریخ میں جب افریقہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ تو اس سے مراد شمالی افریقہ ہوتی ہے۔ جو کہ تین مختلف حصوں پر منقسم ہے۔

(۱) **المغرب الادنیٰ** جو کہ قیروان۔ طرابلس اور ٹیونس پر حاوی ہے۔

(۲) **المغرب الاوسط**۔ جس میں چند اندرونی مقامات شامل ہیں۔

(۳) **المغرب الاقصیٰ** جس کے اندر مراکش۔ سوس اور فاس وغیرہ کا شمول ہے۔

سب سے پہلے اس ملک میں خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے عہد خلافت میں عبداللہ بن سعد بن ابی سرح نے اسلامی فتوحات کا سلسلہ جاری کیا۔ بعدازاں سنہ ۴۱ھ جنرل عقبہ بن نافع نے منقطع شدہ سلسلۂ فتوحات کو از سر نو جاری کیا۔ اور اسی سال ہی ودنہ اور مزاتہ جیسے مقامات کو سر کر لیا۔ اور سنہ ۴۲ھ کے شروع ہوتے ہی کوراسن کو بھی اسلامی فتوحات میں داخل کر لیا۔

آفریں باد بریں ہمتِ مردانہ تو۔!

یہ زمانہ وہ تھا۔ کہ جب حضرت امیر معاویہ کا دور خلافت اپنا جوبن دکھا رہا تھا۔ چنانچہ امیر موصوف نے عقبہ کی اس خداداد شجاعت و مردانگی کو دیکھتے ہوئے شمالی افریقہ کو فتح کر کے ملی اقتدار میں داخل کرنے کا کام انہیں کے سپرد کر دیا۔ اور سنہ ۵۲ھ میں ان کو افریقہ کا گورنر مقرر کر دیا۔ ان کی ماتحت افواج میں دس ہزار کا اضافہ کر دیا۔

جب اس مجاہد اعظم نے اس کام کو اپنے اوپر لازم کر لیا۔ اور اس بات کا پورا عہد کر لیا۔ کہ افریقہ کے صحراؤں میں خدائے واحد کی آواز کو بلند کرونگا۔ اور ان بربری اقوام کو اسلامی تہذیب سے بہرہ اندوز کیا جائیگا۔ انہی ارادوں کو دل میں جگہ دیئے ہوئے وہ طرابلس کی جانب بڑھا۔ اور بربری اقوام کو اچھی طرح شکست دی۔ ان بربریوں کا یہ قاعدہ تھا۔ کہ جب یہ شکست کھا جاتے اور مجبور ہو جاتے تو اطاعت قبول کر لیتے۔ اور جب اسلامی فوج وہاں سے ہٹ جاتی۔ تو پھر سرکشی کرنے لگتے۔ اسی سبب سے اس دفعہ اس انجام میں گورنر عقبہ نے اس بات کا اہتمام کیا۔ کہ لشکر اسلام یہاں مستقل طور پر قیام کرے۔ اور ان منافقوں کو ان کے ارادہ سے باز رکھے۔ اور اس ارادہ کو عملی صورت دینے کی غرض سے ایک جدید شہر بناہ کی تجویز کی گئی۔ چنانچہ آپ نے شہر قیروان کا بنیادی پتھر رکھا۔ افریقہ جو جنگلوں سے بھرا ہوا اور وحشیوں کا مسکن تھا۔ بالخصوص جس جگہ قیروان کے آباد کرنے کی تجویز تھی۔ اس جگہ تو ایک نہایت ہی خطرناک جنگل تھا جس میں شیر، چیتے، بھیڑیئے اور دیگر قسم کے درندے اسطرح بیباکی کے ساتھ پھرا کرتے جیسے کہ شہر کی گلیوں میں کُتّے۔ سانپ، بچھو اور دیگر حشرات الارض کی بھی کثرت تھی۔

جب یہ حالت گورنر عقبہ نے دیکھی۔ تو اپنا وہ سر جو اس نے آج تک کسی بڑی سے بڑی شخصیت کے سامنے

نہ جھکایا تھا۔ نہایت عاجزی و انکساری سے خدائے
واحد کی بارگاہ بے نیاز میں جھکا کر جنگل کو ان آفات کے
اثر سے پاک کرنے کی دعا کی۔ اس کے بعد سر اٹھا کر
تمام جنگل کے درندوں اور حشرات الارض کو خطاب
کر کے کہا۔

"یا ایہا الحیات والسباع انا اصحاب رسول
اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ارحلوا عنا و انا نا
زلون ومن وجدناہ بعد ذالک قتلناہ"

ترجمہ۔ اے کیڑو مکوڑو اور اے جنگل کے درندو
سن لو اور غور سے سن لو۔ کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے اصحاب ہیں۔ یہاں سے چلے جاؤ اور اس جنگل کو اپنے
اثر سے پاک کر دو۔ کیونکہ ہم یہاں ٹھیرے ہوئے ہیں
اور اس کے بعد ہم نے تم میں سے جس کو دیکھا۔ اس کو
قتل کر دیں گے۔

یہ تھی وہ صدا کہ جس نے جنگل میں گونجتے ہی ہر شیر و
چیتے کو لرزہ براندام کر دیا۔ ہر کیڑے مکوڑے کو زہر سنگھا
دیا اور ان کو بے ہمت کر دیا۔

اللہ اللہ یہ وہ دعا تھی۔ کہ جس کا یہ اثر ہوا اور لوگوں
نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ کہ درندے اپنے بچوں کو خود بخود
اٹھائے لئے جا رہے ہیں۔ اور سانپ نظروں سے غائب
ہو رہے ہیں۔

بربریوں کی نظروں میں اجابت دعا کے اس نظارہ
نے چکا چوند پیدا کر دی۔ اور ان میں سے اکثر کے دل اسلام
کی صداقت کے ذوق آشنا ہو گئے۔ اور اپنے سرکش
سروں کو اسلام کے احکام کے سامنے جھکا دیا۔ چنانچہ یہی
وحشی انسان حلقہ بگوش اسلام ہو کر جنگل کے کاٹنے اور
قیروان کی تعمیر کرنے میں لشکر اسلام کو مدد دینے لگے۔ اور
انہیں کے ہاتھوں سے جامع مسجد اور بہت سے سربفلک
مکانات تعمیر ہوئے۔

قیروان کی تعمیر ہونا تھا۔ کہ افریقہ میں مسلمانوں
کی ایک مستقل چھاؤنی بن گئی۔ اور اسی وجہ سے حضرت عقبہ
دشمنان اسلام کو پسپا کرنے کی غرض سے ہر طرف
فوجیں بھیجتے رہے۔ اور ہر خارجی حملوں کا نہایت
مردانگی سے جواب دیتے رہے۔

سنہ ۶۲ھ یعنی گورنر ہونے کے دس برس بعد
آپ نے اپنی اولاد کو ایک جگہ جمع کیا۔ اور فرمایا۔ کہ میں
اپنی جان و مال کو خدا اور اس کے پاک دین کے پھیلانے
میں وقف کر چکا ہوں۔ معاندین توحید سے جہاد کرونگا
اور بالآخر میدان جہاد ہی میں جان دے
دونگا۔

بعد ازاں زہیر بن قیس کو قیروان کی حفاظت
کی غرض سے۔ تھوڑے سے مجاہدین کے ساتھ مقرر
کر کے خود عرب ٹڈی دل لشکر کو لے کر مغرب کی جانب
بڑھا۔ اور شہر باغانہ پر پہنچکر رومیوں کا نہایت تہور و
شجاعت سے مقابلہ کیا۔ اور ان کے ہر حملہ کا جواب نہایت
پامردی سے دیتا رہا۔ بالآخر ایک خونریز جنگ ہوئی۔
جس میں رومیوں کو شکست فاش ہوئی۔ یہاں اسلامی
وقار کا سکہ بٹھا کر اور آگے بڑھے۔ شہر زاب پہنچے
یہاں بھی رومیوں سے سخت جنگ ہوئی۔ جس میں مسلمانوں
کو فتح حاصل ہوئی۔

جب عیسائیوں نے یہ دیکھا۔ کہ ہم ایک خدائے برتر
کے پرستاروں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ تو انہوں نے اپنے
ساتھ بربریوں کو بھی ملا لیا۔ جو عیسائی نہ تھے۔ جس
سے عیسائیوں کی تعداد لاکھوں تک جا پہنچی۔ اور وہ چھ
ہزار مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ ظاہر ہے کہ چھ ہزار کی لاکھ
کا مقابلہ کہاں تک کر سکتے ہیں۔ اور اسلامی تہور اور دلی
شجاعت نے مسلمانوں کا دامن یہاں بھی نہ چھوڑا۔ اور
ان مسلمانوں نے اللہ اکبر کے نعروں میں ایسا زبردست

حملہ کیا۔ کہ دشمن تاب مقاومت نہ لاکر میدان جنگ سے بھاگنے پر مجبور ہوا۔ ہزارہا زندہ گرفتار کر لئے گئے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو بے شمار سامان غنیمت ہاتھ لگا۔ جب رومی گورنر نے یہ دیکھا۔ کہ ان چند ہزار مسلمانوں نے وہ کچھ کیا۔ کہ جو ہمارے لاکھوں رومیوں سے نہ ہو سکا۔ تو وہ مرعوب ہو گیا۔ اور مرعوب ہو کر اس نے اپنے آپ کو عقبہ کے سپرد کر دیا۔ گورنر عقبہ نے اسلامی رواداری سے اس کو نہایت عزت و احتشام سے رکھا۔ اس کے بعد عقبہ نے اہالیان طنجہ کے ساتھ بھی بہت اچھا سلوک کیا۔ اس کے بعد بربریوں کی کثرت تعداد سے بے خوف ہو کر اور عزم صمیم کر کے الجزائر کی جانب بڑھا۔ اور راہ میں آنے والی آبادیوں میں حق کی صدا سناتا ہوا سوس الاقصیٰ جس کو مراکش بھی کہتے ہیں۔ داخل ہوا۔ عقبہ نے یہاں پہنچتے ہی بربریوں کو تعداد کے لحاظ سے اسقدر زیادہ پایا کہ مسلمان ان کے مقابلہ میں عشر عشیر بھی نہ تھے۔ مگر مقابلہ کے وقت چند مسلمانوں کی تلواروں نے وہ کام دکھایا۔ جو ان لاتعداد بربریوں کی جمعیت اور ان کی شمشیروں سے نہ ہو سکا۔

بالآخر بربریوں کو سخت شکست ہوئی۔ لاتعداد قتل ہوئے۔ ہزاروں قید ہوئے۔ کروڑوں کی غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آئی۔ گورنر عقبہ تمام علاقہ مراکش کو فتح کرتا ہوا۔ بحر اوقیانوس کے کنارہ مقام بالیان پر پہنچ گیا۔ بحر اوقیانوس آگے بڑھنے سے روکتا تھا۔ اور اس اولوالعزم کے ارادہ کو یہ سمندر ہی تھا۔ جو پورا نہ ہونے دیتا تھا۔ جب عقبہ نے یہ حالت دیکھی۔ تو نہایت ہی حسرت سے کہا۔ کہ

یا رب لولا ھذا البحر لمشیت فی البلاد
مجاھدا فی سبیلک

یہ کلمات کہنے کے بعد گورنر عقبہ وہاں سے پیچھے لوٹا۔ مراجعت کے وقت ان بربریوں نے کچھ مزاحمت نہ کی کیونکہ وہ اسلامی شمشیر کے جوہر دیکھ کر پہلے ہی مرعوب ہو چکے تھے۔ چلتے چلتے گورنر عقبہ ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جس کو فی زمانہ وادالفرس کے نام سے پکارتے ہیں۔

(شفیع الدین احمد انصاری اناوی)

فتح۔ ایک دن میں نو شہر

ایک مؤرخ نے تخمینہ لگایا ہے۔ کہ رسول خدا (صلعم) کی وفات (۱۱ھ ۶۳۲ء) کے بعد بارہ برس کی مدت میں یعنی فاروق اعظم کے عہد خلافت کے اختتام (۲۳ھ ۶۴۴ء) تک مسلمانوں نے چھتیس ہزار شہر اور قلعے اپنے قبضہ میں کر لئے تھے۔ گویا اسلامی افواج کی اوسط رفتار تقدم فی روز یہ رہی۔ کہ ایک دن میں نو شہر یا قلعے سر کر لیتے تھے۔ یہ ایک ایسی قاہر سے قاہر یورپین فوج کیلئے ازبس معتذر ہے۔ خود المانیہ اپنی ناپیدا مثال جندیت کے باوجود حال ہی (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) کے محاربۂ عظمیٰ میں اس رفتار کے عشر عشیر تک بھی نہ پہنچ سکی اور یوں تو دول یورپ کے برخلاف جارحانہ تقدم چند مہینوں تک قائم رکھنا بھی اس کے لئے بالآخر پیام موت ثابت ہوا۔ حضرت عمرؓ کے ممالک کا رقبہ بائیس لاکھ مربع میل تھا۔ ہجرت کے ایک سو برس بعد تک مسلمان پرانی دنیا کے تینوں براعظموں میں پھیل گئے۔ ایشیا میں دریائے اٹک کی حدود ان کے ایک طرف اور یورپ میں فرانس کے جنوبی اور وسطی میدان دوسری طرف تھے۔ افریقہ کا تمام شمالی علاقہ انہی کے دست قدرت میں تھا۔ گویا امپراطوریہ الکبریٰ کی سلطنت کے قریب قریب سب ممالک پر انکا تسلط ایک صدی کے اندر اندر ہو گیا تھا (سرحد۔ بحوالہ تذکرہ)

جذباتِ عزیز

تری کبریائی کی شان ہے مرے رنگِ عجز و نیاز میں
یہ وہ راز ہے جو نہ ہو ادا کبھی این و آنِ مجاز میں

کیا یادِ رخ کا جو مشغلہ سحر اک دم میں تھی رونما
شبِ غم کا طول ہوا کہ تھا میں خیالِ زلفِ دراز میں

مجھے کیا خموش ہی میں رہوں دلِ ذرہ ذرہ ہے آئینہ
تری خود نمائی نے کر دیے ہیں یہ رخنے پردۂ راز میں

مری خامشی کا سبب ہے یہ کہ خیالِ ابروئے یار ہے
تجھے ہمنشیں یہ خبر نہیں کوئی بولتا ہے نماز میں

مری عرضِ شوقِ وصال پر "طلب محال" تو کہہ دیا
مگر اک اشارۂ گو مگو ہے نہاں تبسمِ ناز میں

دلِ ہوشمند شکستہ میں ہیں قلوبِ اہلِ ولا فگار
کوئی کیا بتائے ہے کیا مزا تری لطفِ خستہ نواز میں

زہے خاکِ سجدہ نقشِ پا دو جہان و حیرتِ آئینہ
کہ نگار خانۂ چیں نہاں ہے مری جبینِ نیاز میں

یہ نمائشِ صورِ جہاں ابھی ہوش اُڑ آئینگی
کہ ہنوز نقش ہزارہا ہیں خیالِ آئینہ ساز میں

وہ ضرور آئے تھے ہاں مگر کسے علم گفت و شنید کا
یہ مجال کب ہے کہ جا سکے کوئی غیر خلوتِ راز میں

مجھے موت آئے حجاز میں یہی آرزو ہے عزیز کی
کہ نوید عیشِ ابد ملی جسے موت آئی حجاز میں

(عزیز بدایونی)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۴۷۴

نادر و نایاب کتابیں

پیام امین۔ ایک معرکۃ الآرا تصنیف جس میں مغرب کے ستر نامور ترین مورخین پادریوں اور فلاسفروں کے اقوال سے قرآن کریم دنیا کی بہترین الہامی کتاب ثابت کیا گیا ہے۔ اور مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم کی پوری تفصیل دی ہے۔ اور بتایا ہے کہ قرآن کی اشاعت مشرق و مغرب میں کیونکر ہوئی۔ سنہ ۱۹۲۴ء کی بہترین تصنیف قرار دی ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ نہایت اعلیٰ قیمت ایک روپیہ (عہ)

اسلام و عیسائیت۔ عیسائیت کس طرح آج ہزار سال سے اسلام کو نیچا دکھانے میں مصروف ہے۔ اور اسلام کو کیونکر ہر حیثیت سے کمزور کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس کی پوری کیفیت اس نادر تالیف میں ملیگی۔ قیمت صرف ۸ر

مجموعہ کلام شبلی۔ مولانا شبلی کے اردو کلام کا مجموعہ جس کا ایک ایک شعر ان کی قادر الکلامی اور اعلیٰ ذوق شاعری کا نمونہ ہے اس میں مثنوی، مسدس، قومی و سیاسی نظمیں، غزلیات اور قطعات غرضیکہ ہر زمانہ اور ہر صنف کا کلام موجود ہے۔ قیمت ۱۰ر

کنولا۔ ایک مشہور دلچسپ، دلفریب ناول ایسی پیاری زبان اور اچھوتے انداز بیان میں ہندوستان کا سین اور ہندوستان کی سیرت دکھلائی گئی ہے۔ کہ دیکھ کر جی لوٹا جاتا ہے۔ قیمت ہر دو جلد عہ (دو روپے)

مسلمانان اندلس۔ نامور مورخ اسٹینلی لین پول کی مختصر تاریخ اسپین کا ترجمہ۔ اس سے یورپ میں مسلمانوں کی ہزار سالہ حکومت کے ضروری حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔ (قیمت عہ)

ہندوستان کی قدیم تہذیب۔ مشہور بنگالی عالم رومیش چندر دت کی لاجواب تاریخ ہند۔ جلد اول قیمت عہ۔

افراد کاسیہ۔ مولوی سید کرامت حسین صاحب مرحوم سابق جج ہائیکورٹ الہ آباد کا قابلقدر مضمون ۴ر

تجرد و ازدواج۔ جس میں علمائے یورپ و امریکہ کی شہادتوں سے تجرد کے نقصانات اور شادی کے فوائد بیان کئے گئے ہیں نہایت مفید کتاب ہے قیمت ۸ر

جمیل و بثینہ۔ عرب کے حسن و عشق کا ایک دلفریب قصہ قیمت ۸ر

عورتوں کی انشاء (مصنفہ بیگم صفدر علی) جو عورتوں کی مخصوص فطرت اور طبعی رجحان کو ملحوظ رکھکر انہی کی زبان میں لکھی گئی ہے، عورتوں کیلئے لاجواب تحفہ۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

خوان دعوت۔ افسانہ اور مکالمہ کے پیرائے میں باورچی خانہ کے تمام لوازم و ضروریات اور کھانے پکانے کی ترکیبیں قیمت ایک روپیہ (عہ)

سیرۃ العباس۔ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم حضرت ابو الفضل عباس بن عبد المطلب ہاشمی کی زندگی کے حالات، عربی کی معتبر کتابوں کا انتخاب اردو زبان، قیمت عہ

مدار اعظم۔ حضرت سید بدر الدین قطب مدار کے مفصل حالات، آپ کے خاص خلفاء کے اور خاندان چشتیہ و قلندریہ و نقشبندیہ کے ان بزرگوں کے حالات جنکو نسبت مداریہ حاصل ہے۔ قیمت عہ

مینیجر القریش امرتسر

اللہ اکبر

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ

ایڈیٹر

محمد علی رونق صدیقی

قیمت سالانہ تین روپے　　طلبا سے سوا دو　　فی پرچہ تین آنہ

آفتاب برقی پریس امرتسر میں مولوی محمد عبد اللہ صاحب منہاس پرنٹر کے اہتمام سے محمد علی رونق پبلشر کیلئے چھپا

مقاصد

افرادِ قوم میں اتحاد و اتفاق اور محبت و مودت کا رشتہ قائم کرنے اور نوجوانانِ قوم کو صبر و استقلال، فیاضی و ثابت قدمی، صلہ رحمی و ایثار نفسی، محنت جفاکشی، احسان و مروّت، خاندان کی عزت و مہمان نوازی کا سبق دینے اور رسومات قبیحہ سے بچنے کی تلقین کرنا،

اگر آپ

کو ان مقاصد سے اتفاق ہے۔ اور اپنی قوم کیلئے ان کی تکمیل مفید سمجھتے ہیں تو

آپکا فرض

ہے کہ آپ اخوت و یگانگت، ہمدردی اور مروت سے اپنے قومی نقارہ (القریش) کی آواز بلند کرنے اور افرادِ قوم کے کانوں تک پہنچانے میں کارپردازان القریش کا بطریق ذیل ساتھ دیں؛

(۱) قلمی اعانت (اصلاحی اور ایسے مضامین جو مقاصد مجوزہ کے موافق ہوں کی ترسیل) سے

(۲) ترقی اشاعت (حلقہ اثر اور دیگر ذرائع سے خریدار بناکر) سے

(۳) القریش کی آواز پر کان دینے کے خوگر اور تجاویز مفید پر عامل ہو کر تاکہ کسی پس افتادہ قوم کی شیرازہ بندی کا راز اسی میں مضمر ہے،

مینجر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انس ہی کیا ہے وابستۂ انسانی مری

(از جناب ملک محی الدین احمد صاحب ادیب فاضل)

وجہ بدنامی ہوئی ہے گریہ سامانی مری
یعنی چشم تر نے کر دی آبرو پانی مری

لالۂ باغ محبت ہے مرا داغ جگر
دیدۂ خونبار سے ہے گل بدامانی مری

پھر بہار تازہ ہے پھر کار فرما ہے جنون
پھر ہوئی ہنگامہ آرا چاک دامانی مری

ذوق راحت نے مجھے رکھا سدا تو بر قفا
میری ناکامی ہوئی از تن آسانی مری

صور اسرافیل ہے یا ہے مرا شور و فغاں
مطلع محشر ہے یا ہے چاک دامانی مری

وار کر جلدی تو قاتل تیغ بے آب ہے
کہہ رہی ہے سخت مشکل میں گراں جانی مری

انس سے مشتق ہے انساں انس ہی میرا شعار
انس ہی کے ساتھ وابستہ ہے انسانی مری

تیرہ بختی کے سبب سے ہوں میں تیرہ روزگار
شام ظلمت بن گئی ہے صبح نورانی مری

وہ ہو شانہ ترا میرا دل صد چاک ہے
موئے زلف پر شکن ہے پریشانی مری

بعد مدت یاد آئی اب احباب کو محسن
یہ سخن فہمی سخن گوئی سخندانی مری

شذرات

القریش کا حجم حیدرآباد کی تیاری اور اس میں آئے دن
کی روکاوٹوں کے باعث کئی اشاعتوں سے آدھا رہ گیا
میرا خیال تھا کہ واپسی پر تمام کسر نکال دی جائے گی لیکن
واقعات کی ناموافقت نے مجھے اس خیال کو پورا کرنے
میں بھی ناکام رکھا۔ حیدرآباد سے آتے ہی سفر کی کوفت
وغیرہ سے میں بیمار ہو گیا۔ اور کئی روز تک کوئی کام نہ کر سکا
یہی وجہ ہوئی کہ نومبر کا "القریش" ابھی شائع نہ ہو سکا جس
کا مجھے کمال افسوس ہے۔ امید ہے کہ احباب اس فروگذاشت
کو نظر انداز کر کے شکریہ کا موقع دیں گے۔"

رسالہ کی کتابت اور کاغذ عموماً ناقص ہوتا ہے۔ اس
کا مجھے احساس ہے میں چاہتا ہوں کہ یہ نقص رفع
کر دیا جائے مگر افسوس ہے کہ آمدن اس کی کفیل نہیں احباب
اگر تھوڑی سی توجہ اور تکلیف فرما کر جنوری کے مہینہ میں
پانچ پانچ خریداروں سے مدد کریں تو میں وعدہ کرتا ہوں
کہ ان خریداروں کی آمدہ رقم میں سے ایک پائی بھی ذاتی
مصرف میں نہ لاؤنگا۔ اور تمام کی تمام اس کی ظاہری و باطنی
حالت درست کرنے پر صرف کر دونگا۔

مخدومی قاضی نظیر حسین فاروقی اور مولوی امام الدین
صاحبان نے القریش کی بڑی مدد کی ہے اور ہنوز آپکی
اعانت کا سلسلہ جاری ہے۔ مولانا حکیم سید فرید احمد
صاحب عباسی کا وعدہ ہے اور یقین ہے کہ وہ بہت
جلد ایفائے عہد سے شکرگذاری کا موجب ہوں گے
اسی طرح اگر ہمارے دوسرے مہربان توجہ
کریں اور عملی مدد تو ہماری مالی تکالیف کا فوری
سدباب ہو سکتا ہے۔

رسالہ کا موجودہ سائز عام رسائل سے بڑا ہونے کی وجہ
سے اس کا مجوزہ حجم ۴۰ صفحہ تھا لیکن میں نے مضامین کی
کثرت کی وجہ سے ۳۲ صفحہ کر دیا تھا۔ اب میرا ارادہ ہے
کہ سائز ذرا چھوٹا کر دوں اور حجم بڑھا دوں یعنے تقطیع ۲۰×۳۰/۸
ہو اور حجم ۴۸ صفحات،
بہی خواہان القریش بعنایت برادرانہ اس مسئلہ پر غور
کر کے بواپسی ڈاک اپنی رائے سے مطلع فرمائیں تاکہ
شروع سال یعنی جنوری سے اس تجویز پر عمل کر دیا جائے

مضامین و ترتیب میں بھی انشاءاللہ تعالے بہترین تبدیلیاں
کر دی جائیں گی۔ اور اس جگر سوزی سے ایڈٹ کیا جائیگا
کہ تذکرہ برادری اور مخصوص قومی مضامین کے علاوہ عام
رسائل کی خوبیاں بھی پیدا ہو جائیں۔ مگر اس کے لئے پھر
وہی زر علیہ السلام کا سوال سامنے آتا ہے امید ہے
کہ آپ اس عقدہ کی گرہ کشائی کیلئے عملی کوشش
سے میرا ہاتھ بٹائیں گے۔ اللہ میاں توفیق دے
آمین!

ترتیب مضامین کے لحاظ سے اس اشاعت میں
بوجوہ کئی فروگذاشتیں ہو گئی ہیں۔ آئندہ اس کا خاص
لحاظ رکھا جائیگا۔ امید ہے کہ ناظرین کرام ایکے اس
نقص کو نظر انداز کر کے شکرگذاری کا موقع دینگے

مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی نے ندوہ کے مقاصد
کی اشاعت کیلئے علاقہ مراد آباد میں سید ذاکر حسین صاحب
قریشی کو مقرر کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ ذاکر صاحب
خوب تندہی سے کام کر رہے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایڈیٹر کا سفر

۱۶ ؍ اکتوبر بعد نماز جمعہ میں بعزم سفر دکن امرتسر سے ۲½ بجے روانہ ہوا۔ ۱۷ ؍ اکتوبر (شنبہ) کی صبح کو دہلی پہنچا۔ میری اطلاع کے مطابق مخدومی مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی ہاؤس فزیشن طبیہ کالج دہلی کے صاحبزادہ سید حسین احمد صاحب سٹیشن پر انتظار کھینچ رہے تھے۔ آپ سے معلوم ہوا کہ حکیم صاحب موصوف کسی خاص ضرورت کیلئے امروہہ (مراد آباد) تشریف لیگئے ہوئے ہیں۔ اور کل شام تک واپس آجائیں گے۔

میں آپ کے ساتھ طبیہ کالج پہنچا جو شہر کی مغربی جانب تین میل کی دوری پر قرول باغ کے وسیع اور کھلے ہوئے میدان میں واقع ہے۔ کالج کی عمارت وسیع، خوشنما اور شاندار ہے۔ اس عمارت میں درسگاہ کے علاوہ شفاخانہ بھی ہے جس میں یونانی، ڈاکٹری، اور ویدک طریق پر مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ ہندو مسلم بورڈوں کی رہائش اور خورد و نوش کا انتظام معقول ہے۔ البتہ سٹاف کے لئے جو کوارٹر ہیں وہ سرپرست کی توجہ کے محتاج ہیں۔

عزیز سید حسین احمد صاحب ایک نیک سیرت و خوش اخلاق نوجوان ہیں۔ آپ بی۔ اے میں تعلیم پاتے ہیں لیکن آج کسی تعطیل کی وجہ سے کالج نہیں گئے۔ میں نے آپ اور آپ کے ایک دوست (میر صاحب) کی صحبت میں کچھ وقت یہیں آرام لیا۔

شہر (دہلی) میں چونکہ مجھے اہل مطابع سے ایک ضروری کام کے لئے ملنا تھا اس لئے ۲ بجے کے بعد میں نے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔ ہر دو احباب بمعہ اپنے ایک تیسرے دوست کے شہر تک میرے ساتھ تشریف لائے مگر افسوس کہ مطابع بند ہونے کی وجہ سے کام نہ ہو سکا۔

۸ بجے شب کو تشریف لائے دریافت کرنے پر حکیم محمد علیخان صاحب ناہر سے ملاقات ہوئی آپ بلند شہر کے شفا خانہ میں اقامت پذیر ہیں۔ اور ڈاکٹر وائیٹ کے نام سے مشہور ہیں۔ خطرناک اور پرانی امراض کے اکثر مریض آپ سے مستفیض ہوئے اور ہو رہے ہیں۔ آپ دہلی کے مشہور اور نامی اطباء میں سے ہونے اور فن تشخیص میں مہارت تامہ رکھنے کے باوجود خاموشی کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ چونکہ آپ کے تجربات کا مجھے ذاتی تجربہ تھا اس لئے میں نے آپ سے استدعا کی کہ خلق خدا کے فائدہ کی غرض سے آپ اشتہارات کا سلسلہ جاری کر دیں۔ آپ نے اس خیال سے کہ زمانہ میں جھوٹے سچے کا امتیاز نہیں رہا۔ جو بڑے اشتہار باز ہیں انہوں نے ماہران فن کا اعتبار کھو دیا ہے۔ اس تجویز کو ناپسند کیا لیکن میرے تقاضا اور اصرار پر آپ رضامند ہوئے اور وعدہ کیا کہ میری واپسی تک آپ اشتہارات کی کچھ تعداد تیار رکھیں گے۔

پانچ بجے شام میں آپ سے جدا ہو کر طبیہ کالج پہنچا۔ رات نہایت آرام سے گذری۔ یہاں چونکہ مخدومی مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی موجود نہ تھے اور شہر سے مجھے ضروری کام تھا اس لئے ۹ بجے صبح [illegible] ضروری سامان کی تعدادات لیکر قرابتی خانہ پہنچا۔ مخدومی حکیم محمد علیخان صاحب ناہر سے اپنی ضرورت کا اظہار کیا۔ آپ فوراً میرے ساتھ ہو لئے اور محبوب المطابع میں مجھے لے گئے۔ مرزا محبوب بیگ صاحب مالک مطبع ایک خلیق قسم کے آدمی ہیں۔ انہوں نے فوراً اپنے خاص آدمی کی معیت میں مجھے اپنے کاتب کے پاس بھیجا۔ واجبی نرخ پر عمدہ اور جلد کام کرنے کی تاکید بھی کر دی گئی تھی۔ اچھا دہلی میں یہ مطبع دیانتداری کے ساتھ عمدہ اور بہترین کام کرنے میں مشہور ہے۔

۱۴ اکتوبر تک سب کام ختم ہو گئے مگر افسوس رہا کہ مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب سے نہ مل سکا۔ اس حسرت و افسوس کو لئے ہوئے شام کی گاڑی سے [illegible]

صاحب نے آکر مولانا کی تشریف آوری کی خبر دی۔ روانگی کا ارادہ ملتوی کر کے ۹ بجے رات میں طبیہ کالج پہنچا۔ مولانا ممدوح نہایت تپاک و محبت سے ملے۔ آپ کے حالات سفر (جو اختصاراً اسی اشاعت میں "ندوۃ القریش" کے عنوان سے کسی دوسری جگہ درج ہیں) سنکر مجھے بیحد مسرت ہوئی۔

مولانا سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے ہر وقت اسی دھن میں رہتے ہیں کہ قوم کی شیرازہ بندی کی کوئی صورت نکل آئے۔ آپ تنظیم قومی کے سچے عاشق اور پکی لگن میں اس قدر محو ہیں کہ آپ کو ذاتی کاروبار تک کی پرواہ نہیں رہی۔ ہر دم یہی وظیفہ اور ہر لحظہ یہی ورد آپ کی زبان پر ہے کہ "اے مٹے ہوؤں کو ابھارنے والے اور اے گرے ہوؤں کو اٹھا دینے والے خدائے تبارک و تعالیٰ نام لیوایان قریش کو بھی سکون اور انہیں عظمت رفتہ عطا فرما۔"

آپ کے ایثار کا یہ عالم ہے کہ مقدمۃ السیادۃ نامی کتاب جو آپ نے بصرف زر کثیر ایک ہزار کی تعداد میں حال ہی میں طبع کرائی ہے قوم میں قومیت کی روح پیدا کرنے کے لئے قومی مرکز کو مفت نذر کر دی ہے۔ کتاب ضخیم معلومات سے پر ہے صرف ۴ کے ٹکٹ بھیجنے پر دفتر القریش سے مل سکتی ہے۔

مولانا قوم کے شاندار مستقبل کے تصور میں جس مزے کی جھوم جھوم کر باتیں کرتے ہیں ان سے جو لطف حاصل ہوتا ہے اس کا اندازہ سننے والا ہی خوب لگا سکتا ہے۔

غرض قوم کے اس درد اور قومی تنظیم کے اس عشق کی بدولت میں ایک قلیل ترین عرصہ میں آپ نے بہت سے ان کٹھن مراحل کو طے کر لیا ہے جن کے لئے ایک طویل مدت درکار تھی۔

انہیں ایام میں آپ ایک مختصر سا سفر بھی کر چکے ہیں اور ہنوز قوم کا جمود و سکوت توڑنے کیلئے دورہ کی سخت ضرورت محسوس کرتے ہیں اور اس خدمت کیلئے آپ اپنے ذاتی کاروبار کو قوم پر قربان کر کے دورہ کی تکلیفات برداشت

کرنے کے لئے آمادہ و تیار رہیں، جزاہم اللہ خیر الجزاء۔ اس قسم کے دردمندان قوم کی خدمات کے حاصل ہوتے ہوئے بھی اگر قوم پرواہ نہ کرے اور ان کی خدمات کو ٹھکرا دے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ قوم کوئی دن کی مہمان ہے اور سوائے صبر کے چارہ نہیں۔

۱۱ بجے رات تک آپ سے گفتگو ہوتی رہی ۲۰ اکتوبر (?) صبح کو مجلس شوریٰ میں تشریف لانے والے احباب کی فہرست میں آپ نے حسب ذیل بزرگان قریش کے اسمائے گرامی ایزاد کرنے کے لئے نوٹ کرائے

(۱) جناب مولانا مولوی حکیم سید اظہر الدین صاحب فاروقی مراد آباد محلہ قائم کی سرائے۔
(۲) جناب مولانا مولوی سید ظہور حسن صاحب قصبہ سیوہارہ ضلع بجنور۔
(۳) جناب مولانا مولوی سید انور شاہ صاحب مدرس اول دار العلوم دیوبند۔
(۴) جناب مولانا مولوی سید آل محمد صاحب وکیل و آنریری مجسٹریٹ امروہہ۔
(۵) جناب مولانا مولوی سید نصرت اللہ صاحب صدیقی مدرس اسلامیہ سکول امروہہ۔
(۶) جناب مولانا حکیم سید محمد اسرار الحق صاحب محلہ قریشیاں امروہہ۔
(۷) جناب مولانا مولوی سید محمد عبید اللہ صاحب فرحتی عباسی پنشنر، امروہہ۔
(۸) جناب خان بہادر پیر زادہ محمد حسین صاحب ایم۔ اے پنشنر، دہلی۔
(۹) جناب پیر زادہ مظفر احمد صاحب فضلی پنشنر سبزی منڈی دہلی۔
(۱۰) جناب سید یوسف علی صاحب صدیقی سب انسپکٹر، ہردوئی۔

ازاں بعد آپ نے حیدر آباد کے بزرگان (۱) حکیم محمد امتیاز الدین حسین خان صاحب اور (۲) حکیم مقصود علی خان صاحب کے نام خطوط دیئے اور فرمایا کہ دونوں بزرگان میرے خاص کرم فرمایان میں سے ہیں آپ ان سے ملینگے تو اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے کے لئے آپ کو خاص سہولتیں حاصل ہوں گی۔ آپ کے اس عطیہ کا میں شکر گذار ہوا اور اجازت چاہی چنانچہ رخصت پاکر فرائش خانہ پہنچا اور سامان وغیرہ درست کرکے جی۔ آئی۔ پی ریلوے لائن کی ۹½ بجے رات کی ایکسپرس میں دہلی سے روانہ ہوا۔ یہ گاڑی دو رات اور ایک دن (۳۶ گھنٹہ) میں بمبئی پہنچا دیتی ہے۔

حیدر آباد کیلئے منماڈ (جنکشن) یا کلیان (جنکشن) سے گاڑی تبدیل کرنا پڑتی ہے لیکن میں راستہ کی ناواقفی کی وجہ سے یہاں نکل گیا۔ اور صبح ۸ بجے کے قریب بمبئی پہنچا جہاں سے ۶ گھنٹہ کے بعد ۳ بجے کے قریب گاڑی ملی جس نے ۷ بجے رات مجھے پونہ چھوڑ دیا۔

یہاں رات گذری چونکہ ۲ بجے دن تک وقفہ تھا اسلئے میں پونہ شہر کو چلا گیا۔ یہاں کی زبان مرہٹی ہے لیکن لوگ اردو بھی سمجھتے ہیں۔ رذیل طبقہ کی مستورات سٹیشن پر مسافروں کا سامان اٹھانے کا کام کرتی ہیں۔

عام طور پر مستورات کا لباس کچھ ایسا مختصر سا ہے کہ گھٹنوں بلکہ رانوں تک ننگی رہتی ہیں۔ نہ پاؤں میں جوتا نہ سر پہ اوڑھنی۔ ایک انگیا سی ہوتی ہے جو صرف سینہ ڈھانپنے کا کام دیتی ہے۔ اور بس!

سٹیشن سے پاؤ میل کی دوری پر ایک وسیع چوک ہے جس میں ایک بلند اور پختہ مینار ہے اس پر لکھا ہوا ہے کہ گذشتہ جنگ کی یاد میں شہریاں کے چندہ سے تعمیر ہوا

اس چوک کے مغربی جانب شہر ہے۔ اور جنوبی سمت چھاؤنی ہے میں شہر کی جانب روانہ ہوا۔ سڑک پر گداگروں کی

کے جھنڈ کے جھنڈ پائے گئے جو تالیاں اور چٹکیاں بجا بجا کر
مانگ رہے تھے۔ میرے لئے یہ طریق گداگری نرالا تھا۔
اس لئے میں دیر تک وہاں کھڑا رہ کر ان کے حرکات و
سکنات دیکھتا رہا۔

شہر کی ابتدا یہیں سے شروع ہو جاتی ہے۔ دوکانیں
بہت چھوٹی چھوٹی بازار وسیع اور فراخ، موٹروں، بگھیوں
اور سائیکلوں کی کثرت ہے۔ میں دور تک اسی بازار میں
چلا گیا۔ جب کسی چوک میں پہنچتا تو معلوم ہوتا کہ بس چند قدم
پر بازار ختم ہے لیکن جب آگے چلتا تو پھر دوسرا چوک آ جاتا
جہاں سے پھر وہی منظر پیش نظر ہوتا۔ کامل ایک گھنٹہ ایک
ہی بازار میں سیدھا چلتا رہا لیکن بازار ختم نہ ہوا۔

پونہ کے لوگ مرد و زن سب محنت کش اور تجارت
پیشہ ہیں۔ یہاں کے پان مشہور ہیں جو زرد رنگ کے
اور کھانے میں لذیذ و خستہ ہوتے ہیں

یہاں گیہوں کا آٹا ۴ سیر اور گھی خالص ۲ چھٹانک سے
بھی کم ملتا ہے۔ ایک ایک آنہ میں چپاتی ملتی ہے۔ جو کاغذ کی
طرح باریک اور گولائی میں بہت چھوٹی ہوتی ہے۔ پانی
گرم اور کڑوا سا مگر ہاضمہ کیلئے عرق سونف سے بہتر۔

۱۲ بجے کے قریب میں واپس سٹیشن پر پہنچا۔ ایک گھنٹہ
آرام لیا اور ٹکٹ وغیرہ لیکر ڈیڑھ بجے کی ٹرین میں بیٹھ
گیا۔ رات ایک بجے واڈی سٹیشن پر پہنچا۔ جہاں سے نظام
گرانڈ سٹیٹ ریلوے شروع ہوتی ہے۔ گاڑی تیار
تھی۔ مسافر اس کثرت سے تھے کہ بمشکل تمام جگہ ملی۔
اس گاڑی نے صبح ۹ بجے۔ فرخندہ بنیاد حیدر آباد کی
سٹیشن پر پہنچا دیا۔ مجھے چونکہ سیف آباد (اس حصہ میں دفاتر
اور عہدیداران رہتے ہیں) جو قریب ہی بتایا گیا تھا جانا تھا۔
اس لئے دو مزدور لئے اور سیف آباد کی راہ لی۔ سیف آباد
اور سیف باغ ایک ہی جگہ واقع ہیں عوام باغ سے واقف
ہیں لیکن سیف آباد کو بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ کامل ایک
گھنٹہ کی گردش کے باوجود بھی مجھے منزل مقصود نہ ملی
ایک چوک میں کھڑا تھا کہ کالج کے ایک نوجوان طالب علم ملے
اتنے میں عبد الرشید نامی ایک بزرگ صورت مل گئے
آپ نے مجھے اجنبی پا کر ذاتی کام چھوڑ دیا۔ اور تلاش
مقصود میں گھنٹہ بھر میرے ساتھ چکر لگاتے رہے۔ میں ان
احباب کی مہربانی کا گرویدہ ہو گیا اور حیدر آبادی اخلاق
کا مداح۔

خدا خدا کر کے تکلیف و تلاش کی گھڑیاں ختم ہوئیں
اور قاضی محمد حسین صاحب ایم۔ اے پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی
کی کوٹھی مل گئی۔ آپ بڑے تپاک اور برادرانہ محبت سے
ملے۔ خیر و عافیت معلوم کرنے کے بعد آپ نے اعلیحضرت
شہریار دکن ادام اللہ اقبالہ و اجلالہ کی منجھلی صاحبزادی کے
انتقال پر ملال کا ذکر کیا اور روزنامہ "صحیفہ دکن" کی غیر معمولی
اشاعت کا ایک پرچہ دکھایا جس میں صاحبزادی بلند اقبال
کی وفات حسرت آیات کے متعلق فرمان خسروی اور کیفیت
جنازہ ان الفاظ میں درج تھی۔

نقل جریدہ غیر معمولی حیدر آباد دکن

۱۴ آذر ۱۳۳۵ف م ۳۰ ربیع الاول ۱۳۴۴ھ روز دو شنبہ

حکم عالیجناب نواب صدر اعظم بہادر باب حکومت

صیغہ سیاسیات

اعلیحضرت بندگان متعالی مدظلہ العالی کی دختر نیک اختر یعنی
منجھلی صاحبزادی صاحبہ کی وفات حسرت آیات کی سوگواری
میں سترہ ربیع الثانی ۱۳۴۴ھ کو جو ان کے انتقال پر ملال کا یوم
سوم ہے تمام دار السلطنت کے دفاتر و مدارس وغیرہ بند کرنے

اور ممالک محروسہ سرکار عالی میں جسدن یہ جریدہ غیر معمولی پہنچے اس کے دوسرے دن عام تعطیل قرار دینے کی نسبت فرمان اقدس مرقومہ ۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۴۴ھ جو شرف اصدار لایا ہے وہ اطلاعاً و تعمیل درج ذیل کیا جاتا ہے۔ فقط مہدی یار جنگ معتمد سیاسیات

فرمان

چونکہ میری لڑکی جس کا نام منجھلی صاحبزادی تھا سات ماہ کی علالت (تپ دق) کے بعد پورے ۱۷ سال کے سن میں انتقال کی ہے لہذا یوم سوم یعنی غرہ ربیع الثانی کو تمام دار السلطنت کے دفاتر و مدارس وغیرہ اس حادثہ جانکاہ کے سوگ میں بند رہیں۔ اور ممالک محروسہ سرکار عالی میں جسدن جریدہ غیر معمولی پہنچے اس کے دوسرے دن عام تعطیل قرار دی جائے۔ فقط

شرح دستخط مبارک اعلیحضرت بندگان عالی متعالی مد ظلہم العالی

۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۴۴ھ یوم یکشنبہ

مقامی

کل جن جن دفاتر سرکار عالی کو حادثہ وفات شاہزادی صاحبہ مرحومہ کی خبر مل چکی تھی۔ انہوں نے باقی اوقات کیلئے کام بند کر دیا۔

شاہزادی صاحبہ کی میت کا تابوت کنگ کوٹھی مبارک سے مکہ مسجد لایا گیا۔ امرائے دولت و عمائد سلطنت پہلے ہی موٹر کاروں میں مکہ مسجد کو جا چکے تھے۔ میت کے آگے قریباً پچاس جوانان کوتوالی بلدہ کا ایک دستہ بلا اسلحہ چل رہا تھا میت کو جمعیت نظام محبوب کے عرب لے جاتے تھے۔ در اثنائے راہ میں رعایا برایا بھی متابعت میں چل رہی تھی اور میت کو کاندہا دینے میں شریک ہوتی جاتی تھی۔ آگے آگے میلاد خوانوں کی ایک جماعت بھی تھی۔

اس طور پر نہایت سادگی کے ساتھ دن کے دو بجے کے قریب جنازہ مکہ مسجد لایا گیا۔ اور بعد نماز ظہر صحن مسجد میں نماز جنازہ مشہور پیر طریقت سید جماعت علی شاہ صاحب واعظ نے پڑہائی شام کے ۴ بجے کے قریب مقبرہ سلاطین آصفیہ میں شاہزادی نظام النساء بیگم مرحومہ (بنت حضرت غفران مکان) کے قریب شاہزادی صاحبہ سپرد لحد کی گئیں۔ اس وقت تک ارکان سٹاف شاہی موجود و شریک دفن رہے۔ عموماً تمام معتمدین و نظمائے سررشتہ جات و ارباب تعلق اس موقع پر موجود تھے۔

یہ کیفیت معلوم کر کے میرے دل پر غم و الم کی بجلی سی گری اور میں کلیجہ پکڑ کے رہ گیا۔ سخت پریشاں ہوئی مگر سنبھلا اور خاموش ہو کر بیٹھ گیا۔

بھائی قاضی محمد حسین صاحب کی طبیعت کئی روز سے ناساز تھی۔ آپ بہت کمزور و نحیف ہو گئے تھے۔ ڈاکٹر نے آپ کو تبادلہ آب و ہوا کا مشورہ دے رکھا تھا لیکن آپ میرے انتظار میں تھے۔ میں نے آپ کو اس حالت میں پاکر ڈاکٹر کے مشورہ پر عمل کرنے کے لئے مجبور کیا۔ اگرچہ آپ محبت کی وجہ سے تیار نہ تھے مگر میرے اصرار پر مان گئے۔

آج ۲۴ اکتوبر شنبہ کا دن تھا۔ تکان اور اس پر رنج و الم اس لئے تمام دن یونہی گذرا

۲۵ اکتوبر (یکشنبہ) کہانا کہانے کے بعد میں شہر پہنچا مکہ مسجد میں سلاطین آصفیہ کے مقابر پر فاتحہ پڑہی اور پھر قبلہ حکیم محمد امتیاز الدین حسین خانصاحب سے ملا۔ مولانا فرید احمد صاحب مخدومی کا خط پیش کیا۔ آپ بڑے اخلاق کے آدمی ہیں اس محبت کے ساتھ ملے کہ کوئی اپنے پرانے بچھڑے ہوئے عزیز کو ملتا ہے۔ آپ نے فوراً اپنے ایک ملازم کو میری رہائش کے لئے کمرہ صاف کرنے اور پلنگ بچھانے کی ہدایت کی۔ اور مجھے ارشاد کیا کہ حکیم مقصود علی خانصاحب یہاں میرے قریب ہی رہتے ہیں ان سے بھی ملئے۔ چنانچہ میں آپ کے ایک آدمی

کی معیت میں حکیم صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ مصروف تھے پیش کردہ خط کو ملاحظہ کیا۔ اور چند باتوں کے بعد مجھے اجازت دیدی۔ میں حکیم محمد امتیاز الدین حسین صاحب کی خدمت میں پھر حاضر ہوا۔ کمرہ صاف ہو چکا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ آپ یہیں قیام کریں۔ میں نے شکریہ ادا کیا۔ اور یہ وعدہ کرکے کہ شام کو حاضر ہو جاؤں گا رخصت ہوا۔ اور سیف آباد پہنچا۔ ۹ بجے کی چائے مخدومی بھائی محمد حسین صاحب ایم اے کے ہاں نوش کی اور اجازت لیکر شام کو حکیم صاحب ممدوح کے پاس آگیا۔ اور رات کا کھانا وہیں کھایا۔

۲۶ اکتوبر۔ دوشنبہ کے دن صبح کے ناشتہ کے بعد سب سے پہلے میں حضور نواب مہدی یار جنگ بہادر معتمد سیاسیات کی ملاقات کے خیال سے سیف آباد پہنچا۔ کاشانۂ عالیہ میں جہاں اور امیدواران ملاقات تشریف رکھتے تھے میں بھی بیٹھ گیا۔ معرفی خط بھجوایا گیا۔ الحمدللہ کہ نواب صاحب موصوف نے سب سے پہلے مجھے شرف ملاقات بخشا۔ اتنے پایہ کے آدمی لیکن یہ اخلاق اور اخوت اسلامی ہے کہ کرسی سے اٹھے مصافحہ کیا اور کرسی پر بیٹھنے کی اجازت دی۔

آپ کی محبت و شفقت نے میری تمام تکان رفع کر دی اور حوصلہ افزا گفتگو سے دوگونہ اطمینان حاصل ہوا۔ حیدرآباد کے چند روزہ قیام کے دوران میں میں آپ کی خدمت میں ایک دو بار روزانہ حاضر ہو کر آپ کی عنایات سے بہرہ ور ہوتا رہا۔ آپ نے جو کرم نوازیاں خود ہیچکارہ پر فرمائیں وہ میرے لوح دل پر نقش ہیں اور ہمیشگی دل سے ہر دم آپکی صحت و سلامتی اور ترقی مدارج کیلئے دعا نکلتی ہے

۲۷۔ اکتوبر سہ شنبہ آج مولانا سید محمد حسین صاحب جعفری مولانا محمد عظمت اللہ خان صاحب اسسٹنٹ ڈائرکٹر ان تعلیمات اور جناب سید راس مسعود صاحب ڈائرکٹر تعلیمات کے نیاز حاصل ہوئے۔ ہر سہ احباب حسن اخلاق میں ایک دوسرے پر سبقت لیگئے ہیں۔ مجھے ان صاحبان کی ملاقات سے کمال مسرت ہوئی۔ تعلیمات سے متعلقہ ایک الجھن کو آپ نے میرے بیٹھے بیٹھے صاف کرکے مجھے گرویدۂ احسان فرمایا میں آپ کی ان توجہات خصوصی کا جسقدر بھی شکریہ ادا کروں کم ہے۔

بارگاہ ایزدی سے بصدق دل دعا ہے کہ اللہ میاں ان حضرات کو اپنے حفظ میں رکھے۔ اور دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا کرے۔ آمین!

۲۸ اکتوبر چہارشنبہ آج قبلہ نواب سر مہدی یار جنگ بہادر کے توسل سے عالی جناب نواب سر سید امین جنگ بہادر ایم۔ اے کے۔ سی۔ آئی۔ سی۔ آئی۔ ای۔ صدر المہام پیشی سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔ آپ القریش کے قدیم کرمفرما مربی اور مہربان ہیں۔ آپ بڑی ہمدردی اور مروت سے پیش آئے۔ میں نے آپ کی عنایات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنی خواہشات کا اظہار بھی کیا۔ اور اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ کی مجھلی صاحبزادی کے انتقال پر ملال کا افسوس بھی۔ آپ نے تمام عرائض بہ طیب خاطر سنیں اور تسلی بخش جوابات سے سرفراز فرمایا۔

میں سر ممدوح کی ملاقات سے بیحد مسرور ہوا۔ چونکہ آپ پیشی میں تشریف لے جانیوالے تھے اس سے اجازت لیکر آپ سے رخصت ہوا۔

دوسرے دن یعنی ۲۹ اکتوبر پنجشنبہ کو میں جناب مولانا فخر یار جنگ بہادر معتمد صیغۂ فینانس کی ملاقات کیلئے خیریت آباد پہنچا۔ آپ محبت و خلوص اور اخلاق میں فرشتہ سیرت ہیں۔ خدا جانے تمام جہاں کا اخلاق حیدرآباد میں جمع ہوگیا ہے۔ کہ سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ اور خصلت و سیرت میں ایک دوسرے میں کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔

مولانا موصوف ہمدردانہ پیش آئے۔ خندہ پیشانی سے
باتیں کرتے رہے۔ میں نے آپ کا بہت سا قیمتی وقت ضائع
کیا لیکن آپ کے چہرہ پر ذرہ ملال نہ آیا۔ بلکہ دوبارہ ملنے کا
اقرار لیکر اجازت دی۔

آپ سے رخصت ہو کر "دارالترجمہ" میں مولانا مولوی
محمد عبداللہ صاحب عمادی کی ملاقات سے بہرہ ور ہوا۔ الغیاث
وکیل امرتسر کے دفتر میں ایک زمانہ آپ رہ چکے ہیں۔ زمیندار
لاہور میں بھی آپ نے کچھ وقت بسر کیا ہے۔ اس لئے خطۂ پنجاب
سے آپ کو دلی محبت ہے۔ آپ ایک نیک سیرت بزرگ ہیں
مجھے دیکھکر بہت خوش ہوئے کیونکہ آپ ایک خاص اجلاس
میں شریک تھے اس لئے میں نے آپ کے وقت کی قدر
کرتے ہوئے اجازت چاہی۔ آپ نے اپنے دولت خانہ کا
پتہ بتادیا۔ اور صبح ملنے کا وعدہ لیکر اجازت دی۔

۳۰ اکتوبر جمعہ۔ آج تعطیل عام تھی۔ میں نے ملاقات وغیرہ
کا خیال ترک کر کے نماز کی تیاری میں گیارہ بجے تک گھر
ہی میں وقت صرف کیا۔ اور اس کے بعد باغ عام کی جامع
مسجد میں پہنچا۔ وہاں پولیس وغیرہ کا خوب انتظام تھا۔ مگر
کسے آمد و کسے رفت اس سے انہیں کوئی سروکار نہ تھا
چنانچہ تھوڑی دیر میں غریبوں امیروں اور بچوں بوڑھوں
سے مسجد پُر ہو گئی۔ یہ چھوٹی مگر نہایت خوبصورت سی
مسجد ہے۔ قیمتی جانمازوں سے صحن مسجد آراستہ تھا۔ میں
ایک گوشہ میں بیٹھ گیا۔ چند منٹ کے بعد ایک سرو قد نوجوان
جو شکل و شباہت اور رعب و داب سے کوئی فوجی افسر
معلوم ہوتا تھا میرے پاس آیا اور آداب کے ساتھ یوں
گویا ہوا۔

"مولوی صاحب! کیا میں آپ سے اگلی صف
میں تشریف لے چلنے کی درخواست کرسکتا ہوں؟
میں یہ سنکر اٹھا اور اگلی صف میں جا بیٹھا۔ میرے پہلو میں
ایک بلوچستانی شریف تاجر تشریف رکھتے تھے۔ آپ
میری وضع قطع سے تاڑ گئے کہ کوئی پنجابی ہے۔ نماز میں
ابھی دیر تھی اسلئے آپ سے گفتگو ہوتی رہی۔ چنانچہ آپ
کی وسیع واقفیت سے مجھے بہت سی معلومات حاصل
ہوئیں۔ ۱/۲ ۱۲ بجے موذن نے ممبر پر کھڑے ہو کر تین دفعہ
باآواز بلند درود شریف پڑھا۔ اور پھر اذان دی۔

چند منٹ کے بعد وصل کی آوازیں آنے لگیں اور
لوگ شوق انتظار میں یوں بے تاب ہونے لگے کہ گویا
کسی محبوب کی آمد آمد ہے۔ میں نے اپنے تاجر دوست
سے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ اعلیحضرت
تشریف لانیوالے ہیں۔ یہ سنکر میں بھی راہ دیکھنے لگا
تھوڑی دیر کے بعد دو موٹریں چپکے سے آکر کھڑی ہوگئیں۔
پہلی موٹر سے اعلیحضرت اور دوسری سے چار اور حضرات
اتر کر مسجد میں رونق افروز ہوئے۔

اس وقت کا سین اسقدر دلچسپ اور پُر لطف تھا کہ
دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا تھا۔ اللہ اللہ لوگوں کے چہرے
مسرت و خوشی میں تمتما رہے تھے۔ لیکن حالت یہ تھی کہ جہاں
بھی کوئی بیٹھا ہے بیٹھا ہے جس رنگ میں جہاں ہے جہاں ہے
تعظیم و تکریم کا کوئی تکلف نہیں۔ آپ آئے اور چپکے سے
اگلی سطر میں بیٹھ گئے اور پھر اٹھکر ادائے سنت کے
لئے نیت باندھ لی۔

آپ ایک ملک کے والی، ایک سلطنت کے تاجدار اور
ایک قلمرو کے فرمانفرما ہونے کے باوصف درویشانہ
رنگ میں رہتے اور انتہائی سادگی پسند ہیں۔ آپ معمولی
لباس میں ملبوس تھے۔ کوئی شاہانہ ٹھاٹھ و طمطراق نہ تھا
آپ کو اس حالت میں پاکر عہد فاروقی کا نقشہ میری
آنکھوں میں پھر گیا۔ اور میں سمجھا اور خوب سمجھا۔ کہ رعایا
برایا اور امراؤ وزرا پر بھی یہ تو ہے۔

اعلیحضرت اپنے بچوں اور عزیزوں کو بھی سادگی اور
میانہ روی کی تعلیم دیتے اور اسلامی روایات پر کاربند

رہنے کی ہدایت فرماتے ہیں۔

آپ درویشانہ زندگی بسر کرتے ہیں صوم وصلوٰۃ اور ارکان اسلام کے پابند ہیں شبانہ روز تلاوت کلام اللہ اور اس کے بعد امور سلطنت میں مصروف رہتے ہیں۔

عمائدین سلطنت سے دوران گفتگو میں معلوم ہوا کہ آپ اس قدر روشن ضمیر اور بیدار مغز واقع ہوئے ہیں کہ مشکل ترین سلطنت میں بھی کسی کی رائے کے محتاج نہیں۔ آپ کی ذات پر کسی کا اثر نہیں جو کرتے ہیں اللہ کا نام لیکر خود کرتے ہیں۔

جب آپ اور حاضرین مسجد سنتیں پڑھ چکے تو خطیب خطبہ کیلئے ممبر پر کھڑے ہوئے اور نہایت فصاحت بلاغت کے ساتھ خطبہ پڑھتے رہے۔ اختتام خطبہ پر اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کا اسم گرامی خطبہ میں پڑھا گیا۔

میرے لئے یہ دن نہایت مبارک دن تھا۔ میں اپنی خوش بختی پر نازاں اور فرط انبساط میں پھولا نہ سماتا تھا کیونکہ ایک سلطان، متدین، فرمانفرما کے دوش بدوش فریضہ نماز ادا کرنیکا میرے لئے پہلا موقع تھا۔

خطبہ ختم ہوتے ہی جماعت کھڑی ہوئی، فریضہ ادا ہوا دعا مانگی گئی۔ نماز کی باقی رکعتیں ادا کیں اور آپ تشریف لے گئے۔

باغ عامہ نہایت وسیع، کھلا ہوا اور خوبصورت و خوشنما باغ ہے اس کے اندر چڑیا خانہ بھی ہے۔ جہاں مختلف قسم کے کئی شیر اور دیگر جانور پرند و درند پنجروں میں رکھے ہوئے ہیں۔ شتر مرغ اور تین ٹانگ کا بکرا میں نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس چڑیا خانہ میں موجود ہے۔

کمپنی باغ امرتسر اپنی خوبصورتی خوشنمائی، اور زیبائش و وسعت کے لحاظ سے پنجاب میں اعلےٰ حیثیت کا باغ ہے۔ لیکن باغ عامہ اس سے بدرجہا بڑھا ہوا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ شاید ہندوستان میں اس سے بہتر کوئی باغ نہ ہو۔

۳۱ اکتوبر اور یکم نومبر کے دنوں میں مجھے ان بزرگان کی ملاقات کے علاوہ جن سے وعدے ہو چکے تھے جو جو خاص واقعات پیش آئے کسی دوسرے موقع پر چھوڑتا ہوں۔

قلمرو دکن میں آثار قدیم اور قابل دید مقامات بکثرت پائے جاتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ میں اپنی کم فرصتی کی وجہ سے ان کی دید کا لطف نہ اٹھا سکا۔

حیدرآباد شہر کے قرب جوار میں حسب ذیل مقامات دیکھنے کے قابل ہیں۔

(۱) ایوان فلک نما۔ یہ ایک عالیشان محل ہے جو بلند پہاڑی کی چوٹی پر شہر سے تین میل کی دوری پر واقع ہے شاہی مہمانوں کا قیام یہیں ہوتا ہے۔

(۲) قلعہ گولکنڈہ: یہ مشہور تاریخی مقام ہے شہر سے چار پانچ میل پر واقع ہے۔

(۳) عثمان ساگر:۔ بہت ہی بڑا وسیع تالاب ہے کہتے ہیں کہ کئی میلوں میں ہے۔ حیدرآباد کے لوگ اس کا پانی پیتے ہیں۔ جو بذریعہ واٹر ورکس شہر میں پہنچتا ہے گھروں میں پانی کے نل لگے ہوئے ہیں لیکن اس کا کرایہ گورنمنٹ کیطرف سے معاف ہے۔

(۴) تالاب میر عالم:۔ یہ تالاب بھی بہت بڑا ہے لیکن عثمان ساگر سے بہت چھوٹا اور شہر سے دور واقع ہے۔

(۵) مکہ مسجد (۶) چو محلہ (چار مینار) (۷) پرانی حویلی (۸) گونہ محل اور (۹) باغ عامہ۔ یہ مقامات شہر میں واقع ہیں۔ ان تمام کو میں نے دیکھا ہے۔

مکہ مسجد اور چار مینار قریب قریب ہیں۔ مسجد سطح زمین سے بہت بلند ہے عمارت بلند پختہ اور شاندار

خوبصورت اس قدر کہ دیکھنے کو جی چاہتا ہے تین بڑے بڑے کمرے جن کا مجموعی طول ۱۲۰ فٹ اور عرض ۱۳۰ فٹ چھت مرصع پندرہ بیش قیمت جھاڑ اور کئی ایک فانوس لٹک رہے ہیں برقی پنکھے اور لیمپ بہت بڑی تعداد میں لگے ہوئے ہیں۔ چاروں کونوں میں چار بڑی بڑی الماریاں رکھی ہیں جن میں قیمتی قالین و جانماز پڑے رہتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ چھت پر "بھول بھلیاں" کا نہایت پر لطف سین ہے۔

بیت اللہ شریف کی مقدس مٹی کی چند اینٹیں بھی اس مسجد میں لگی ہوئی ہیں۔ اور غالباً اسی نسبت سے اس کا نام مکہ مسجد ہے۔

صحن کے طول و عرض کا جائزہ نہیں لیا گیا۔ بہت وسیع ہے درمیان خوبصورت تالاب ہے جسکی جنوبی سمت سلاطین آصفیہ کے مقبرے ہیں یہاں چند درویش بیٹھے رہتے ہیں۔

مسجد کے مغرب میں ایک اور چھوٹی سی مسجد ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے تبرکات ہیں۔ اس کے دیوار بدیوار ایک خوبصورت مگر چھوٹی سی عمارت ہے کہا جاتا ہے کہ اس میں کوئی پیر طریقت رہتے ہیں جو ہر آٹھویں روز قوالی کراتے ہیں

جنوب میں شاہی محلات جو گوشہ محل کے نام سے موسوم ہیں۔ شمال اور مشرق میں بازار۔

مسجد کے مشرقی دروازہ سے نکلتے ہی چند قدم پر "چار مینار" ہے۔ جو ایک بارونق چوک میں واقع ہے یہ مینار بڑے بلند اور شاندار اور بہت خوشنما ہیں سکہ عثمانیہ پر اسی کا نقش دیا گیا ہے۔ جو بڑا خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔

شہر بہت وسیع دور دور تک پھیلا ہوا ہے۔ بازار بڑے فراخ اور بارونق عام حالت اچھی آب و ہوا خوشگوار حکومت کی طرف سے حفظان صحت کا بڑا انتظام ہے یہاں تل ناریل اور سپیدی بکثرت ہوتی ہے۔ لوگ محنت کش تابعدار اور خوش خو ہیں۔

لباس عموماً عالمانہ، عقائد مضبوط، مذہبی تعصب و بغض نابود، لوگوں میں عجب و غرور اور نخوت و تکبر کا نشان نہیں۔ اسلامی روایات کے پابند اور اخلاق و محبت کے دلدادہ، کہ خیر القرون کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

راعی کی نصفت شعاری اور حق پژوہی سے رعایا یہاں تک خوش و خرم اور شادان و فرحان ہے کہ عوام بادشاہ کے گیت گائے جاتے ہیں۔

دعائیہ اشعار جو زبان زد خلائق ہیں اور جنکو بازار میں عام لوگ پڑھتے پھرتے ہیں ان میں سے ایک شعر مجھے یاد رہ گیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

الٰہی طفیل حسین و حسن
سلامت رہے بادشاہ دکن

دسویں روز خدائے تبارک و تعالے کے فضل و کرم سے میں جملہ کاروبار سے فارغ ہوا۔ اور قبلہ مولانا حکیم امتیاز الدین صاحب سے رخصت چاہی آپ نے معذرت کے ساتھ بادل ناخواستہ اجازت دی اور ... پانچ بجے شام کی گاڑی حیدرآباد (نام پلی) سٹیشن سے روانہ ہوا۔ اور ۲۴ گھنٹہ کے بعد بمبئی پہنچا۔ یہاں اجنبی لوگوں کے لئے بڑی مصیبت ہے۔ رہائش کیلئے کوئی سرائے وغیرہ نہیں۔ میں سیدھا ہی اسلامیہ ہوٹل میں پہنچا چارج بہت زیادہ ہیں مگر کیا ہوسکتا ہے رات آرام کیا صبح پوری بندر پر سمندر اور جہازوں کی سیر کی۔ اور پھر شام تک شہر کی سیر کر کے رات ساڑھے نو بجے بمبئی سے روانہ ہوا۔ اور ۴۶ گھنٹہ کے بعد دہلی پہنچ گیا۔ بمبئی سے بھوپال تک پہاڑوں گہری غاروں اور دریاؤں ندیوں کا

ایک وسیع سلسلہ چلا جاتا ہے جن کا سین نہایت پرلطف اور خوشگوار معلوم دیتا ہے۔

بمبئی اور دہلی تک کے راستہ میں کئی ایک مشہور مقامات اور ریاستیں پڑتی ہیں۔ دل چاہتا تھا کہ ان میں سے قابل دید مقامات کی سیر کی جائے لیکن اس میں تکلیف سی محسوس ہوتی تھی اس لئے میں کسی جگہ نہ اتر سکا

دہلی میں مخدومی حکیم محمود علی خانصاحب ماہر کے پاس ٹھہرا۔ آپ نے اشتہارات کی ایک تعداد تیار کر رکھی تھی میں نے ان میں سے کسی قدر اپنے خاص خاص احباب کی خدمت میں مختلف مقامات پر تقسیم کی غرض سے روانہ کر دیئے۔ اور کئی ایک کے پتے لکھوا دیئے۔ ان میں سے گوجرانوالہ اور شیخوپورہ سے اشتہارات کی تقسیم کی اطلاع محصول ہو گئی ہے۔ امید ہے کہ باقی احباب نے بھی میری درخواست پر غور کرتے ہوئے اشتہارات مرسلہ تقسیم فرما دیئے ہوں گے بہر حال میں اپنے احباب کا دلی شکر گذار ہوں

تیسرے دن مخدومی مولانا سید فرید احمد صاحب عباسی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ حالات سفر سنکر بے حد مسرور ہوئے۔ ندوہ کی مجلس شوریٰ کے متعلق گفتگو ہوتی رہی جس پر آپ نے فرمایا کہ انتظامی امور میں مولانا قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی ریٹائرڈ مستوفی الریاست تلات مقیم گوجرانوالہ چونکہ کافی دستگاہ رکھتے ہیں اور قومی درد آپ کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اس لئے میں ان سے مشورہ لونگا اور دسمبر کی تعطیلات میں دہلی کیلئے احباب کو دعوت دی جائے گی۔ اگرچہ امرتسر ایک سنٹرل مقام ہے۔ لیکن میں اس خیال سے کہ امروہہ۔ سیوہارہ۔ دیوبند اور دیگر ایسے مقامات جہاں سربرآوردگان قوم کی زیادہ آبادی ہے دہلی سے قریب تر ہیں۔ اور خاص دہلی میں پیرزادہ محمد حسین اور پیرزادہ مظفر حسین صاحبان ایسے لوگ موجود ہیں اور نیز اس لئے بھی کہ تبادلہ مقامات میں اور کئی قسم کے فوائد ہو سکتے ہیں۔ اس تجویز کو منظور کر لیا۔

چوتھے روز میں صبح ۸ بجے دہلی سے روانہ ہو کر شام ۸½ بجے ۲۶ دن کے بعد بخیر و خوبی امرتسر پہنچ گیا۔ الحمد للہ علیٰ احسانہ۔

ایڈیٹر

ریویو

نیرنگ خیال

حکیم محمد یوسف حسن صاحب کی ایڈیٹری میں یہ ماہوار مصور رسالہ بڑے سائز کے ۵۸ صفحات پر آب و تاب لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ ملک کے مشہور انشاء پرداز اس کے قلمی معاون ہونے کے باعث اس کی معنوی حالت قابل تعریف ہے۔ کتابت عمدہ کاغذ ولایتی۔ سرورق رنگین قیمت سالانہ صرف تین روپے، فی پرچہ ۵ر

مینجر صاحب "نیرنگ خیال" لاہور سے منگایئے۔

عدالتِ اسلامی

حضرت مولانا مولوی اظہار الحق صاحب عباسی مدرس اول دینیات اسلامیہ ہائی سکول گوجرانوالہ نے مخدومی قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی کی تحریک پر القریش کی قلمی اعانت منظور فرمائی ہے۔ آپ عربی اور فارسی میں اعلیٰ دستگاہ رکھنے کے علاوہ فنِ شاعری میں بھی طبع موزون رکھتے ہیں۔

ذیل کی نظم آپ ہی کی طبع رسا کا نتیجہ ہے۔ اُمید ہے کہ احباب آپکی پاکیزہ خیالی سے محظوظ ہوں گے اور داد دیں گے۔

کھوئی گئی جو حیدر کرار کی سپر
اس واقعہ کے بعد زمانہ گزر گیا
دیکھی گئی وہ ڈھال یہودی کے پاس پھر
ہر چند اس سے آپ تقاضا کیا کئے
حالانکہ بادشاہ تھے آپ اپنے وقت کے
اسلام نے مگر یہ پڑھایا نہ تھا سبق
مجبور ہو کے فیصلہ قاضی پہ رکھ دیا
قاضی نے کہہ دیا یہ جناب امیرؓ سے
حضرت حسنؓ گواہ بنے تو یہ کہہ دیا
پھر دوسرے گواہ بنے حضرت حسینؓ
وہ سیدہ کے جائے نواسے رسول کے
قاضی نے کہہ دیا کہ شہادت نہیں قبول
والد کے حق میں ہو نہیں سکتا ولد گواہ
حاصل یہ ہے کہ شیر خدا ہو گئے خموش
یہ حال دیکھ کر وہ یہودی نہ رہ سکا
کہنے لگا کہ جس کے غلاموں کا ہو یہ حال
القصہ ہو گیا وہ مسلمان بصدق دل
جنکے سروں میں مغز ہے اور مغز میں شعور
ذہنوں میں جنکے فہم ہے اور فہم میں ذکا
بس اے سہیل روک عنانِ قلم یہیں

سمجھے کہ اب ملیگی نہ وہ مجھکو عمر بھر
حتیٰ کہ ہو گئے وہ خلافت پہ مستقر
حضرت علیؓ نے اس سے طلب کی وہی سپر
دیتا نہ تھا وہ ڈھال کسی حال میں مگر
گر چاہتے تو تن سے جدا کرتے اسکا سر
ظلم و جفا و جور سے کرتے تھے الحذر
حضرت عیاضؓ وقت کے قاضی تھے معتبر
لائیں کوئی گواہ یہ ہے آپ کی اگر
دشمن کو کب ہو ایک شہادت سے کچھ ضرر
گویا کہ ایک بدر تھا شاہد اور اک قمر
دونوں وہ تھے بتول کے لختِ دل و جگر
انکے پدر ہیں آپ یہ ہیں آپ کے پسر
شاہد کوئی بلائیے اب اور معتبر
رکھدی گئی وہ ڈھال یہودی کے ہاتھ پر
اس واقعے سے دل میں ہوا اسکے اک اثر
ایمان کیوں نہ لاؤں میں ایسے رسول پر
اور شاہِ بوترابؓ کو دیدی وہی سپر
سینہ میں جنکے قلب ہے اور قلب میں اثر
آنکھوں میں جنکی نور ہے اور نور میں نظر
ان کے لئے یہ واقعہ کافی ہے مختصر

ندوۃ القریش

جناب ابوطالب کا قول ہے۔ یا معشر قریش انتم صفوۃ اللہ من خلقہ وانتم قلب العرب۔ یعنے اے گروہ قریش تم اللہ کی مخلوق کے خلاصہ اور تم عرب کے دل ہو۔ برادران قریش جب سے تم ہندوستان میں آکر مقیم ہو گئے وہ تمہارے اوصاف کیا ہوئے وہ قومی اتفاق و اتحاد کہاں گیا۔ مہمان نوازی و ایثار وہ اولعزمیاں اور وہ قارکیوں تمہارے ہاتھ سے جاتا رہا کیوں تمہاری جمعیت متفرق ہو گئی۔ اب وہ بات کہاں گئی کہ اگر تم میں سے کسی کے منہ میں سے کوئی بات نکلتی ہے ساری قوم کے منہ سے وہی بات نکلا کرتی تھی۔ اس کا سبب میں تم کو تبلاؤں یہ ہے کہ تمہارا ندوہ نہ رہا۔ اگر ندوہ قائم رہتا ساری باتیں قائم رہتیں سچ ہو ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جسکو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

مگر اب بھی کچھ نہیں گیا۔ آپ حضرات ندوہ کا افتتاح کر دیں۔ پھر دیکھئے گئی عزت ہاتھ نہیں آجائیگی۔ مجھے امید ہے کہ اگر ہماری قوم میں ایسے روشن خیال لوگ پیدا ہو جائیں گے جیسے جناب سید نظیر حسین صاحب فاروقی تو بہت جلد ہم اپنے مقاصد میں کامیابی حاصل کر لیں گے۔ یہ عجب اتفاق ہے کہ جب میں نے ایک عزیز کے نکاح کی شرکت کے لئے سیوہارہ ضلع بجنور کا سفر کیا ہے۔ وہاں قریشی حضرات سے اس بارے میں گفتگو ہوئی سب ندوہ کے حامی نظر آئے۔ حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند بھی تشریف لائے تھے ان سے گفتگو ہوئی۔ سلسلہ یوں چلا کہ طبیہ کالج میں جیسے مستعد طلبار پہلے اطراف سے آتے تھے اب نہیں آتے۔ فرمانے لگے ہم مدرسہ عالیہ دیوبند میں یہی دیکھتے ہیں کہ پہلے جیسے مستعد طالب علم اب نہیں آتے اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ابن الفقیہ نصف الفقیہ ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ اگر سادات قریش کا نظام ہوتا تو آپ کو یہ دقت نہ پیش آتی۔ کیونکہ ان لوگوں کے قلوب میں بار امانت اٹھانے کی ازل سے قدرت نے ودیعت رکھی ہے فرمانے لگے بالکل صحیح ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ندوہ کی خدمت کیلئے آپ تیار ہیں فرمایا بسر وچشم۔ برادران قریش آپکی خدمت کیلئے کیسے کیسے ذی شان علمار تیار ہوتے جاتے ہیں۔ اب ہی آپ بیدار ہو جائیے۔ اسی طرح امروہہ میں سادات قریش کے سامنے تقریر ہوئی وہاں لوگ صدق دل سے اس کی حمایت کیلئے آمادہ نظر آنے لگے مولوی سید نعمت اللہ صاحب صدیقی مدرس مدرسہ اسلامیہ امروہہ فرمانے لگے کہ اب دیر کیا ہے جلد از جلد ہم کو کام تبلا دیجئے میں نے عرض کر دیا کہ انجمن قریشیان ہند کا خاص جلسہ ہونیوالا ہے۔ اگر انجمن کو ندوہ کی صورت میں تبدیل کر دیا گیا اور جو سکیم میں نے پیش کی ہے وہ بحث مباحثہ کے بعد پاس ہو گئی۔ اس وقت آپ حضرات کی خدمت میں دستورالعمل بھیجدیا جائیگا۔ اس سفر کی واپسی پر حضرت مولانا سید محمد علی صاحب صدیقی جو غریب خانہ پہ رونق افروز تھے ملاقات ہوئی۔ اور اس کے متعلق مفصل گفتگو ہوئی۔ مولانا موصوف نے اس کوشش پر بہت مسرت ظاہر فرمائی فرمانے لگے۔ کہ القریش کو میں نے جاری کیا۔ مگر ابھی تک اس کی یہ حالت بھی نہ ہوئی کہ اپنے پیروں

پر آپ کھڑا ہو جاتا۔ میں نے عرض کیا کہ ابھی آپ کی قوم کی
پاس یہ پہونچا ہی تو نہیں۔ ندوہ قائم ہو جاوے اور اس
کا نظام باقاعدہ ہو جائے اور ہماری آواز تمام برادری کی
کانوں تک پہنچ جائے اس وقت القریش کی وہ حالت
ہو جائے گی کہ آپ طبع کراتے کراتے تھک جائیں گے
اس فقرے پر بہت مسرت ظاہر فرمائی۔ اور واقعہ بھی یہی ہے
کہ القریش کی قوم کو خبر ہی نہیں۔ ریل میں سید یوسف علی
صاحب صدیقی سب انسپکٹر بردوئی سے ملاقات ہوئی
ان سے ندوہ کا ذکر ہوا۔ آپ نے نہایت ہی شوق سے
میری گفتگو سنی اور حقیقۃ السیادۃ کے تذکرہ پر فرمانے
لگے کہ پچیس جلدیں فوراً میرے پاس بھیجئے میں برادری
میں تقسیم کر دونگا۔ اور آپ کے خیالات سے قوم کو آگاہ
کروں گا۔ حقیقۃ السیادۃ میں قوم قریش کی سیادت
کا ثبوت ہے۔ اور جو اسکیم القریش میں ندوہ کے
متعلق شائع ہو چکی ہے آخر میں وہ طبع کرا دی گئی ہے
اس خیال سے کہ القریش سب برادری کے پاس نہیں
جاتا جائے کیسے ان کو اس کی اشاعت کا علم ہی نہیں
آپ حضرات خیال فرمائیں کہ ہندوستان میں ہماری
تعداد کم از کم تین لاکھ ہے یا اس سے زیادہ جیسا کہ
جناب سید نظیر حسین صاحب فاروقی نے تحریر فرمایا
ہے۔ اگر سب حضرات کو ہمارے خیالات کا علم ہو گیا
اور یہ بھی ان کے علم میں آگیا کہ ہماری قوم کا ایک رسالہ
بھی امرتسر سے شائع ہوتا ہے ان میں سے اگر سب خریدار
نہ ہوئے تو کم از کم تہائی قوم تو ضرور خریدار ہو جائے گی۔
یعنی ایک لاکھ اشاعت ہو گئی مگر یہ ساری کام موقوف
ہیں۔ نظام قومی پر اور نظام قومی* نہ بدلا جائے۔ کیونکہ
ندوہ ہمارے جد امجد حضرت قصی بن کلاب کا قائم کیا ہوا
تھا جس طرح انہوں نے تمام قریش کو مکہ معظمہ میں جمع
کر دیا تھا ہم چاہتے ہیں کہ ہندوستان میں بھی وہ ہی

صورت ہو جائے۔ ایک اسٹیشن پر ایک مولوی صاحب
صدیقی جو دیوبند کے سند یافتہ تھے۔ گھر سے خوشحال
تھے ملاقات ہوئی ان سے جب تذکرہ ہوا تو وہ فرمانے
لگے کہ میں ندوہ کی خدمت کے لئے تیار ہوں۔ محض للہ
خدمت کروں گا۔ ایسے ہی ریل میں جناب مولوی حکیم
اظہار الدین صاحب فاروقی سے ملاقات ہوئی۔ اور ان
سے بھی ندوہ کا ذکر ہوا فرمانے لگے میں اس کی خدمت
کے لئے تیار ہوں۔ غرض جس قریشی سے بھی گفتگو ہوئی
وہ میرا ہمنوا ہو گیا۔ بڑی ضرورت ہے کہ ہماری قوم کو
بیدار کرنے کے لئے کچھ لوگ کھڑے ہو جائیں۔ قوم
اپنی حالت کی درستی کے لئے خود بخود رہبر کی تلاش
کر رہی ہے قاضی سید ظہور الحسن صدیقی فرمانے لگے
کہ میرے دل میں بہت دنوں سے خیالات آرہے تھے
کہ کاش سادات قریش کی ایک جماعت ہوتی اور سب
کے سب ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہو جاتے۔ آپ نے
اس کام کی تحریک کی ہے خدا آپ کو اس کی جزا دیگا
میں جو کام میرے متعلق ہوگا اس کے کرنے کیلئے تیار
ہوں۔ قاضی صاحب گھر کے رئیس ہیں بہت روشن
خیال اور باخدا شخص ہیں جناب مولانا سید محمد علی صاحب
صدیقی میری ایک مختصر سی کارگذاری سے بہت خوش
ہوئے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسی طرح جا بجا ذی اثر
حضرات کھڑے ہو جائیں۔ اور سفر حضر میں قوم کی بہبودی
کی تحریکیں کرتے رہیں۔ مجھے امید ہے کہ خدا ہمارے
کاموں میں برکت دیگا۔ مشکلات کو آسان کریگا۔ اگر
ہمارا ندوہ قائم ہو گیا تو پہلا کام ہمارا یہ ہونا چاہیئے کہ اپنی
قوم کے بچوں کو تعلیم دیں۔ اس کے لئے جا بجا قریشی
سکول کھولدیں۔ اور عربی زبان کو اپنے سکولوں میں
لازمی کر دیں۔ اور انگریزی حساب وغیرہ کی بدستور تعلیم
دیں۔ مگر کیمرج کے طریقہ پر اس کے بعد رفتہ رفتہ

* اس وقت تک نہیں ہو سکتا۔ جب تک ندوہ نہ ہو یا انجمن قریشیان ہند کو ندوہ کی صورت میں

انشاء اللہ قریشی کالج کا ہی افتتاح ہو جائیگا۔ باقی دیگر امور طبقات کے امیروں کے متعلق ہوں گے جنکا اشاعت اسلام فرض اولین ہوگا۔ جیسا کہ اسکیم سابق میں شائع ہو چکا ہے۔ ہاں امروہہ میں مولوی سید عبید اللہ صاحب سے اور مولوی سید آل احمد صاحب وکیل سے ملاقات ہوئی یہ حضرات ندوہ کے حامی ہیں۔ وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین۔

فرید احمد طبیہ کالج دہلی

ہدیۂ خلوص

(از جناب سید احسن حسین صاحب کوثر جعفری قریشی)

معین ناصر برنا و پیر احمد ہے ۔ خوشا نصیب اگر دستگیر احمد ہے

قریشیوں کا ہے خادم وہ سید سرفراز ۔ کہ جن کا اسم گرامی فرید احمد ہے

تقاریظ

موقت الشیوع رسائل

القاسم | دار العلوم دیوبند کا مشہور ادبی و مذہبی رسالہ "القاسم" بوجوہ بند ہو گیا تھا! الحمد للہ کہ دوبارہ جاری ہو گیا ہے۔ اسکی زمام ادارت فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب ناظم ثانی جامعہ قاسمیہ ایسے قابل و فاضل کے ہاتھوں میں ہے۔ دور جدید کا پہلا پرچہ بحیثیت مجموعی نہایت اعلیٰ اور شاندار ہے۔ کاغذ کتابت دیدہ زیب،

قیمت سالانہ صرف دو روپے حجم ۳۲ صفحات سائز ۲۶×۲۰/۸ ۔ مینجر صاحب "القاسم" دیوبند سے طلب فرمایئے۔

وصل حبیب | اس نام سے ایک ماہوار رسالہ این۔ ڈی زمیندار اور مولانا عبد الحق صاحب اختر وصفی گجراتی کی ادارت میں لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ پہلے حصہ میں عشقیہ غزلیں دوسرے میں ناول اور تیسرے میں مختلف حکایات، کتابت اور کاغذ قابل اصلاح ۴۸ صفحات میں منظوم و منثور مضامین۔ اور ۷ صفحات میں اشتہارات، سائز ۱۸×۲۲/۸ قیمت سالانہ عہ/ مینجر رسالہ وصل حبیب لاہور سے طلب کیجئے۔

اب کوئی تازہ ستم مجھ پر ستم ایجاد ہو

(جناب مولانا مولوی سید فرید احمد صاحب عباسی کے قلم سے)

دل میں ہو میرے صفائی اور خدا کی یاد ہو　　اس کے ذکر و فکر سے ہر دم میرا دل شاد ہو

یاد میں خیر الوری کی نعرہ زن ہو دل میرا　　گر کوئی فریاد ہو تو بس یہی فریاد ہو

قوم ہے خیر البشر کی سخت زنداں میں اسیر　　قید سے چھوٹے الٰہی اور یہ آزاد ہو

ساری قومیں متحد ہیں ہر طرح سے شاد ہیں　　ہائے یہ قوم مقدس ہند میں ناشاد ہو

جب تلک ندوہ کا اسکے ہو نہ جائے انتظام　　یہ نہ آسودہ رہیگی اور نہ یہ آباد ہو

اسکے صفوہ اور قدوہ کے مقرر ہوں امیر　　دہوم سے اس قوم کا پھر محفل میلاد ہو

قوم کی میرے فضائل ملگئے سب خاک میں　　اب کوئی تازہ ستم مجھ پر ستم ایجاد ہو

ساری دنیا کو نکالا جہل سے تمنے قریش　　اور یورپ کے بحمد للہ تم استاد ہو

شرک و عصیان کی لگی تھی آگ عالم میں تمام　　اے قریشی قوم تم ہی باعث اخماد ہو

تم خلاصہ خلق کے ہو اور عرب کے قلب ہو　　ملجاء جود و سخا ہو، منبع اصفاد (بخشش) ہو

ملک سے اپنے الگ ہو کر بسے تم ہند میں　　اس لئے ہر قوم سے تم طالب امداد ہو

اب بھی ہو جاؤ کھڑے "ندوہ" کا کرلو انتظام　　کیوں قریشی قوم اب ذلت سے یوں برباد ہو

اے فرید ہاشمی کر قوم کے حق میں دعا
اسکے ہوں ناشاد دشمن۔ یہ ہمیشہ شاد ہو

تنقید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درود کبریت احمر اور قصیدہ غوثیہ کی شرحین مصنفہ علامہ ابوالبرکات محمد عبدالمالک صاحب سابق مشیر مال بہاولپور سٹیٹ کی نسبت رسالہ معارف اعظم گڈھ نے جلد ۱۶ نمبر ا کے صفحہ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ دونوں نسخے حضرت جناب شیخ عبدالقادر صاحب جیلانی قدس اللہ سرہ العزیز کی تصنیفات بیان کئے جاتے ہیں حقیقت میں ان کی تصنیف نہیں ہیں کسی اور کی تصنیف ہیں۔

ہم اس باب میں چند اصول بیان کرتے ہیں۔ اول جو کتاب کسی مصنف کیطرف منسوب کی جاتی ہے اگر اس کتاب کے مسائل مصنف کے عقائد کے برخلاف ہوں تو یہ شک کیا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب اس مصنف کی تصنیف نہیں ہے۔

دوم اگر اس کتاب کے مطالب بمقابلہ فضیلت مصنف اعلےٰ یا ادنےٰ ہوں تو بھی ظن ہوسکتا ہے کہ وہ کتاب اسکی تصنیف نہیں ہے۔

سوم اگر اس کتاب کی انشاپردازی مصنف کی انشا پردازی کے رتبہ کی نہ ہو تو بھی اس قسم کا خیال ہوسکتا ہے کہ یہ نسبت درست نہیں ہے۔

چہارم بعض کتابوں میں مصنف دیباچہ میں اپنا نام لکھدیتے ہیں اور بعض کتابوں میں دوسرے لوگ دیباچہ الحاقیہ میں یا اپنی تصانیف میں اس کتاب کو کسی مصنف کی طرف منسوب کرتے ہیں

پنجم بعض کتابوں کی انسبت نہ تو مصنف کا نام ہوتا ہے نہ ہی کوئی اور راوی اس کی نسبت تشریح کرتا ہے مگر شہرت اور تواتر روایات سے وہ کتاب کسی خاص مصنف کی تصنیف ثابت ہوتی ہے۔

یہ اصول ہیں جن سے ہم فیصلہ کرسکتے ہیں کہ یہ کتاب فلاں مصنف کی تصنیف ہے یا اس کی تصنیف نہیں ہے مثلاً کافیہ جو نحو میں ابن حاجب رح کی تصنیف ہے اس پر صرف تواتر اور شہرت ہی ایک دلیل ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ابن حاجب کی تصنیف ہے۔ ایسا ہی بخاری علم حدیث کی مسلم کتاب ہے جسکو محمد بن اسمعیل بخاری رح نے مرتب کیا ہے مگر اس کی نسبت کوئی لفظ نسبت الفت یا صنفت کے نہیں لکھا۔ البتہ بعض نسخوں میں قال الامام لکھا ہے جو ان کے کسی شاگرد کا ہے بیسیوں ایسی کتابیں ہیں جن کی تصنیف مصنف کی شہرت و تواتر پر مبنی ہے۔

اب ہم قصیدہ غوثیہ اور درود کبریت احمر کی نسبت تنقید کرتے ہیں قصیدہ غوثیہ اور درود کبریت احمر کی انشاپردازی میں کسی قسم کی نحوی اور عروضی غلطی نہیں ہے۔ اور نہ ہی مطالب پر کوئی اعتراض ہوسکتا ہے قصیدہ غوثیہ کے بعض الفاظ پر جو بعض جہال نے اعتراض کئے ہیں ان کے جوابات علامہ موصوف شارح نے ہر طرح سے بہ استدلال اشعار متقدمین و عروض و قوافی دیئے ہیں۔ اور درود کبریت احمر کی انشاپردازی کی نسبت تو ہم نے کبھی کوئی اعتراض سنا ہی نہیں۔

قصیدہ غوثیہ سبعہ معلقہ نہیں ہے کہ اس میں جاہلیت کی انشاپردازی ہو مشایخ جب کسی مطالب کو بیان کیا کرتے

ہیں تو اس میں لفظی فصاحت زیادہ تر مدنظر نہیں ہوتی بلکہ وہاں پر محض مقصود ایک حقیقت کا بیان کرنا ہوتا ہے جس کے واسطے وہ سادے سے سادے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ مثنوی مولانا روم کی فارسیت کی نسبت ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ مثنوی غنیمت اور قصائد عرفی کی انشاپردازی سے کم ہے۔ لیکن مطالب کے لحاظ سے چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ قصائد عرفی اور مثنوی غنیمت کے مطالب کو مثنوی مولانا روم سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔

قصیدہ غوثیہ اور درود کبریت احمر کی نسبت یہ یقین کہ حضرت پیران پیر قدس اللہ سرہ العزیز کی تصنیف ہیں۔ سینکڑوں سال سے بروایات متواترہ ثابت ہے قصیدہ غوثیہ اس وقت تک بھی بغداد شریف اور عرب کی بعض مجالس میں بطور وظیفہ پڑھا جاتا ہے۔ اگر ان کی عربیت یا مضامین کی نسبت کچھ شک ہوتا تو اس قدر اس کی شہرت قائم نہ رہتی۔

ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ بعض عرب اپنے حلقہ میں نہایت ہی ذوق و شوق سے قصیدہ غوثیہ کو پڑھتے ہیں۔ پس قدیمی شہرت و تواتر کا انکار ایک ایسا انکار ہے جو ہر طرح سے باطل ہے۔ اگر ہم تواتر اور شہرت کے ثبوت کو نظر انداز کر دیں تو پھر ہم ایسی کتابوں کو کہ جن میں مصنف نے اپنا نام نہیں لکھا یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ یہ اس مصنف کی تصنیف ہے۔

اشعار میں بالعموم یہ قاعدہ ہے کہ مصنف اخیر پر اپنا نام یا تخلص ظاہر کرتا ہے۔ قصیدہ غوثیہ میں حضرت پیران پیر قدس اللہ سرہ العزیز نے اپنا نام نامی ظاہر فرما دیا ہے اور شہرت اور تواتر سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔ تو پھر یہ کہنا کہ یہ آپ کی تصنیف نہیں ہے جہالت ہے۔ اور یہ ایسا دعویٰ ہے جسکے پیش کرنے میں کوئی اہل دل جرأت نہیں کر سکتا۔ حضرت جناب غوث اعظم رح قصیدہ کے اخیر میں فرماتے ہیں ۔

انا الحسنی والمخدع مقامی		واقدامی علی عنق الرجال

انا الجیلی محی الدین اسمی		واعلامی علی راس الجبال

وعبد القادر المشہور اسمی		وجدی صاحب العین الکمال

دیکھیے کس قدر تشریح اور وضاحت سے اپنا نام و لقب و وطن بیان فرما دیا ہے۔ جب آپ خود اس قصیدہ کو اپنی طرف منسوب فرماتے ہیں تو پھر کیا شک باقی رہا۔ اگر یہ اشعار کسی اور نے لکھدیئے ہیں تو پھر اس کا نام ظاہر کر دینا چاہیئے۔

اب بحث اس امر کی ہے کہ اس کے مضامین کہاں تک اصول شرع کے موافق ہیں یہ مضمون بہت طویل ہے اس کی نسبت ہم یہ کہنا کافی سمجھتے ہیں کہ وہ علامہ موصوف شارح مذکور کی شرح کو غور سے پڑھیں جس سے معترضین کے شکوک انشاء اللہ رفع ہو جائیں گے اگر پھر بھی شکوک باقی رہیں تو ہم اور زیادہ تشریح سے ان کے شکوک کو رفع کر سکتے ہیں۔

جس طرح سے غنیۃ الطالبین کا حضرت کا تصنیف ہونا شہرت و تواتر سے ثابت ہے اسی طرح سے قصیدہ غوثیہ اور درود کبریت احمر پر تواتر و شہرت ایک قوی دلیل ہے۔

اس سے زیادہ اور کیا حجت قاطع اور برہان ساطع ہو سکتی ہے کہ علی بن یوسف بن جریر لخمی شطنوفی۔ نور الدین ابو الحسن مصنف بہجۃ الاسرار۔ مولانا عبد الرحمٰن جامی حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہم اللہ اجمعین اس قصیدہ کو پڑھتے اور پڑھاتے چلے آئے ہیں۔ اور اپنی قلم سے قصیدہ غوثیہ اور درود کبریت احمر کو لکھا ہے۔ اور مختلف نسخوں سے مقابلہ کر کے صحت کی ہے جسکے ثبوت میں بعض قلمی نسخے موجود ہیں۔ جب حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی جیسے فاضل اجل قصیدہ

غوثیہ اور درود کبریت احمر کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ حضرت غوث اعظم قدس اللہ سرہ العزیز کی تصنیف ہیں۔ تو پھر معارض کا انکار کرنا کیا اعتبار و وقعت رکھتا ہے۔ یہ ایک ایسی دلیل ہے کہ جس سے ہر طرح کا شک و شبہ دور ہو جاتا ہے۔ بہجۃ الاسرار مطبوعہ مصر کے حاشیہ میں جس قدر قصائد حضرت غوث اعظم قدس اللہ سرہ العزیز کیطرف منسوب کئے گئے ہیں۔ ان میں قصیدہ غوثیہ کا بھی ذکر ہے۔ جو حضرت کیطرف منسوب کیا گیا ہے۔

اور اگر یہ قصیدہ حضرت پیران پیر قدس اللہ سرہ العزیز کا نہیں ہے تو پھر یہ ثابت کرنا چاہیئے کہ یہ قصیدہ کس کا ہے۔ جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کر دیا ہے۔ نیز ہم نے قصیدہ غوثیہ اور درود کبریت احمر کے باب میں کہ وہ بلا شک و شبہ حضرت جناب غوث اعظم قدس اللہ سرہ العزیز کی تصنیف ہیں ہر ایک قسم کے دلائل پیش کر دیئے ہیں۔

گر بخانہ کس است حرفے بس است

قاضی شاہ ولی کنوی پلیڈر نکودر

جنوری کا القریش

جن جناب کا سال خریداری اس اشاعت کے ساتھ ختم ہوتا ہے ان کی خدمت میں آیندہ سال کا سالانہ چندہ وصول کرنے کی غرض سے جنوری کا القریش بصیغہ وی پی پیکٹ ارسال کیا جائیگا۔ ذیل میں ان حضرات کی واقفیت کے لیئے خریداری نمبر معہ اسم گرامی بھی دیدیا گیا ہے۔ امید ہے کہ بہی خواہان القریش و درد مندان قوم ویلیو کی وصول فرمائی سے شکر گذاری کا موجب ہونگے خدانخواستہ کوئی صاحب اگر آیندہ کسی وجہ سے اسے جاری نہ رکھنا چاہیں تو وہ قدیم تعلقات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے ارادہ سے دفتر کو مطلع کر دیں۔ تاکہ ویلیو کے اجرا کی تکلیف اور اس کی واپسی کے نقصان سے ہم محفوظ رہیں۔ منیجر

۴۵۔ قاضی عبدالعزیز صاحب ۴۷۔ قاضی باقی شاہ صاحب ۷۹ مولوی حامد علی صاحب ۸۶ پیر غضنفر حسین صاحب ۱۰۴۔ پیرزادہ نور اللہ شاہ صاحب ۱۱۲۔ مولوی عبدالحمید صاحب ۱۸۱۔ پیر علی احمد صاحب ۲۴۲۔ شیخ غلام حسین صاحب ۱۹۶۔ مولوی امام الدین صاحب ۲۶۵۔ سید احمد جان صاحب ۳۴۷۔ قریشی عبدالحق صاحب ۴۸۰۔ شیخ احمد الدین صاحب ۵۸۴۔ مولوی عبدالعزیز صاحب ۶۰۳۔ قاضی محمد امین صاحب ۶۰۴۔ قریشی عبدالرشید صاحب گجرات ۶۰۷۔ قریشی مہر الدین صاحب ۶۱۴۔ قریشی نواب علی صاحب ۶۲۳۔ قاضی طالب مہدی صاحب ۶۵۴۔ قریشی عنایت علی صاحب ۶۵۵۔ قریشی کریم اللہ صاحب ۶۵۶۔ قاضی نفضل حسین صاحب ۶۵۷۔ بابو محمد علی صاحب نسیم ۶۵۸۔ پیر ضیاء الدین صاحب ۶۵۹۔ مولوی ظفر الدین صاحب ۶۶۰۔ سید دوست محمد صاحب ۶۶۱۔ قاضی محمد اسمٰعیل صاحب ۶۶۲۔ خانصاحب قاضی محمد عبداللہ صاحب ۶۶۳۔ مولوی محمد محبوب عالم صاحب ۶۶۴۔ پیر محمد فضل کریم صاحب ۶۶۵۔ مولوی محمد عبدالرشید خانصاحب ۶۶۶۔ مولوی پیر محمد یعقوب صاحب ۶۶۷۔ قاضی عبدالعزیز خانصاحب ۶۶۸۔ قاضی میر عالم جان صاحب ۶۶۹۔ مرزا عبدالرزاق صاحب ۶۷۰۔ خانصاحب میاں محمد عیسٰی خانصاحب ۶۷۱۔ قاضی محمد رمضان خانصاحب ۶۷۲۔ منشی منظور حسین شاہ صاحب ۶۷۳۔ قریشی امام الدین صاحب کنجاہ ۶۷۴۔ مولوی محمد صبغتہ اللہ صاحب ۶۷۵۔ قاضی محمد عبداللہ صاحب ۶۷۷۔ راجہ مظفر حسین خان صاحب ۶۷۸۔ پیر سید امام علی شاہ صاحب ۶۷۹۔ مولوی مخدوم غلام قادر صاحب ۶۸۰۔ شیخ عبدالعزیز خان صاحب ۶۸۲۔ منشی محمد اقبال صاحب ؎

عرضداشت

(بحضور سرکار آصف جاہ نظام باتقابہم خلد اللہ ملکہٗ)

فیض سے سرکار کے ایسا ہوا کچھ اہتمام
بنگیا ملک دکن اسلام کا دار السلام

ہوگئے سامان جیسے تھے کبھی بغداد میں
دجلہ علم و فن کا اب بہنے لگا ہر صبح و شام

شرع احمد کے مطابق فیصلے ہونے لگے
آپ ہوئے جبسے زیب مسند شاہ نظام

ہو قریشی قوم کیجانب توجہ کچھ ضرور
اس کی پستی میں نہیں باقی رہا اب کچھ کلام

قوم ہے یہ آپ کی جو سید الاقوام ہے
اور رہے صدیوں تلک یہ حافظ بیت الحرام

اب بھنور میں آگئی ہے قوم کی کشتی شہا
ناخدا سرکار ہوں تو بچ سکیگی لاکلام

گر نہ کی سرکار نے اس قوم پر چشم کرم
تو جہالت ہند میں کردیگی کام اس کا تمام

آپ کے زیر اثر ندوہ نہ گر قائم ہوا
پھر بھلا امید کیا ہے ہو کبھی اس کا قیام

قوم میں تحریک اسکی میں نے کردی ہے شہا
سرپرستی آپکی ہوگی تو بنجائیگا کام

اہل حل و عقد میں سب متفق ہمرائے ہیں
اولین جلسہ ہو دہلی اور ہو با اختتام

بعد ازاں ملک دکن میں سب قریشی جمع ہوں
صدر جلسہ کے بنیں ہاں حضرت والا مقام

قریشیوں کے پھر کھلیں اسکول کالج ہند میں
جامع عثمانی ان کا تعلق ہو مدام

یہ دعا عباسی مہجور کی ہوگی قبول
کام بنجائے ہمارا آپ کا ہوجائے نام

آپ سے خوش ہونگے سب سادات قوم قریش
آپ سے خوش ہوگی روح سید خیر الانام

فرید احمد عباسی امروہا

ایک خط

ہمارے ایک قریشی بھائی ظفر الرحمٰن نامی جو خاندان عباسی سے تعلق رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو دہلوی لکھتے ہیں۔ اورنگ آباد (دکن) سے ایک عجیب و غریب خط جس میں نہ کسی کو مخاطب کیا گیا ہے اور نہ سنت اسلامی (سلام علیکم) ادا کرنے کی زحمت گوارا فرمائی گئی ہے۔ بلکہ محض نہ انداز اور بڑے طمطراق سے لکھا گیا ہے ارسال فرماتے ہیں۔

اس گرامی نامہ میں جو اپنے رنگ میں بالکل نرالا اور عداوت سے عتاب انگیز رویہ سے کچھ ایسی نوک ٹوک کی گئی ہے جس کا اندازہ مطالعہ ہی سے ہو سکتا ہے۔ لہذا ناظرین کی واقفیت کیلئے درج ذیل کیا جاتا ہے۔

ہمیں اپنی نااہلیت و ناتجربہ کاری کا اعتراف ہے اس لئے ہم جواب کی جرات نہیں کرتے۔ ہاں یہ عرض کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ القریش مطبوعہ ماہ اکتوبر کے صفحہ ۲ کے جن الفاظ پر آپ نے نکتہ چینی فرمائی ہے وہ بلفظ رسالہ "القاسم" دیوبند سے منقول ہیں جو میری عدم حاضری میں مرے قائم مقام نے کئے۔ "القاسم" کی زمام ادارت فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب ناظم ثانی جامعہ قاسمیہ ایسے مشہور فاضل و ادیب کے تجربہ کار ہاتھوں میں ہے۔ لہذا آپ ترجمہ نشی کے بعد خرد اور نواب کی ترکیب ان سے معلوم فرمائیں۔ اور اول سید اور آخر عباسی کی ترکیب ان علمائے کرام سے دریافت کریں جنہوں نے "تحقیق السیادۃ" کے اخیر میں فتویٰ دیئے اور ثابت کر دیا کہ ہر قریشی سید کے لقب سے ملقب ہو سکتا ہے۔

کتاب کا ایک نسخہ ملاحظہ کے لئے ارسال خدمت ہے

اسے ذرا ٹھنڈے دل اور گہری نظر سے مطالعہ کریں اور اگر کوئی شبہ باقی رہے، تو مصنف اور مفتی صاحبان سے اطمینان فرمائیں۔

میاں ظفر الرحمٰن صاحب عباسی دہلوی ثم اورنگ آبادی نے نہ القریش کے معاون ہیں اور نہ دفتر سے آپ کی خدمت میں بھیجا جاتا ہے اس پر بھی اگر یہ آپ کی نظر سے گذر جاتا ہے تو اس میں ناچیز کارکنان کا قصور نہیں۔ پھر وہ مورد عتاب ہوں تو کیوں۔؟ باقی رہا اس کی ترتیب اور قبیلہ قریشیہ کی امارت کا مسئلہ۔ اس کے متعلق میں سوائے اس کے کیا عرض کر سکتا ہوں کہ جس قوم میں سے بعض نخوت و غرور اور عجب و تکبر سے اخلاق و آداب کو بھول گئے ہوں جن کے دل سے عہد نبوی اور عہد فاروقی کی یاد اٹھ گئی ہو اس کی بیل منڈھے چڑھنی واقعی مشکل بلکہ ناممکن ہے اللہم ارحم

اخیر پر ہم اپنے بھائی کی برادرانہ محبت و اخوت سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ مجھے اپنی خداداد قابلیت کے صدقے نیک مشوروں اور مفید باتوں سے مستفیض فرماتے رہا کریں۔

ایڈیٹر

خط

ھوالحق

کبھی دوسرے تیسرے مہینے القریش صاحب ہمارے سامنے آتے اور نظر سے گذر جاتے ہیں مگر ہمیں آج تک یہ نہیں معلوم ہوا کہ ان کے آنے کا مقصد اور مشن کیا ہے نہ ان میں کوئی اخباری اوصاف ہیں نہ رسائلی خوبیاں ایک خواب پریشان کی صورت میں جس کا سر نہ پیر۔ اگر دریافت کریں تو کس سے کریں۔ ان کے سرپرست بنا دیں تو کن

تشریف لیگئے ہیں۔ اور راستہ میں سید دعباسی المعروف بہ
ہاؤس فزیشن صاحب جیسے فاضل سے مٹھ بھیڑ ہوگی تو وہاں
ہماری رسائی بھلا کہاں۔ خیر ہم ان کی خدمت میں نہ پہنچ
سکیں تو نہ سہی کوئی خدا کا بندہ ہمارا ایک چھوٹا سا پیغام
ہی ان کی خدمت میں پہنچا دے۔ اس لئے بالآخیر ہماری
نگاہ "انچارج دفتر القریش" صاحب کے اوپر پڑی پس
ان کی شفقت اور ہمدردی سے اُمید کرکے ان کی خدمت
میں بصد ادب اداب بجالاتے ہیں۔ اور گذارش کرتے
ہیں کہ وہ جناب ایڈیٹر صاحب کی خدمت میں ہماری طرف سے
یہ گذارش پیش کردیں۔ کہ صاحب موصوف ندوۃ القریش
کے مستقبل پر گفتگو کے ساتھ یہ بھی دریافت فرمالیں کہ
اول سید انخیر عباسی یہ کیا ترکیب ہے للہ ہمیں بھی بتایئے
تاکہ ہم ہی یہ عمل جاری کردیں۔ آج تک ہمارے بزرگوں نے
عباسیوں کے ساتھ سید کا لفظ استعمال نہیں کیا تاریخ
میں ہی کہیں لکھا ہوا نظر سے نہیں گذرا۔ اکثر ایسا تو دیکھا
ہے کہ ہندوستان ذات پات کے جھگڑوں سے متاثر ہوکر
عباسی اپنے کو شیخ کہلاتے ہوں۔ سید کا خطاب تو مخصوص
ہے۔ ہمارے قریشیں سید کہانے کہلانے لگے

اور اگر اس طرح سے من مانی نام اور خطاب گھڑنے
شروع کئے تو پھر حسب نسب کی چھان بین بڑی مشکل
ہو جائے گی۔ اور وہ سکیم فاضل محترم نے دارالندوۃ کے
قیام کے لئے تیار کی ہے۔ اس کی تکمیل بچوں کا کھیل ہوگا
اور بس!

براہِ مہربانی ایک چیز اور بھی پیش کر دیجئے۔ کہ اسلامی
اصلاحی کیا ترکیب ہے۔

اور ہز مجسٹی کے بعد خسرو اور پھر نواب کیسے
خطاب ہیں۔

معلوم ہوتا ہے جس خوبی سے یہ رسالہ ترتیب دیا جا رہا ہے
اسی طرح بلکہ اس سے بڑھکر قبیلہ قریش کی عمارت کھڑی کی
جائے گی تاہم اچھا ہے بیکار رہا تش کچھ کھا کر۔

"ہم القریش صاحب کے مشن کے معلوم کرنے کے منتظر
ہیں۔ شاید ہماری عقل فہم سے ان کی فہم بالاتر ہو لیکن اگر کوئی
سمجھائے تو ایسے گئے گذرے بھی نہیں کہ نہ سمجھیں۔ اور سمجھنے
کے بعد پھر اس کے نام لیوا نہ ہوں تو پھر ہماری عباسیت ہی
کیا رہی۔

ناظر الرحمٰن عباسی دہلوی از اورنگ آباد (دکن)

ایک ضروری گذارش

بعض دردمندان قوم و علم دوست احباب کی خدمت میں اس اشاعت کے چند پرچے نمونۃً ارسال کئے جاتے
ہیں۔ اور ماہ جنوری کا پرچہ ان کی خدمت میں بصیغہ وی پی ارسال کیا جائیگا۔ لہذا اگر کوئی مہربان کسی وجہ سے
خریداری سے قاصر ہو تو وہ دفتر کو ایما فرماویں۔ تاکہ وی پی کی واپسی موجب نقصان نہ ہو۔ مینیجر

استفسارات

(۱) بعض کتب متداولہ اور اکثر شجرہ ہائے نسب میں جناب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سلسلۂ اولاد میں سے حضرت شیخ شعیب فاروقی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد کے متعلق آپ کے فقط دو ہی صاحبزادگان کا نام مندرج پایا گیا ہے۔ ایک خواجہ عبداللہ جو حضرت غوث صمدانی قطب ربانی خواجہ شیخ احمد نقشبندی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے جد امجد ہیں۔ دوم خواجہ جمال الدین سلیمان جو شیخ الشیوخ سلسلۂ عالیہ چشتیہ۔ حضرت فرید الملت والدین گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات حصہ دوم دفتر اول میں صرف حضرت قطب الاقطاب گنجشکر رحمۃ اللہ علیہ ہی کے نسب کے متعلق یوں تحریر فرماتے ہیں کہ نسب عارف اکبر شیخ فرید الدین گنجشکر قدس سرہ بوے (فرخ شاہ کابلی) اتصال میکرد۔ کسی دیگر تیسری شاخ کا ذکر نہیں فرماتے۔ مگر حال میں ایک آواز اٹھی ہے۔ کہ ماورائے ازیں حضرت شعیب کا ایک اور بیٹا بھی تھا۔ پس اندریں صورت تاریخی حیثیت میں قابل استفسار یہ امر ہے کہ ان ہر دو صاحبزادگان متذکرہ بالا کے علاوہ اگر حضرت شعیب کا کوئی اور فرزند بھی تھا۔ تو بروئے تحقیق ان کا اسم گرامی کیا تھا؟ اور ان کی اولاد کہاں ہے۔؟

جواب سند صحیح اور تاریخی حوالہ کے ساتھ مطلوب ہے۔ اور ناظرین القریش میں سے ہر فاروقی النسب ان سوالات کا مخاطب اور مشار الیہ ہے۔ یکم نومبر ۱۹۲۵ء

المستفسر:- قاضی نظیر حسین فاروقی ریٹائرڈ مستوفی از گوجرانوالہ

---

(۲) سنا گیا ہے کہ جہانگیر پورہ علاقہ پشاور میں "انجمن فاروقیاں" قائم ہے۔ صوفی حاجی محمد صاحب فاروقی حنفی القادری اس کے معتمد اعلیٰ (سیکرٹری) ہیں۔ انجمن کے قواعد و ضوابط سے مجھے واقفیت نہیں لیکن شنید ہے کہ صدیقی، عباسی، ہاشمی وغیرہ قریشیوں کے لئے اس انجمن کا دروازہ بند ہے جس کی تصدیق اس کے مخصوص نام سے ہوتی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے ضوابط اور تفصیلی حالات معلوم ہوں۔ لہذا ناظرین القریش میں سے کوئی صاحب واقفیت رکھتے ہوں تو بذریعہ القریش انجمن مذکور کے حالات پر روشنی ڈال کر مشکور کریں۔

نیاز مند، علی احمد فریدی قریشی خریدار نمبر ۱۴۲

حیدرآباد دکن

مراسم سوگ

فرمان خسروی شرف صدور لایا ہے کہ منجھلی صاحبزادی صاحبہ کے مراسم سوگ آیندہ رمضان شریف تک قائم رہیں گے اعلیٰحضرت بندگان عالی کی سالگرہ مبارک بھی خانگی طور پر منائی جائیگی۔ اور پریڈ اور اسٹیٹ ڈنر، نمائش مصنوعات ملکی وغیرہ بالکل بند رہیں گے۔

حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس

سیکرٹری صاحب نے اطلاع دی ہے کہ ایجوکیشنل کانفرنس جو چند سال سے سسک رہی تھی اب بستر مرگ سے اٹھ بیٹھی ہے۔ جسکا ساتواں اجلاس زیر صدارت نواب مرزا یار جنگ بہادر ۴ اور ۵ دسمبر کو ہوگا۔

روانگی

میجر نواب عثمان یار الدولہ بہادر اے۔ ڈی۔ سی کمانڈر افواج باقاعدہ میجر قادر بیگ کیپٹن عبدالجبار خان اور کئی ایک لفٹننٹ وردی میجر وغیرہ میلنورس راولپنڈی کی شرکت کی غرض سے گئے ہوئے ہیں

نواب صدر یار جنگ بہادر حضرت شروانی صدر الصدور امور مذہبی مفتی عبداللطیف اور مولوی مناظر احسن صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ بغرض شرکت اجلاس ندوۃ العلماء انبالہ گئے ہوئے ہیں۔

مولوی سید محمد حسین صاحب بی۔ اے آکسن نائب ناظم تعلیمات دو ماہ کی رخصت پر سفر عراق کے لئے تشریف لے گئے تعلیم اصحاب عموماً اپنے فرصت کے اوقات یورپ وغیرہ میں بسر کرنا چاہتے ہیں۔ مگر قابل مبارک ہیں مولوی صاحب

موصوف جنہوں نے اماکن مقدسہ کا سفر اختیار فرمایا۔ ہم دست بدعا ہیں کہ بسلامت روی و باز آئی۔

واپسی

اطلاع ملی ہے کہ مسٹر ایس۔ ایم۔ ریڈی بار ایٹ لا جو کیمبرج کے گریجوئیٹ ہیں اور سرکار عالی کے وظیفہ سے ایک سال تک یارکشائر وسٹ [illegible] میں تعلیم حاصل کرتے رہے اور ایک انسٹرکٹر ہیڈکوارٹر پولیس کا بھی کام کرتے رہے ماہ دسمبر میں حیدرآباد واپس ہوکر کوتوالی بلدہ کا کام کریں گے آپ پہلے ہندوستانی ہیں جنہوں نے یورپ جاکر برطانوی پولیس کی تعلیم حاصل کی ہے۔ وہ حضرات جو تنگ نظری سے سرکار عالی کو متعصب کہتے ہیں ذرا غور سے دیکھیں کہ ایک ہندو نوجوان سرکار عالی کے وظیفہ سے گریجوئیٹ ہوکر ایک سال تک خاص مراعات کے ساتھ واپس ہو رہا ہے۔ کیا اب بھی برادران ہنود کو شکایت رہے گی۔

ڈاکٹر ملنا ایم ڈی یورپ سے حال ہی میں واپس آئے ہیں۔

امداد

سرکار عالی نے انجمن اسلامیہ ہوشیار پور (پنجاب) کے مدرسہ کے نام ماہانہ ایکسو روپیہ کلدار امداد منظور فرمائی ہے

خوش اعتقادی

ہمعصر رہبر دکن (حیدرآباد) بتوسط مولوی احمد علی صاحب وکیل قندھار (علاقہ نظام) راوی ہے کہ تعلقہ قندھار کی آبادی کے باہر ٹیکری پر جو سلیمان ٹیکری کے نام سے مشہور ہے جس

پر کسی کا مزار بھی ہے کئی دن سے ایک گائے اس ٹیکری پر چڑھ کر مزار کا طواف کر رہی ہے۔ بعض لوگوں نے اسے ٹیکری سے اتار بھی دیا مگر وہ پھر اوپر چڑھ کر مصروف طواف ہو گئی حضرات ہنود کو مزار سے عقیدت ہو گئی ہے اور گائے اور مزار دونوں کی پرستش ہو رہی ہے ہندو ستانی کے آدمیوں کی روحانیت کے تو ہم قائل تھے مگر اب یہاں جانوروں کی روحانیت اور مکاشفہ بھی نظر آ رہے ہیں۔

ترقی

نواب وزیر جنگ بہادر معتمد فوج کو ختم مدت توسیع کی وجہ ذلیفہ دیکر معتمدی فوج پر نواب ذوالفقار جنگ بہادر بیرسٹرایٹ لا کا تقرر فرمایا گیا ہے۔ ہم نواب صاحب کو اس ترقی کی مبارکباد دیتے ہیں۔

بنک

خوشی کی بات ہے کہ ۱۵ دسمبر ۱۹۲۵ء سے ضلع رائچور اور تعلقہ جالنہ شہر میں امپیریل بنک اف انڈیا کی دو شاخیں قائم ہونے والی ہیں۔

ترکی شہ زور

حیدرآباد میں کئی دن سے ایک ترک پہلوان سید محمد آفندی آئے ہوئے ہیں جو اپنی خداداد محیر العقول طاقت سے نہایت ہی قابل قدر کرتب دکھا رہے ہیں۔ پبلک نے ان کی بہت قدر کی۔ اور طبقہ امرا نے بھی دل افزائی میں کمی نہیں کی۔ حال ہی میں ہزایکسلینسی مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر نے ایک طلائی گھڑی عطا فرما کر اس ترکی پہلوان کی دل افزائی فرمائی ہے۔

متفرقات

نواب علی نواز جنگ بہادر معتمد چیف انجنیئر تعمیرات عامہ دہلی میں گئے ہوئے ہیں۔

آب و ہوا

مستقر میں طاعون پھیل رہا ہے اضلاع بیدر وغیرہ سے بھی پلیگ کی اطلاعات موصول ہو رہی ہیں خدا رحم فرمائے۔ (ہمدرد کا نامہ نگار خصوصی)

مذاکرہ و مناظرہ

بنی اعمام

جرأت و صداقت پر ایک نظر سے متعلق

ہماری خواہش تھی کہ اس بحث کو ختم کر دیا جائے لیکن صاحب مضمون کا تقاضا و اصرار ہے ہم مجبور ہیں لہذا بجنسہ درج کیا جاتا ہے۔ ایڈیٹر

(از جناب پیر سید علی احمد صاحب فریدی چشتی قادری نقشبندی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الحبیبہ الکریم و علیٰ آلہ و اصحابہ و بارک و سلم

صحیفۃ القریش ماہ دسمبر ۱۹۲۴ء کے صفحہ ۲۰ پر ایک مضمون مذاکرہ و مناظرہ کے تحت جرأت صداقت پر ایک نظر کے عنوان سے مولانا محمد عبید اللہ صاحب قریشی الیاسی نیشنز امروہی نے مولنا شبلی نعمانی مرحوم پر بسبب ان کی صداقت نگاری کے خوب دل کھول کر زہر اگلا ہے۔ آپ بنی ہاشم میں سے سوائے بنی عباس کے کسی کو فضیلت دینے پر رضا مند نہیں ہیں۔ اور چند احادیث جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ و سلم در بارہ فضائل جناب حضرت عباسؓ عم رسول مقبول صلعم نقل کی ہیں۔ مودبانہ التماس ہے کہ ہم کو فضائل جناب عباسؓ سے انکار نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس مقدس ذات سے کوئی شکوہ ہے۔ حضرت عباس ممدوح الشان کا مرتبہ نہایت افضل و اعلےٰ ہے بلکہ جو فضائل جناب عباسؓ میں کسی قسم کا شک کرے اس کا ایمان درست نہیں اور نیز مولانا قرشی صاحب کی تاریخ دانی اور علمی قابلیت سے بھی کلام نہیں۔ لیکن بعض جگہ اس مضمون میں مولانا قرشی صاحب کی لغزشوں اور آل علی پر بیجا حملوں کو دیکھکر الاقارب کالعقارب کی مثال پیش نظر قائم ہو جاتی ہے۔ صفحہ ۲۲ صحیفۂ مذکور پر کالم اول میں آپ رقم طراز ہیں "خلافت اسلام حضرت بنی ہاشم سے آل امیہ نے بتدریج جنگ و جدل سے چھین لی حضرت حسنؓ نے خونریزی سے تنفر فرما کر خلافت سے استعفا بحق معاویہ دیدیا وہ عہد کچھ امن سے گذرا لیکن یزید کے آغاز سے آل ابیطالب یعنی علوی حضرات تواتر ڈیڑھ نصف صدی تک خروج کر کے قتل ہوتے رہے۔ ان کے ہمجدی یعنی بنی ہاشم ہونے کے ناکردہ گناہ میں بنی عباس بھی قید و قتل ہونے سے محفوظ نہ رہے۔ آل علی کو مسلسل یا دیرپا کامیابی حاصل نہ ہوئی کیونکہ وہ بنی اسرائیل کی مثال تفاخر نسل پر شیدا تھے اور قدرے کامیابی پر بلا تامل خلقت کے قتل و غارت کرنے میں تامل نہ کرتے تھے خلقت نے ان کی تعداد کے باعث ان کا پورا ساتھ نہ دیا" سنئے جناب شجرہ بنی امیہ سے بنی فاطمہ کو کوئی سروکار نہیں ہے۔ ان کے ہاتھوں تو بنی فاطمہ کی آنکھوں سے آجتک جوئے خون بہ رہی ہے۔ مگر من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم۔ کہ من آنچہ کرد آں آشنا کرد۔ بنی عباس کے ہاتھوں سے بھی وہ وہ مظالم آل فاطمہ پر ٹوٹے ہیں کہ الامان والحفیظ

جنکی مثال تحت عالم میں نہیں ہے۔ نابود ہے بلکہ آج تک آل علی پر مولانا محمد عبیداللہ فرضی صاحب جیسے دریدہ دہن اعتراض کرنے سے نہیں چوکتے۔ کیا مولانا فرضی صاحب اپنے اس دعوی پر ثابت قدم رہ سکتے ہیں لیکن یزید کے آغاز عہد سے آل ابیطالب یعنی علوی حضرات متواتر قریب نصف صدی تک خروج کرکے قتل ہوتے رہے۔ معزز مولانا فرضی صاحب نے اسمیں پہلا حملہ ذات بابرکات جناب شہادت مآب سید شباب اہل الجنۃ خامس آل عبا حسین علیہ السلام شہید کربلا پر کیا ہے۔ یعنی مولانا صاحب نے بنی امیہ کا ہم عقیدہ ہو کر معاذ اللہ جناب حسین کو پہلا خارجی تسلیم کر لیا ہے۔ ہائے افسوس اب بھی وہ ناپاک عقائد جو فوج یزید میں تھے بعض میں موجود ہیں جن سے باز ارکوفہ میں اہل بیت رسالت کے گذرنے کے وقت سر پاک امام مظلوم علیہ السلام کی بابت ایک پوچھنے والے کے جواب میں فوج یزید کے بعض ناپاکوں کی زبان گویا تھی یعنی کسی نے پوچھا تھا کہ یہ کسکا سر ہے تو اس کوان ملاعین نے جواب دیا معاذاللہ نقل کفر کفر نباشد ہذا راس الخارجی خرج علی امام وقتہ۔ یعنی ایک خارجی کا سر ہے جسنے اپنے امام زمانہ پر خروج کیا۔ معاذاللہ یزید اور امام کا لفظ یزید کے لئے

سے ببین تفاوت راہ از کجا ست تا بہ کجا ۔

حیرت تو اس امر کی ہے کہ معزز مولانا صاحب اس امر کے مدعی ہیں کہ علوی حضرات متواتر قریب نصف صدی تک خروج کرکے قتل ہوتے رہے" بعد جناب امام حسین سوائے ایک دو جوانانِ آلِ محمد کے کسی نے فوج کشی نہیں کی۔ ایک حضرت زید شہید اور ایک اور آدھ جوان فاطمی تھا کہ جسنے باوجود ممانعت ائمہ علیہ السلام کے اس امر کو وقتاً فوقتاً اختیار کیا ہے کہ جس میں محض خون حسین کا بدلہ لینا مقصود تھا نہ کہ ریاست و امارت اور حکومت کا حاصل کرنا۔ امیر معاویہ نے جناب امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام خلیفہ وقت سے سرکشی کرکے بغاوت پھیلائی۔ مگر اس کو بنظر استحسان دیکھا جاتا ہے۔ اور قصور وار حضرت علی کو ٹھیرایا جاتا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ خلافت اسلام حضرات بنی ہاشم سے آل امیہ نے بتدریج جنگ و جدال سے چھین لی تا حضرت امام حسن نے جنگ و جدل سے پہلو تہی فرماکر خلافت سے کفارہ کشی فرمائی لیکن پھر بھی بد عہد بنی امیہ نے وہ شرائط صلحنامہ مکمل نہ کئے جنکو خود ہی بنی امیہ نے تسلیم کرکے صلح کی تھی۔

اُن عباسی بزرگواروں کی شان میں معزز مولانا فرضی صاحب از راہ شماتت ارشاد فرماتے ہیں کہ ان کے ہم جدی یعنی بنی ہاشم ہونے کے ناکردہ گناہ میں بنی عباس ہی صد ہا قتل ہونے سے محفوظ نہ رہے ہا۔ اسکا یہ جواب ہے کہ بسبب قرب زمانہ رسالت وہ عباسی بزرگوار صلہ رحم اور یگانت میں بنی فاطمہ سے جدا نہ تھے۔ باہمی رشتہ داری اور محبت ایسی ہی تھی کہ وہ بزرگوار حضرات بنی فاطمہ کے پسینہ پر خون گرانے کو تیار تھے ع کند ہم جنس با ہم جنس پرواز۔ کبوتر با کبوتر باز با باز۔ بنی فاطمہ نے کبھی بنی عباس کی تخریب اور ایذا رسانی کی کوشش نہیں کی البتہ جنگ و جدل بنی فاطمہ کا بطلب انتقام خون حسین بنی امیہ و قاتلان عترت طاہرہ سے تہا۔ حکومت عباسیہ نے بجائے ان کے ہمدست ہوکر دشمنان دین کو قتل کرنے کے خود بدیں شک کہ مبادا ہمدردی سے بنی فاطمہ بسبب قرابت قریبہ و جذب روحانیت عامہ کے جو کہ ذوات اقدس صفات ائمہ علیہ السلام میں موجود تھی ہماری سلطنت کو ضعف نہ پہنچاوے اور حکومت بنی فاطمہ کے ہاتھ میں نہ چلی جاوے۔ ائمہ اطہار علیہ السلام کے خصوصاً اور بنی فاطمہ کے عموماً دشمن ہوگئے۔ مطالعہ تواریخ سے اس بات کا پورا پورا ثبوت ملتا ہے کہ سفاح اور منصور دوانقی کے زمانہ میں سادات بنی فاطمہ اس کثرت سے قتل کئے گئے اور زندہ بچوں کو دیواروں میں چنوایا گیا کہ قریب تہا کہ نسل فاطمہ دنیا سے نیست و نابود ہوجائے۔ ذرا از روئے انصاف اس بات کو دیکھئے اور فرمایئے کہ اخیار بنی فاطمہ یعنی ائمہ علیہ السلام نے اپنے ہمعصر بادشاہوں سے کونسی سرکشی کی اور کب قصد بغاوت کیا اور کس گناہ پر قتل کئے گئے ذرا گوش دل سے سنئے اور چشم بصیرت سے ملاحظہ فرمایئے کہ دورت اور تعصب بنی فاطمہ سے علیحدہ ہو کر بتلایئے کہ امام ہمام حضرت جعفر صادق علیہ السلام سے منصور دوانقی کو کیا شکوہ تہا کہ ان کے قتل پر آمادہ ہوا اور اس

ذات ستودہ صفات سے کونسا گناہ صغیرہ یا کبیرہ سرزد ہوا تھا کہ جس کی وجہ سے وہ واجب القتل سمجھے گئے۔ اب ہارون رشید کو لیجئے جو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا قاتل ہے چنانچہ فصول المہمہ میں ابن صباغ مالکی لکھتا ہے کہ ہارون رشید نے امام موسیٰ کاظم کو پہلے تو مسجد نبوی میں قید رکھا پھر عرصہ دراز تک علیٰ بن جعفر بن منصور عامل بصرہ کے قید خانے میں بعد ازاں فضل ابن ربیع کے محبس میں اور اس کے بعد بنگرانی فضل بن یحییٰ بن خالد بغداد میں محبوس رکھا۔ اور پھر بوساطت سندی بن شاہک ملعون زہر دیکر شہید کیا۔ اور رضا حبیب السیر بھی یہی لکھتا ہے۔ اور شواہد النبوۃ میں لکھا ہے کہ یحییٰ بن خالد سے خرموں میں زہر ملوا کر حضرت کو شہید کروا دیا۔ معزز مولانا صاحب اس بات پر متعجب ہوں گے کہ ہارون رشید پر بھی جو ایک ثقہ اور مشہور عباسی بادشاہ تھا قتل امام موسیٰ کاظم ثابت ہوگیا مگر نا معلوم کیا حال ہوگا مولانا صاحب کا جبکہ وہ اس واقعہ کو جسکو میں اب ظاہر کرتا ہوں تحقیق کر کے دیکھینگے کہ نہ صرف قتل امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہی پر اسنے اکتفا کیا بلکہ جناب حضرت سید دوسرا خیر الانام رسول مقبول صلعم کے جگر گوشہ شہید دشت کربلا امام حسین کی جسد مطہر کو بھی زمین کربلا میں چین سے نہیں رہنے دیا بلکہ قبر امام حسینؓ کو کھدوا کر برابر کرا دیا۔ اور درخت بیر کو جس سے نشان مرقد مطہر مظلوم کربلا اس وقت ملتا تھا بھی کٹوا دیا۔ چنانچہ کتاب امالی میں شیخ صدوق نے یحییٰ ابن مغیرہ رازی سے روایت کی ہے یحییٰ کہتا ہے کہ میں جریر ابن عبدالحمید قاضی رے کے پاس تھا کہ ایک شخص عراقی آیا جریر نے خبریں پوچھیں تو وہ بولا کہ ہارون الرشید نے آدمی بھیجے ہیں کہ قبر حسینؓ کو برابر کر دیں۔ اور بیری کا درخت بھی کاٹ ڈالیں۔ تو جریر نے ہاتھ اٹھا کر کہا اللہ اکبر ہمکو حدیث پیغمبر پہنچی ہے کہ خدا قاطع سدرہ پر لعنت کرے۔ ہماری سمجھ میں اب تک اس کے معنی نہ آئے تھے۔ اب سمجھے کہ قصد پیغمبر خدا صلعم کا اس تعزیانا سے اس سدرہ مشہد حسین کے کاٹنے والوں پر تھا۔ دیکھو تقریب التہذیب عسقلانی قطع سدرہ کا سانحہ ابوبکر بن عیاش کی روایت سے واضح ہوتا ہے اور عامہ اس کی کتاب کو صحیح جانتے ہیں۔

اب رہا مامون رشید جیسا معزز اور بیدار مغز بادشاہ اسلام کہ جس پر عام لوگوں نے شیعہ ہونے کا بیجا شبہ کیا ہے۔ وہ حضرت امام علی موسیٰ رضاؑ کا قاتل ہے۔ چنانچہ صاحب کتاب تاریخ فخری لکھتا ہے کہ بنی عباس جس وقت بسبب ولی عہدی امام ہمام علی موسیٰ رضا اور تبدل لباس سیاہ بلباس سبز مامون رشید سے بگڑ گئے۔ تو مامون رشید نے امام معصوم کو انگوروں میں زہر دیکر شہید کیا اور لباس سیاہ کا مکرر اعادہ کر دیا۔

چوتھے معتصم باللہ صاحب کو لیجئے کہ جنہوں نے بلا وجہ و سبب حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کو زہر دے کر شہید کیا۔ معتصم باللہ ۲۱۸ھ میں تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوئے۔ آپ کا بغض و تعصب بنی فاطمہ سے اس قدر بڑھ گیا تھا کہ ان کے وقت میں کوئی فاطمی شخص مجاورت روضہ اقدس حضرت امام حسین علیہ السلام نہیں کر سکتا تھا۔ اور بفحوائے الناس علیٰ دین ملوکہم حوالی قریات کربلا کے رہنے والے بھی بنی عباس کے ہم خیال اور دشمن آل رسول مقبول صلعم بن گئے تھے۔

بابا فرید گنجشکر رح کی نسبی تحقیق سے متعلقہ مراسلت انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ اشاعت میں ضرور درج ہو جائیگی۔

اطلاع ۔ خط و کتابت میں نمبر خریداری دینا ضروری ہے۔ تبادلہ مقام سے دفتر کو فوراً اطلاع کرنا چاہیئے۔ دریافت طلب امور کے لئے ٹکٹ یا جوابی کارڈ آنا چاہیئے۔ منیجر

متفرقات

مسلم یونیورسٹی علیگڈھ کی پنجاہ سالہ جوبلی

علیگڈھ میں ۲۵ دسمبر سے جوبلی کے مختصر مراسم منائے جائینگے۔ ۲۵ و ۲۶ دسمبر کو صبح و شام کانفرنس کے اجلاس ہونگے۔ رات کو ایکدن افتتاح نمائش اور اردو کانفرنس دوسرے دن مشاعرہ ہوگا۔

۲۷ دسمبر کو صبح و شام تقریروں کا مقابلہ درزشی کھیل اور زنانہ کانفرنس ہوگی۔ یہ نہیں بتایا گیا ہے کہ کن کن تقریروں کا مقابلہ ہوگا اور رات کو یونین کلب میں دو فیسٹ ہوگا۔

۲۸ دسمبر کو صبح و شام اور رات کو جوبلی ہوگی۔ مگر یہ نہیں معلوم کہ اس جوبلی میں کیا مراسم ادا ہوں گے۔

۲۹ دسمبر کو صبح کو کانووکیشن کا جلسہ سہ پہر اور رات کو عظیم کانفرنس ہوگی۔ اور اسی تاریخ کو اولڈ بوائز کا جلسہ ہوگا۔

۳۰ و ۳۱ دسمبر کو صبح و شام آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس اور ۳۰ دسمبر کی رات کو اڈیٹروں کی کانفرنس ہوگی لیکچرز ہونگے لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ لیکچرار کون ہوگا اور موضوع لیکچر کیا ہوگا۔

۳۱ دسمبر کی رات کو اختتامی جلسہ ہوگا یہ معلوم نہیں کہ اس جلسہ میں سوائے شکریوں اور ایک دوسرے کی تعریف کے کچھ اور بھی ہوگا یا نہیں! افسوس اسکا ہے کہ علیبہ جہل مرکب کے پرانے ممبر عموماً ضعیف اور ناتواں ہوچکے ہیں جنمیں نہ جوش باقی رہا اور نہ دلولہ نہ ہمت و جرأت۔ ورنہ ضرورت اسکی تھی کہ اس موقع پر جہل مرکب کا اجلاس روشنی ڈالتا کہ پہلے پچاس برس میں مسلمانوں نے کیا کیا اور کیا کھویا علیگڈھ کی تحریک سے کیا نفع پہنچا اور کیا نقصان اور یہ تحریک کسقدر کامیاب ہوئی اور کتنی ناکامیاب ان مسائل پر آزادانہ جہل مرکب میں مباحثہ ہونیکی سخت ضرورت ہے۔

جوبلی کے موقع پر جسقدر جلسے صبح و شام اور رات کو ہونگے ان کے پروگرام پر جب نظر ڈالی جاتی ہے۔ تو اس میں سب سے بڑی کمی یہ نظر آتی ہے کہ کوئی وقت خالی نہیں رکھا گیا جسمیں لوگوں کو باہم ملنے اور تبادلۂ خیالات کرنے کا موقعہ ملے۔ حالانکہ ہر قسم کے اجلاس علیگڈھ میں منعقد کرنیکا اصلی مقصد جہانتک ہم خیال کرتے ہیں یہ ہے کہ مختلف خیال کے مسلمان باہم ملیں اور تبادلۂ خیالات کریں کہ کسطرح منتشر قوت کو پھر ایک جگہ پر جمع کیا جا سکتا ہے اور آئندہ مسلمانان ہند کا کیا قومی پروگرام ہو۔ جلسوں میں جو تقریریں ہوتی ہیں یا ریزولیوشن پاس کئے جاتے ہیں ان میں آزادانہ طریقہ سے اظہار خیال کا موقعہ کم ملتا ہے اور تجربہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ لیکچروں اور ریزولیوشنوں سے تبادلۂ خیال اسقدر موثر نہیں ہوتا جتنا کہ باہم ملنے جلنے اور بے تکلفی کے ساتھ گفتگو کرنے میں خیالات پر اثر پڑتا ہے۔

انجمن حمایت اسلام لاہور کا چالیسواں سالانہ جلسہ

۲۰-۲۱-۲۲ دسمبر ۱۹۲۵ء کو اسلامیہ کالج کے میدان میں منعقد ہوگا ۱۹ دسمبر ۲۵ء کو سال گذشتہ کیطرح جلوس نکلیگا۔ اور ۲۱ دسمبر ۱۹۲۵ء کو جلسہ کے متعلق جسمانی ورزش کی نمائش ہوگی مقتدر بزرگان قوم علمائے کرام مشہور مقرران مستند ناظم صاحبان اپنے کلام و نصائح سے حاضرین کو مستفید فرماویں گے۔ اور جلسہ میں ضروری قومی و اسلامی معاملات پر بحث و مشورہ ہوگا۔

لاہور سے باہر کے شامل ہونیوالے حضرات اپنی تشریف آوری کا وقت و تاریخ شیخ عبدالعزیز صاحب آنریری سکرٹری انجمن کو مطلع فرمادیں تاکہ ان کے استقبال و قیام کا انتظام کیا جاوے قیام اور کھانیکا انتظام انجمن کیطرف سے ہوگا۔ داخلہ کے ٹکٹ کی شرح یہ ہوگی:—

پلیٹ فارم عہ کرسی عہ ان ٹکٹوں کے خریدنیوالے اصحاب ایکسال کیلئے انجمن کے ممبر ہوں گے۔ اور سالانہ جلسہ کیوقت بحث و مشورہ میں انکو رائے دینے کا حق ہوگا۔ کرسی دوم زیر عصا فرش مفت یہ ممبر تصور نہ ہونگے اور نہ رائے دے سکینگے۔

انجمن تہذیب خیال ٹیکا پور شہر کانپور کا ایک جلسہ ۲ نومبر ۲۵ء کو منعقد ہوا جسمیں باتفاق رائے سید الشعراء رئیس القلم مولانا سید علیم الحسن صاحب علیم لکھنوی ناظم انجمن کو توجہ دلائی گئی کہ وہ ایسے مشاعرے کا سلسلہ قائم کریں جنمیں علمی، ادبی اخلاقی مضامین پڑھے جائیں اور منتخب نظم و نثر کا ایک رسالہ کاروائی مجالس کیساتھ ملک میں پیش ہوتا رہے تاکہ ادب کو مخرب اخلاق تخیل سے نجات ہو اور اردو زبان کی مشکلوں میں آسانیاں پیدا ہوں۔ المشتہر:—

(عبدالکریم منو فسیل تہر مولگنج درکن انجمن تہذیب خیال)

تذکرہ برادری

مخدومی پیر علی احمد صاحب فریدی تحریر فرماتے ہیں کہ میں مولانا حکیم سید فرید احمد صاحب عباسی کی سکیم متعلقہ "ندوۃ قریش" سے اس ترمیم کے ساتھ جو قبلہ قاضی نظیر حسین صاحب فاروقی نے پیش کی ہے اتفاق کرتا ہوں اس بات کا لحاظ نہایت ضروری ہے کہ کسی غیر قریشی کو ندوہ کی شرکت کا موقع نہ ملے۔

اللہ کا نام لیکر کام شروع کر دینا چاہیئے۔ قوم کی حالت روز افزوں نازک صورت اختیار کر رہی ہے لیکن بمصداق "در کارِ خیر حاجت ہیچ استخارہ نیست" کسی تردد کو کام میں نہ لانا چاہیئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مخدومی بھائی قاضی شاہ ولی صاحب وکیل نکودر کے چھوٹے بھائی میاں رستم علی صاحب چند روز ہوئے انتقال کر گئے۔ آپ کو مرحوم سے بڑی محبت تھی۔ ایک ہی بھائی تھے جنکی وفات سخت صدمہ کا موجب ہوئی۔ ہمیں آپ سے دلی ہمدردی ہے اللہ میاں آپ کو صبر جمیل اور مرحوم کو جنت عطا کرے۔

قاضی صاحب نے تاریخ وفات ارسال فرمائی ہے جو آپ کی خواہش کے موافق درج ذیل ہے

تاریخ وفات حسرت آیات قاضی رستم علی کنوری برادر عزیز آن

قاضی شاہ ولی پلیڈر نکودر مشعر بہ مختصر حالات مرحوم نور اللہ مرقدہ

علاتی برادر عزیزم کہ بود — دریغا زدستم قضا لش ربود
زعینی فزوں تر محبت پذیر — مہ شادی و غم ہمی بود شکر بشیر
محبت چہ گویم ز عشقے فزوں — بہر حرف من لبش نہ جز سرنگوں
کہ رستم علی بود مشہور نام — مجرد بسر کردہ عمر تمام
نکوکار و پابند اسلام بود — نہ لغزید پائش بجائیکہ بود
بہ مذہب مقلد ز حنفی اصول — چہ درویش تلقین قادر حصول
امیرانہ گذران ہمیداشتے — فقیرانہ دل ہم درون داشتے
بہ داد و ستد صاف آمد برفت — کہ پیچیدہ سخنے بکس ہم نہ گفت
نہ بے مرد میدان صفائی پسند — نہ رسیدہ از وے کسے را گزند
کنون چشم واشد چو پرداختم — کہ ہیہات قدر تو نشناختم
سرائیست دنیا چہ فانی مقام — نہ زاید ز لحظہ کسے را قیام
ز تاریخ ہجری چہار حلقش — کہ شہر چہارم قمر نصفش
بہ سہ شنبہ وقت سحر در گذشت — ہزار و سہ صد چار و چل در نوشت (۱۳۴۴)
شمار عمر کم ز پنجاہ دان — کہ رخت سفر شد گرفتہ روان
از پنجاہ بہ جنت رسیدہ کہ ہاں — زما سایہ رستم علی شد نہاں = ۱۳۴۴
دگر گوز دردِ دلت قاضیا — کہ عالم البش اشور صدر جبا (۱۳۴۴) = ۱۳۴۴

جن احباب کو ان کے مراسلات کا جواب دفتر سے میری غیر حاضری کی وجہ سے نہیں دیا گیا اور انہیں مکرر یاد دہانیوں کی تکلیف ہوئی امید ہے کہ ہمیں معذور سمجھیں گے انشاءاللہ تعالےٰ ضروری خطوط کا جواب عنقریب دیا جائیگا۔

جن برادران نے اخیر دسمبر تک ایک مقررہ تعداد سے القریش کی اعانت کا وعدہ فرمایا تھا۔ وہ مہربانی کر کے توجہ فرمائیں۔ وقت گذر گیا اور مالی ضرورتیں لاحق ہیں۔

اخیر جنوری تک پانچ پانچ خریداروں سے ضرور مدد کریں۔

سوزاک
فلک سیر
کی بے مثل گولیاں۔ قیمت ایک درجن ایک روپیہ (عہ)
آتشک
کی گولیاں بلا تکلیف کے بہت جلد آرام کر دیتی ہیں۔ قیمت دو درجن گولیوں کی ایک روپیہ (عہ)
محصول ڈاک بذمہ خریدار
جواہر
الجریان
یہ دوا منی کو گاڑھا کرنے کیلئے تریاق ہے
قیمت ۱۱ خوراک عہ
مقوی باہ گولیاں
اپنے فائدہ میں بے مثل آزمائش شرط ہے
قیمت ایک درجن گولیاں ایک روپیہ
یہ دوائیں پچیس سال سے برابر استعمال کی جا رہی ہیں۔ بکثرت تعریفی خطوط و سندات موجود ہیں، تجربہ شرط ہے
آنکھوں
ایک درجن کی قیمت ایک روپیہ (عہ)
حب مجیب
یہ گولیاں پرانے قبض کو دور کرکے معدہ و جگر آنتوں کی اصلاح کرکے بھوک بڑھاتی اور خون صالح پیدا کرتی ہیں۔
قیمت سولہ گولیوں کی ایک روپیہ
طلا
فیس مشورہ دو روپے
ناظم مطب عالیجناب حکیم محمود علیخانصاحب ماہر قرابتخانہ دہلی

خبر کردو

کہ

قرآن شریف اور ہر قسم کی عربی فارسی طبی صنعتی، درسی، اور غیر درسی کتابیں لطائف وظرائف، غزلیات، اور نیز سامان سٹیشنری ہر قسم ہمارے کتب خانہ سے برعایت وکفایت ملسکتا ہے۔ ہر فرمائش کی تعمیل خوش اسلوبی کیساتھ وقت پر کی جاتی ہے۔ ایک روپیہ سے کم فرمائش کی تعمیل نہ ہوگی۔

ہر آرڈر کے ساتھ چوتھائی رقم بذریعہ منی آرڈر یا ٹکٹوں کی صورت میں آنی ضروری ہے۔

کتابت وطباعت کا کام بھی ہماری معرفت بااحتیاط تمام ہوسکتا ہے جن احباب کو ضرورت ہو وہ بذریعہ خط وکتابت معاملہ طے کرسکتے ہیں،

نوٹ

دریافت طلب امور کیلئے جوابی کارڈ یا ایک آنہ کا ٹکٹ آنا چاہیئے۔

مہتمم دارالعلوم
رونق منزل امرتسر

Regd. L No. 1494

رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۴۹۴

نادر و نایاب کتابیں

پیام امین، ایک معرکۃ الآرا تصنیف جس میں مغرب کے ستر نامور ترین مورخین، پادریوں فلاسفروں کے اقوال سے قرآن کریم دنیا کی بہترین الہامی کتاب ثابت کیا گیا ہے۔ اور مختلف زبان میں قرآن کریم کے تراجم کی پوری تفصیل دی ہے اور بتایا ہے کہ قرآن کی اشاعت مشرق و مغرب میں کیوں کر ہوئی۔ ۱۹۲۰ء کی بہترین تصنیف قرار دی ہے۔ لکھائی چھپائی، کاغذ نہایت اعلیٰ قیمت ایک روپیہ (عہ)

دنیائے اسلام و عیسائیت، عیسائیت کس طرح ایک ہزار سال سے اسلام کو نیچا دکھانے میں مصروف ہے۔ اور اسلام کو کیونکر ہر حیثیت سے کمزور کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس کی پوری کیفیت اس نادر تالیف میں ملیگی۔ قیمت صرف ۶ر

مجموعہ کلام شبلی، مولانا شبلی کے اردو کلام کا مجموعہ جس کا ایک ایک شعر ان کی قادر الکلامی اور اعلیٰ ذوق شاعری کا نمونہ ہے اس میں مثنوی، مسدس، قومی، سیاسی نظمیں، غزلیات اور قطعات غرضیکہ ہر زمانہ اور ہر صنف کا کلام موجود ہے۔ قیمت ۱۰ر

کنولا، ایک مشہور دلچسپ، دلفریب ناول، ایسی پیاری زبان اور اچھوتے انداز بیان میں ہندوستان کا سین اور ہندوستان کی سیرت دکھائی گئی ہے۔ کہ دیکھ کر جی لوٹ جاتا ہے قیمت ہر دو جلد عا/ دو روپے

مسلمانان اندلس، نامور مورخ اسٹنلی لین پول کی مختصر تاریخ اسپین کا ترجمہ۔ اس سے یورپ میں مسلمانوں کی ہزار سالہ حکومت کے ضروری حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔ قیمت عہ

ہندوستان کی قدیم تہذیب، مشہور بنگالی عالم رومیش چندر دت کی لاجواب تاریخ ہند، جلد اول قیمت ۱۲ر

افراد کاسیہ، مولوی سید کرامت حسین صاحب مرحوم سابق جج ہائیکورٹ الہ آباد کا قابل قدر مضمون، ۸ر

تجرد و ازدواج، جس میں علمائے یورپ و امریکہ کی شہادتوں سے تجرد کے نقصانات اور شادی کے فوائد بیان کئے گئے ہیں۔ نہایت مفید کتاب ہے۔ قیمت ۸ر

جمیل و بثینہ، عرب کے حسن و عشق کا ایک دلفریب قصہ قیمت ۳ر

عورتوں کی انشاء، مصنفہ بیگم صفدر علی، جو عورتوں کی مخصوص فطرت اور طبعی رجحان کو ملحوظ رکھکر انہیں کی زبان میں لکھی گئی ہے۔ عورتوں کیلئے لاجواب تحفہ قیمت ایک روپیہ

خوان دعوت، افسانہ اور مکالمہ کے پیرائے میں باورچی خانہ کے تمام لوازم و ضروریات اور کھانے پکانے کی ترکیبیں قیمت ایک روپیہ، عہ

سیرۃ العباس، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عم مکرم حضرت ابوالفضل عباس بن عبد المطلب ہاشمی کی زندگی کے حالات عربی کی معتبر کتابوں کا انتخاب اردو زبان قیمت ۱۲ر

مدار اعظم، حضرت سید بدیع الدین قطب مدار کے مفصل حالات، آپکے خاص خلفاء کے اور خاندان چشتیہ، قلندریہ، نقشبندیہ کے ان بزرگوں کے حالات جنکو نسبت مداریہ حاصل ہے قیمت عہ

مینجر "القریش" امرتسر